cat. by
Sh.

مولوی خلیل الدین صاحب حافظ پیلی بھیتی

کا

چوتھا نعتیہ دیوان

موسوم بہ اسم تاریخی

آئینۂ پیغمبر

۱۳ ھ ۳۰

مطبوعہ نظامی پریس بدایوں

صحت نامہ آئینہ پیغمبر

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۸	۱۰	نہ چلنا	نہ جلتا
۲۳	۴	کس نے	کیسا
۵۱	۱۰	چھبنے	چبھنے
۵۵	۵	کیا لیکے الخ	مہمان کوئی دم کا ہے آپ آپ کا مریض
۵۶	۲	کی ہو	کو ہو
۷۳	۷	اُجڑا	اُجڑا
۷۶	۶	طوبے	طوبے
۸۵	۱۳	غالی	حالی
۱۱۳	۷	رسوائی	رسوا بھی
۱۱۸	۸	ماجرا ہی	ماجرا ہے
۱۲۵	۸	پیمبر	پیمبر
۱۳۸	۶	میں دل	میں ہی دل
۱۴۷	۱۳	غنچہ	غنچہ
"	"	تحت	تخت
۱۴۸	۲	کماں	کمان
۱۵۰	۶	مدینہ	مدینہ
۱۵۱	۶	طوفاں	طوفان

۱۵۶	۴	ہی سہی	سہی
۱۶۳	۵	کبجیے	تبلجیے
۱۶۵	۴	دیدہ تر	دیدۂ تر
۱۶۹	۱۰	صدق وداد	صدق وسداد
۱۷۲	۱۱	یافتہ	یافتہ
〃	۱۴	جانِ کریم	جانِ کرم
۱۷۷	۱۱	حرفت	حرمت
۱۸۴	۵	تاروب میں	تاروں میں ہی
۱۸۶	۶	جسیے	جسنے
〃	۹	رکھا ہی	رکھا
۱۸۹	۱	پاگدامنان	پاکدامنان
۱۹۱	۶	آقار	آقا
۱۹۲	۱۲	کللتہ	کلکتہ
۲۰۲	۱۱	پردہ حکمت	پردۂ حکمت
۲۰۳	۱۱	روتا آیا	رونا آیا
۲۱۵	۱۲	آبلہ با	آبلہ پا
۲۱۷	۹	جان بدن	جان وبدن

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(ردیف الف)

حمد و ثنا کے لایق ہی ایک ذات والا — سُبحٰنَہٗ تعَالےٰ سُبحٰنَہٗ تعَالےٰ
آنکھوں میں نور اُسکا دل میں ظہور اُسکا — سینہ ہی طور اُسکا ہر گھر کا وہ اُجالا
بجتی ہی نوبت اُسکی مسجد میں پنج وقتی — اَللّٰہُ اَکبر اُسکا کتنا ہی بول بالا
دُھن سکو ہی اُسی کی نغموں میں لَی اُسی کی — ہر لَے میں شور اُسکا ہر نَے میں اُسکا نالا

ہر بندے کا وہ حافظ حافظؔ کا وہ محافظ
سو لے تو جاگتا ہی بندہ ہی سونے والا

آئے جو روضے سے کوئی جھونکا نسیم کا — سینے کا داغ - پھول ہو باغِ نعیم کا
مجھپر چلیگا وار نہ نفسِ لئیم کا — دلدادہ ہوں میں نفسِ رسولِ کریم کا
کم ہی - امید رافت و رحمت ہو جس قدر — ہوں عبد بھی تو عبدِ رؤف و رحیم کا
ملنے کو ہوں اگر لبِ جاں بخشِ مصطفٰے — جُڑ جاے گوشت پوست عظامِ رمیم کا

ہیں اور شرحِ قامت و زلف و دہانِ پاک
کہتا ہی کچھ اشارہ الف لام میم کا

سن لیجیے صبا سے۔ پھر آگے ہی اختیار
قصہ صحیح ہی مرے حالِ سقیم کا

انگل کے ایک اشارے میں ہی جو ادا۔ پوچھ
دل جانتا ہی کچھ اسے ماہِ دو نیم کا

حادث ہی کون۔ کون کی ہی کائنات کیا
سرگشتہ ہوں خمارِ شرابِ قدیم کا

طیبہ کے آنے جانے سے معلوم ہو گیا
ہی وصل و ہجر آئنہ امید و بیم کا

یا شاہِ فقر۔ آپ سراپا ہے نور ہیں
سایے کی ہی گلیم۔ نہ سایہ گلیم کا

کیسی دوا کہ ہاتھ لگاتے نہیں طبیب
حال اس قدر سقیم ہی نبضِ سقیم کا

بیجا نہیں یہ یوں ہیں جو دھو دھو کے اپنے پاوں
کرآئے ہیں طوافِ خدا کے حریم کا

ڈالا خضر میں خواہشِ دنیا لئے دین کو
کھولا ہوا ہے نند نے دروازہ بیم کا

دیوانوں کو تو چاہیے دیوانگی کی عقل
بٹوارہ عاقلوں میں ہو عقلِ سلیم کا

حافظ کو ہوگا غش سے افاقہ ابھی ابھی
لے آ نسیم۔ روضے سے شمّہ شمیم کا

اس گلی میں کیا کہوں کیونکر گیا کیونکر اوٹھا
اوٹھ کے بیٹھا پھر گرا۔ اوٹھ کر گرا۔ گر کر اوٹھا

جا گئے فتنوں کی پُرٹ آغوش میں لیکر اوٹھا
نالہ کا ہیکو اوٹھا ہنگامۂ محشر اوٹھا

توڑ کر دل کو ہمارے صبر کی سل ٹل گئی
کر دیا جب چور شیشے کو تو یہ پتھر اوٹھا

اُنکے گھر جا کر گرا ہیں سایۂ دیوار سا
اُنکے در سے جب اوٹھا میں بیخود و ششدر اوٹھا

میرا ہی سر تھا ہزاروں منتّوں کا زیرِ بار
میری ہی گردن تھی وہ جس سے یہ بارِ سر اوٹھا

اللہ اللہ جلوہ گر بزمِ تصور میں ہی کون
صدقے ہونے کو اوٹھا دل اور خوش ہو کر اوٹھا

کسکا اوٹھنا بیٹھنا۔ دل کی تپش کا ہی طفیل
کوئی نالہ کھینچ بیٹھا۔ کوئی نعرہ کر اوٹھا

ہو گئی قیدِ عناصر سے رہا۔ جب جانِ پاک
دل سے فکرِ گرم و سرد و رنجِ خشک و تر اوٹھا

تھک گیا جب چیخ کر۔ بیٹھا کلیجا تھام کر
جب ذرا سستا لیا۔ پھر ایک نالہ کر اوٹھا

خوابِ غفلت سے میں چونکا۔ ہو گیا جب سر سفید
دھوپ سر پر آ گئی۔ میں دن چڑھے سو کر اوٹھا

سوے دشت و کوہ جا نکلا جو دیوانہ ترا
بہرِ تعظیم ایک اک کانٹا اوٹھا پتھر اوٹھا

خیر اُس کمبخت دل کی کچھ نظر آتی نہیں
رہگیا اوٹھ اوٹھ کے جس میں درد۔ رہ رہ کر اوٹھا

گونجتی رہتی ہی اسمیں دردمندوں کی صدا
جب سے بالاے زمیں یہ گنبدِ بے در اوٹھا

مر گیا۔ محشر کا جب میں کرتے کرتے انتظار
تب دلِ شوریدہ سے شورِ انا المحشر اوٹھا

کون آیا۔ کیوں چلے صبر و خرد ہوش و حواس
انجمن کی انجمن برہم ہی۔ گھر کا گھر اوٹھا

کوئی ڈوبا۔ کوئی اُچھلا۔ میرے سر الزام ہی
جو اوٹھا طوفان میرے دیدۂ تر پر اوٹھا

کر لیا سینے میں گھر آنکھوں میں آنکھیں ڈالکر
در میں گویا در کھلا یہ گھر میں گویا گھر اوٹھا

فوجِ غم کے ہاتھ سے دل کی تباہی تھی لکھی
آپڑا ایک اور لشکر۔ جب کوئی لشکر اوٹھا

چٹکیاں لے لیں کلیجے میں۔ سُنا کر دردِ دل
کرکے مضطر انجمن کو حافظِ مضطر اوٹھا

بخشوانے کو ہمارے۔ شافعِ محشر اوٹھا
سیکڑوں بیٹھے ہوے دل ہاتھ میں لیکر اوٹھا

سر شہیدِ کربلا کا کیوں جھکا کیونکر اوٹھا
جُھک کے خنجر سے ملا پھر چڑھ کے نیزے پر اوٹھا

زائروں کے جاتے ہی طوفانِ چشمِ تر اوٹھا
اشک کا دریا چڑھا کشتی کا جب لنگر اوٹھا

ناتواں سے منزلِ طیبہ بمشکل طی ہوی
اوٹھ کے بیٹھا۔ بیٹھکر اوٹھا۔ گرا۔ گر کر اوٹھا

رہ گیا ہی ضعف میں یہ شغل اوٹھتے بیٹھتے
یا نبی کہکر میں بیٹھا۔ یا علی کہکر اوٹھا

پلّے پر تھا کوئی۔ جب تولی گئی نیکی بدی
کیا کہوں۔ پلّہ مرا کیونکر جھکا کیونکر اوٹھا

چار عنصر کے احاطے میں ہوی تعمیرِ دل
چار دیوارِ حرم میں اک خدا کا گھر اوٹھا

جان جب نکلی بدن سے آپ کا کلمہ پڑھا
قبر سے اوٹھا تو کلمہ آپ کا پڑھکر اوٹھا

تھا جبیں کو آستانِ پاک صندل سے سوا
سر اوٹھانا تھا کہ سر کے ساتھ دردِ سر اوٹھا

اُنکے در سے جیتے جی مجھکو اوٹھا سکتا تھا کون
جبکہ مرنے کے لیے بیٹھا تھا میں۔ مر کر اوٹھا

آپ کی آئینہ داری۔ پہلے اپنا منھ تو دیکھ
ای سکندر آئینہ کیوں ہاتھ میں لیکر اوٹھا

آ بسے آنکھوں کے رستے۔ دل میں آ بیٹھے شوق سے
آپ ہی کے واسطے زو در بنے اک گھر اوٹھا

کیا قیامت چھپ رہی تھی آپ کے زیرِ قدم
آپ کے اوٹھتے ہی کیوں ہنگامۂ محشر اوٹھا

اونکے در پر ہیں لیے بیٹھا تھا صبر و عقل و ہوش — جب اوٹھا جو کچھ گرہ میں تھا وہ سب کھو کر اوٹھا

شمر جب سر پر کھڑا تھا سر بسجدہ تھے امام — بیگناہی کے شہادت کے لیے خنجر اوٹھا

جالیوں سے تو تو اندر آتی جاتی ہی صبا — چہرۂ انور سے اک دن گوشۂ چادر اوٹھا

شوق نے راہِ عرب میں ضعف کی چلنے نہ دی — جو قدم اپنا اوٹھا بڑھکر پڑا بڑھکر اوٹھا

بخشوائے لیتے ہیں اب سب کو اک دم میں حضور — حکم اُرفَع رَاسَکَ آیا یعنی اپنا سر اوٹھا

قطرہ قطرہ خون کا تھا محوِ لذّاتِ وصال — جب ہماری شاہرگ میں ڈوبکر نشتر اوٹھا

عالمِ بالا ہی تیرے شوق میں زیر و زبر — ای مرے نیچی نظر والے نظر اوپر اوٹھا

باندھ لے خالی کمر۔ حافظ اگر توشہ نہیں
چل مدینے۔ لے خدا کا نام۔ اوٹھ۔ بستر اوٹھا

قبر میں بھی میں خیالِ زلفِ پیچاں لیچلا — دیکھنے کو ساتھ اک خوابِ پریشاں لیچلا

درد سے رگ رگ کو مرتے وقت نالاں لیچلا — میں رگستاں لیچلا یا اک نیستاں لیچلا

گوشۂ دل میں چھپائے۔ داغِ حرماں لیچلا — ڈرتے ڈرتے میں چراغِ زیرِ داماں لیچلا

ہی پیامِ مرگ تو پیغامِ شادی مرگ کا — غم یہی ہی میں غمِ مرگِ عزیزاں لیچلا

کیا بگاڑا تھا ترا دست و گریباں نے جنوں — کیوں سرِ بازار اُنھیں دست و گریباں لیچلا

دل بھرا یا درد سے لبریز۔ لب پر ہی ہنسی — میں شہادت گاہ سے یوں زخمِ خنداں لیچلا

دل سے پیار اجی ہی مجھکو۔ جی سے پیار ادردِ عشق
جان کھوکر بھی اسے رگ رگ میں پنہاں لیچلا

بچ کے جا سکتا نہیں اُنکی نگاہوں کا شکار
تیر باراں کیوں مجھے افتاں و خیزاں لیچلا

ہوں وہ رہرو۔ لوٹکر بچتا ہے مجھکو راہزن
دردِ پنہاں لیچلا۔ داغِ نمایاں لیچلا

ملگئے مشہد میں مجھکو زخم۔ زخموں کو ہنسی
دل خدا جانے کہ کیا کیا لطفِ پنہاں لیچلا

ابتدائے عمر سے مجھکو جنوں کا کھیل تھا
ہاتھ اوٹھا تو جانبِ گوے گریباں لیچلا

رہگئیں سینے میں لاکھوں حسرتیں ہوکر شہید
میں لحد میں ساتھ اک گنجِ شہیداں لیچلا

کیا مرے گھر سے نتھا زنداں کو سیدھا راستا
کیوں مجھے پہلے جنوں سوے بیاباں لیچلا

قیدِ متروکات سے بگڑی ہی بندش کی روش
سلسلہ پابندیوں کا پا بجولاں لیچلا

اب کہاں ذوقِ سخن سنجی کہاں بزمِ سخن
اک تقاضا تھا کہ حافظ کو غزلخواں لیچلا

اُلجھکے میں پلکوں سے یوں خارِ بیاباں لیچلا
جس نے دیکھا وہ یہ سمجھا اپنی مژگاں لیچلا

نزع میں پوچھیں وہ۔ کیا تو داغِ ہجراں لیچلا
سر ہلا کر میں کہوں۔ جی لیچلا۔ ہاں لیچلا

کیسے پتھر پڑ گئے یارب جنوں کی عقل پر
ستر پوشوں میں عدم سے مجھکو عریاں لیچلا

چھوڑ کر فکرِ مآل و مال و امیدِ وصال
میں کلیجے سے لگائے داغِ حرماں لیچلا

ہاتھ میں زندوں کے مُردہ۔ چار کے کاندھے سوا
اور اُسپر عمر بھر کا بارِ عصیاں لیچلا

کم ہی۔ اُسکی گو میں ہو جس قدر باغ و بہار
کسطرح کپڑے چھڑاؤں تجھسے ای دستِ جنوں
ضعف تھا یا شوق تھا اُس راہ میں سر افیق
ہو کسی کا نام۔ منزل پر پہنچ جلنے سے کام
دل کے ہاتھوں دکھیے۔ ہوں حشر میں کیا کیا عذاب
مجھکو سرحدِ عدم سے باہر آنا ہی نہ تھا
قافلے والو۔ مبارک تمکو سامانِ سفر
ای خدا۔ دستِ جنوں ہی یا گلے کا ہار ہی
ہوش والے۔ حشر کو سامانِ سودا لیچلے
پارچے گنتی کے ہیں تربت میں۔ نام اُنکا کفن
میری نظروں میں جو دامانِ بیاباں تنگ تھا
پردے میں رہنے نہیں دیتا ہی معشوقوں کو حسن
سر کو چکر۔ دم کو اُلجھن۔ دست و پا بے اختیار
بڑھتے بڑھتے آگیا حدِ جنوں پر شوقِ دید
کھونہ دے مجھ ناتواں کو گریۂ بے اختیار

ایک سینے میں جو لاکھوں داغِ حرماں لیچلا
جیبِ دامن تک۔ تو دامن تا گریباں لیچلا
منزلوں تک جو مجھے اُفتاں و خیزاں لیچلا
پائے عریاں مجھکو۔ یا میں پائے عریاں لیچلا
ہیں بغل میں پال کر اک دشمنِ جاں لیچلا
زندگی کیا لیچلا اک آفتِ جاں لیچلا
ہیں تو بے سامانیوں کا ساز و ساماں لیچلا
ہو چکے تارِ گریباں تو رگِ جاں لیچلا
سر مرا بیمغز تھا سودائے ساماں لیچلا
ہی یہی خلعت جسے درویش و سلطاں لیچلا
اپنا دامن پھاڑ کر سوئے بیاباں لیچلا
شمع کو پروانوں کی محفل میں عریاں لیچلا
اضطرابِ دل کہ سر غلطان و پیچاں لیچلا
پتلیوں کو سات پردوں میں بھی عریاں لیچلا
ایک تنکے کو بہا کر جوششِ طوفاں لیچلا

آؤ حافظ چلکے دیکھیں تو سخن کا معرکہ
سنتے ہیں ہر مردِ میدان گوے وچوگان لیچلا

شیر وہ جو دل ہیں حُبِّ شیرِ یزداں لیچلا
اُسکا کیا کہنا۔ جسے جنت کا رضواں لیچلا
نقدِ جاں دیکر ہیں اُنکو جنسِ ایماں لیچلا
اُنکے در سے ہیں کلیدِ باغ رضواں لیچلا
ہی کوئی جاروب کش۔ چھڑکاو کرتا ہی کوئی
جان کا دل۔ جان دل کی۔ دین کا ایمان ہی
شرم خالی ہاتھ کی بس اب تمھارے ہاتھ ہی
بار آٹھا۔ میری گردن۔ میرے سر کی خیر ہو
الاماں ہنگامِ پرسش۔ الحذر وقتِ حساب
اس توقع پر کہ مزدوری میں پاؤنگا بہشت
راہِ عقبےٰ میں ہیں میرے دو رفیق امید و بیم
چلتے چلتے پھولے جاتے ہیں خوشی سے ہاتھ پاؤں
نذر دی سب زائروں نے جسکو جو توفیق تھی

مرد وہ ہی۔ جو ولاے شاہِ مرداں لیچلا
قسمت اُنکی ہی۔ جسے روضے کا درباں لیچلا
مال جتنا تھا گراں اُتنا ہی ارزاں لیچلا
بارِ عصیاں سر سے پھینکا۔ بارِ احساں لیچلا
آہ میں اس سے بھی قاصر چشم و مژگاں لیچلا
دین و ایماں دیکے مجھکو جو دل و جاں لیچلا
بے سر و ساماں تمھارا فکرِ ساماں لیچلا
بارِ عصیاں سے سوا میں شرمِ عصیاں لیچلا
المدد۔ مجھکو فرشتہ سوے میزاں لیچلا
اپنے سر پر میں اوٹھاکر بارِ عصیاں لیچلا
دردِ دل کے ساتھ دردِ دل کا درماں لیچلا
کیا مجھے اپنی جگہ دینے کو درباں لیچلا
سر کو رکھکر ہاتھ پر میں سوے درباں لیچلا

میرے جوشِ بیخودی کا آج پردہ کھل گیا
جب مدینے کو نہ مجھسے بھی پنہاں لیچلا

روضۂ خیر الوریٰ کا دیکھنے والا ہوں میں
خلد میں مجھکو خوشامد کرکے رضواں لیچلا

کی بسر عمرِ رواں رو رو کے ہجرِ شاہ میں
بحرِ غم میں ناؤ کو لبریز طوفاں لیچلا

تھیں شعاعیں جالیوں کی یا نگاہیں آپ کی
برچھیاں کھائیں جگر پر ۔ دل میں چھریاں لیچلا

نقدِ جاں کرتے ہیں پہلے نذر اس سرکار میں
یہ سکھاتا یہ پڑھاتا مجھکو درباں لیچلا

پڑ گئی تھی روضۂ شہ پر کہیں میری نظر
اس خطا پر کھینچکر جنت کو رضواں لیچلا

ہی اجل نزدیک ۔ طیبہ دور ہے میں معذور ہوں
مجھکو حافظ دل کا دھڑکا سینہ کوباں لیچلا

نہ پوچھو رتبۂ والا مرے مخدوم صابر کا
ہی نورِ مہر اک ذرّہ مرے مخدوم صابر کا

فلک کو رشک سے آنے لگے تیور کبھی چکر
بنا جب خاک پر قبّہ مرے مخدوم صابر کا

گرجتی رہتی ہی بسلی گرکتی رہتی ہی بجلی
بجا کرتا ہی یوں ڈنکا مرے مخدوم صابر کا

خدا رکھے ہوا ہی نقشِ داغِ صابری دل پر
یہ ہی پرکھا ہوا سکّہ مرے مخدوم صابر کا

پری کیسی ۔ نہ دیکھا آنکھ بھر کر حور و غلماں کو
ہوا جو دیکھنے والا مرے مخدوم صابر کا

ربیعِ اول کی تیرھویں ہی جمعہ ہی ۔ قل ہی
مرے مولا مرے آقا مرے مخدوم صابر کا

گیا کلیر میں جو زائر ۔ فلک سے یہ صدا آئی
وہ لو مہمان آپہنچا مرے مخدوم صابر کا

ادھر بھر کر نظر دیکھا ادھر حاجت روائی کی
یہ ہی چلتا ہوا نسخہ مرے مخدوم صابر کا

ولی جانے علی جانے نبی جانے خدا جانے
حقیقت میں ہی جو رتبہ مرے مخدوم صابر کا

فرشتوں سے چھڑایا قبر میں یوں مجھکو رحمت نے
یہ بندہ نام لیوا تھا مرے مخدوم صابر کا

پھریرا جسکا اڑتے اڑتے پہنچا بام گردوں پر
گڑا کلیر میں وہ جھنڈا مرے مخدوم صابر کا

قمر ہی مجری کسکا ۔ فلک کسکا سلامی ہی
مرے مخدوم صابر کا مرے مخدوم صابر کا

بہا کر چار آنسو گرد عصیاں دھوئے حافظ
کہ ہی بہتا ہوا دریا مرے مخدوم صابر کا

نور سے معمور وہ ۔ یہ طور سے بڑھکر رہا
دل خدا کا گھر رہا ۔ سینہ نبی کا گھر رہا

دھیان تھا جب تک تمھارا ۔ بیخودی چھائی رہی
دل میں جب تک تم رہے ۔ دل آپ سے باہر رہا

جتنی تدبیریں تھیں کرنے کی وہ کر چھوڑیں سبھی
جو مری تقدیر میں ہونا تھا وہ ہو کر رہا

گزری درد دل کے ہاتھوں عمر بھر سر پیٹتے
ایک میرا ہاتھ دل پر دوسرا سر پر رہا

پاتے ہیں دوری میں بھی لطف حضوری ہم غلام
اپنے گھر بیٹھے ہوئے مولا کے دل میں گھر رہا

روضے تک دیدار کا بھوکا گیا بھوکا پھرا
میں وہی پیاسا ہوں جو پیاسا لب کوثر رہا

رات دن ۔ اک وعدہ فردا نے رکھا بیقرار
رات دن ہر پا مرے سر پر نیا محشر رہا

مصطفے پر مرنے والے ۔ جیتے جی مرتے رہے
دم رہا جس دم تک ۔ آنکھوں میں یا لب پر رہا

مرنے والوں سے یہ ڈر رہتا ہی۔ کچھ کھا پی نہ لیں
مرنے والا اُنکا۔ بے کھائے پیے ہی مر رہا

پاؤں کیسے۔ اب تو سر بھی ضعف سے اوٹھتا نہیں
تیرے قدموں سے جو چھوٹا۔ میرے قدموں پر رہا

عمر بھر شرمِ گنہ نے ہم کو رکھا اشکبار
دامنِ تر کی بدولت۔ دامن اپنا تر رہا

پائی پڑ رہنے کے قابل بھی نہ دنیا کی سرا
ہم فقیروں کا بغل میں بوریا بستر رہا

ہیں ترے کوچے کے سودائی عجب گردش نصیب
پاؤں پھر کر تھک گئے تو سر کو اک چکّر رہا

عمر بھر سودا کے ہاتھوں سر کو ٹکراتے پھرے
اور پھر الزام سودا کا ہمارے سر رہا

طالبِ عقبےٰ نے دنیا میں نہ پایا خاک چین
اپنے گھر ایسا رہا گویا پرائے گھر رہا

شرع کے دیوانے۔ حدِّ شرع سے بڑھتے نہیں
آپ کا دیوانہ حدِّ شرع سے باہر رہا

ہو گئے روضے میں سب اعلےٰ و ادنےٰ باریاب
سنتے ہیں اک **حافظ** ناکام ہی باہر رہا

دلِ دیدار طلب آج مرا ٹوٹ گیا
ٹھیکرا بھیک کا تھا۔ پھوٹ گیا۔ ٹوٹ گیا

پاسِ انفاس کیا۔ نفس مرا ٹوٹ گیا
معرکے میں یہی قلعہ تھا بڑا۔ ٹوٹ گیا

خوب تھا۔ ٹوٹ کے دل تم سے اگر جا ملتا
وہ تو کمبخت ہوا تم سے جدا ٹوٹ گیا

آہ وہ دل۔ کہ ہوا ایک ہی صدمے سے فنا
شیشہ تھا ٹھیس لگی۔ آئی صدا ٹوٹ گیا

کفر کی جان ہی کیا۔ سحر کی کتنی ہی بساط
ایک کلمہ مرے مولے کا پڑھا ٹوٹ گیا

میرے بس میں نہ رہا دل تو خرابی میں پڑا — ہاتھ سے شیشہ صفت چھوٹ پڑا۔ ٹوٹ گیا

لیجیے خستگیِ دل کی خبر۔ قبلۂ دیں — دل نہیں ٹوٹ گیا۔ قبلہ نما ٹوٹ گیا

تار رونے کا بندھا۔ ہو گئے آنسو برباد — گوہرِ اشک۔ لگا تار گرا۔ ٹوٹ گیا

تار رونے کا جو ٹوٹا۔ گئے گزرے آنسو — میری تسبیح میں ڈورا تھا پڑا ٹوٹ گیا

درد جب دل میں اوٹھا۔ بیٹھ گیا درد سے دل — دل میں اک چوٹ لگی۔ درد ہوا۔ ٹوٹ گیا

وعدۂ ختم نبوت ہی خدا کا وعدہ — عہدِ منکر نہیں جو منھ سے کیا۔ ٹوٹ گیا

ٹوٹے پڑتے تھے ہیں مشتاق ترے دیکھنے کو — پردے کھل جائینگے۔ پردہ جو ترا ٹوٹ گیا

تم نظر آئے۔ تو جاتے رہے اوسان مرے — حسن کا رعب۔ حواسوں کا جتھا ٹوٹ گیا

ہی بقا اصلِ فنا۔ اور فنا وصلِ بقا — بلبلا تھا کہ وہ دریا میں اوٹھا ٹوٹ گیا

ٹوٹے ہی گھر میں ہی رہنا غمِ ہو لے کو پسند — غم نہیں کچھ۔ دل اگر ٹوٹ گیا ٹوٹ گیا

کوئی لڑکوں کا گھروندا ہی کہ معمورۂ دہر — گھر اوٹھا بیٹھ گیا۔ قصر بنا ٹوٹ گیا

آئی سینے سے یہ کیسی ابھی چٹ چٹ کی صدا — اس میں دل بھی ہی کلیجا بھی ہی کیا ٹوٹ گیا

چیز بھی ہی کوئی۔ کیوں ہوتے ہو بیدل حافظ
تھا دل اک ظرفِ گلی ٹوٹ گیا ٹوٹ گیا

ہلل پردہ اوٹھا دینا۔ اک جلوہ دکھا دینا — اک جلوہ دکھاتے ہی بیہوش گرا دینا

نالوں کو تو آتا ہی اک شور مچا دینا
جو کچھ تجھے ہاتھ آئے۔ سب راہِ خدا دینا
جاکر درِ مولے پر۔ ہمکو یہ صدا دینا
کیوں ضعف۔ یہ رستے میں طیبہ کے گرا دینا
اُن نیچی نگاہوں کے ادنٰے یہ کرشمے ہیں
یہ آنِ جمالی ہی۔ وہ شانِ جلالی ہی
غش کیوں نہوا اُسکا جی جس نے یہ ادا دیکھی
یہ دین خدا کی ہی۔ یہ شان عطا کی ہی
مطلع کے عوض مکہ۔ مقطع کے عوض طیبہ

سوتے ہوے فتنوں کو چلا کے جگا دینا
مولے کا دیا لینا۔ مولے سے لیا دینا
ہو نامِ خدا داتا۔ کچھ نامِ خدا دینا
ہاں درد ذرا اوٹھنا۔ اور اوٹھکے اوٹھا دینا
گرتے کو اوٹھا دینا۔ اوٹھتے کو گرا دینا
روتے کو ہنسا دینا۔ ہنستے کو رُلا دینا
غش کھاکے گرے کوئی۔ دامن کی ہوا دینا
بندے کو دیا لینا۔ مولے کو دیا دینا
اس مدحِ مبارک کا۔ مولے یہ صِلا دینا

خاکِ قدمِ شہ کا حافظ ہی عجب سرمہ
جس راہ سے وہ گزریں۔ آنکھوں کو بچھا دینا

...ان ہوں کہ پریاں رٹتے ہیں نام تیرا
...حد ہی یا محمدؐ محمود نام تیرا
...لے حطیم تیرا رکن و مقام تیرا
...وق ہو زیر تجھسے بزمِ دنیٰ تدلّیٰ

کرتی ہیں ذکر چڑیاں ہر صبح و شام تیرا
محمود یا محمدؐ برتر مقام تیرا
ربّ حریم تیرا بیت الحرام تیرا
ہی کانَ قوبَ قوسَین اوادنےٰ مقام تیرا

شاہوں کو دھیان میں کب لائے ترا بھکاری
مولاؤں کا ہی مولا مولا غلام تیرا

ای خاصِ ربِّ اکبر خاص و عوام سب پر
ہی لطف خاص تیرا ہی فیضِ عام تیرا

سینہ مرا خزینہ دل اُسمیں اک نگینہ
کیسا نگینہ جسپر کندہ ہی نام تیرا

بے موت مر رہے ہیں ہو لئے کے مرنے والے
جاموت مفت ہوگا بدنام نام تیرا

لبریز ہو چکا ہی اب عمر کا پیالہ
پیتے ہیں کوئی دم میں ای موت جام تیرا

اُس سنگِ در کا بوسہ ای لب کہاں ترا مُنہ
تو اور سجدہ ای سر سودا ہی خام تیرا

مُردوں کی زندہ روحیں بولیں لبِ نبی سے
اک زندہ معجزہ ہی یُحْیِ الْعِظَام تیرا

دل کی مرادیں مانگے اب کس سے تیرے ہوتے
شاہا فقیر تیرا آقا غلام تیرا

کر در گزر خطا سے طیبہ میں پھر بُلا لے
بھاگا ہوا ہوں لیکن پھر ہوں غلام تیرا

کلمے۔ صلاۃ۔ اذاں میں نامِ خدا کا ساتھی
نامِ خدا ہی نامی کس درجہ نام تیرا

ہی سانس اوکھڑی اوکھڑی چلتی ہی اولٹی سیدھی
دنیا سے جارہا ہی محوِ خرام تیرا

بدنام کرنے والے تیرے فدائیوں میں
لیتے ہیں نام میرا سن سنکے نام تیرا

منگتے کھڑے رہینگے جھولی گلے میں ڈالے
داتا یو ہیں دیے جا دینا ہی کام تیرا

حافظ بروطلب کن از راستاں مقامے
تا نصب عین سازی آں سرو قامتے را

روضہ ہی رشک دہ روضۂ رضواں کسکا ۔ روضۂ خلد کا رضوان ہی درباں کسکا

شعلۂ عشق ہی سینے میں فروزاں کسکا ۔ جل رہا ہی یہ چراغِ تہِ داماں کسکا

مدح خواں باغ میں ہی مرغِ سحر خواں کسکا ۔ کلمہ پڑھتی ہیں دم بھرتی ہیں چڑیاں کسکا

کسکی اونگلی کے اشارے سے ہوا دو ٹکڑے ۔ دلِ مہتاب میں ہی داغ نمایاں کسکا

جان دو بھر ہو تو مرنے سے ہی بدتر جینا ۔ درد پیارا ہو جو درماں سے تو درماں کسکا

مار دا ای دستِ جنوں ضبط سے دم گھٹتا ہی ۔ اب گلے کی بھی نہیں خیر گریباں کسکا

ہی تبسّم کا بھی جلوہ نگہِ رحم کے ساتھ ۔ آپنے بھانپ لیا گریۂ پنہاں کسکا

ہاتھ پھیلاؤں کہاں مانگنے کو جاؤں کہاں ۔ تیرے ہوتے میں بنوں بندۂ احساں کسکا

اک تبسّم کی تمنا میں ہی روتی صورت ۔ مُنھ تکے تیرے سوا دیدۂ گریاں کسکا

سر کا سامان نہ کوئی۔ نہ ہی سامان کا سر ۔ ہم بھلے بے سر و ساماں سر و ساماں کسکا

کسکی ہی جلوہ گہِ ناز دلِ خانہ خراب ۔ رونق آباد ہی یہ خانۂ ویراں کسکا

ناصحو مجھکو نصیحت میں بھی لطف آتا ہی ۔ کسکا دیوانہ ہوں۔ فرمایئے۔ ہاں ہاں کسکا

ہی کسیکی نگہِ پاک سے دل کا یہ سوال ۔ تیر تیرا ہی تو ہی تیر کا پیکاں کسکا

کیا کہوں کس سے کہوں میں کہ مدینے جاکر ۔ دل ہوا ہی ہدفِ ناوکِ مژگاں کسکا

کیا بڑا حشر کا میدان ہی اللہ اللہ ۔ کھُلنے والا ہی یہاں دفترِ عصیاں کسکا

امتی گو سے کہو حشر میں لیں جلد خبر — نفسی نفسی ہی یہاں کون ہی پرساں کسکا
توڑنے بیٹھے ہیں سب دانت اویسِ قرنی — سنگ سے ٹوٹ گیا اک دُرِ دنداں کسکا
میری آنکھوں میں جو بے پردہ پھرا کرتا ہی — جلوۂ حسن وہ نظروں سے ہی پنہاں کسکا
حشر میں حکم یہ سر دفترِ رحمت نے دیا — پھونکدو اسکو یہ ہی دفترِ عصیاں کسکا

سترہ سال میں کیا ہو گئی صورت حافظ
جھیلنا تمکو پڑا صدمۂ ہجراں کسکا

معاذ اللہ میں صدمہ سہوں ہجرِ پیمبر کا — مرے سینے میں دل ہی یا کوئی ٹکڑا ہی پتھر کا
رہِ طیبہ میں ہی دشوار طی ہونا سمندر کا — تباہی میں جہاز آیا ہوا ہی دیدۂ تر کا
ہی وہ موزوں ڈھلا مصرع قدِ زیبا پیمبر کا — شبِ اسریٰ نہ نکلا مصرعِ طوبےٰ برابر کا
نہ جلتا نورِ ایماں کا چراغ اسمیں تو کیا جلتا — بربِّ کعبہ دل میرا ہی کعبہ ربِّ اکبر کا
نکلکر لختِ دل رسوا کریگا مجھکو عالم میں — قیامت سی قیامت ڈھائیگا۔ بھیدی ہی یہ گھر کا
دعا یہ مانگتا ہوں میں اوٹھا کر دونوں ہاتھوں کو — انھیں ہاتھوں کو محشر میں ملے دامن پیمبر کا
ترے دیدار کا بھوکا ہوا ہی سیر جینے سے — تری سرکار کا مہمان۔ ہی مہمان دم بھر کا
پڑی جب چوٹ فرقت کی تو دل سے یہ صدا نکلی — بحمد اللہ کہ شیشہ ہوں مگر شیشہ ہوں پتھر کا
خدا کی چیز۔ پیارے پر خدا کے۔ ہو گئی پیاری — خدا کی۔ جانِ مضطر ہی۔ خدا ہی جانِ مضطر کا

ہی بیگانوں سے خالی - آنکھ سا گھر - آپ کی خاطر
اکیلا مردم دیدہ ہی - وہ بھی آدمی گھر کا

خدا کا نام لینا تھا کہ پایا نفس پر قابو
جہادِ اکبر اک نعرہ ہوا اَللہُ اکبرُ کا

مری آنکھوں کو ہی پھوٹی ہوئی قسمت کا یہ رونا
کہ مُنہ تکنا پڑا ہمکو ہی کے روزنِ در کا

ہمیشہ دربدر کی ٹھوکریں کھانے کو کیوں ملتیں
نہ ہوجاتا جو پیشانی کے سر لکھا مقدر کا

مکینِ لامکاں سے پوچھیے اسرار خلوت کے
سوا محبوب کے بھیدی ہی کون اللہ کے گھر کا

مرے دل سے - مری چشمِ تصور سے کوئی سیکھے
گھر اپنے بیٹھے بیٹھے کھینچنا نقشہ ترے گھر کا

مجھے دل میں کہاں فکر سخن کا حوصلہ باقی
مگر ہی پاس مولانا غلامِ احمد اخگر کا

پرانی طرح میں حافظ نئے اشعار پھر لکھے
مزہ شیریں کلامی نے دیا قندِ مکرر کا

داغِ غمِ نبی سے دل داغدار ہوتا
اس لالہ زار کے سر خونِ بہار ہوتا

راہِ عرب میں مر مر کیا تجھکو بار ہوتا
میں تیرے آگے آگے مشتِ غبار ہوتا

طیبہ کی خاک ہوتی میں خاکسار ہوتا
اوڑتا ہوا ہوا پر میرا غبار ہوتا

سمجھو کہ خیر گزری جو آہ ضبط کر لی
یہ تیر دل سے چلکر گردوں کے پار ہوتا

ہی آہ تو نے دیکھا نکلا یہ کیا دھواں سا
سب دل میں جمع رہتا جتنا بخار ہوتا

ہی اک بلائے فرقت ہر روز کی قیامت
بالفرض حشر ہوتا تو ایک بار ہوتا

طیبہ میں جا پہنچتے گھر سے پیادہ چلکے
قابو نہیں میسر ہجرِ نبی میں دل پر
فریادِ ہجر لیکر جاتا جو پیشِ داور
کیوں ہوتے جان لیوا روزِ انتظار کے دن
تھا گور کے گڑھے میں گرنا ضرور آخر
کیسی نگاہِ ثانی پھر مانگتا نہ پانی
آنکھیں چڑھی ہوئی تھیں مر کر بھی مستِ حق کی
کوثر وہ حوض بیٹھا ساقی وہ جود والا

جن بسکے انکا سودا سر پر سوار ہوتا
پہلو میں بھی جو ہوتا بے اختیار ہوتا
پھر بھی حضور ہی پر دار و مدار ہوتا
کیوں جان کو اجل کا روزِ انتظار ہوتا
کوئی پیادہ ہوتا یا شہسوار ہوتا
تیر نگاہ ہو لے دل میں دو سار ہوتا
ایسا نہ تھا یہ نشہ جسکا اتار ہوتا
تھا لطف جب کہ مجھسا اک بادہ خوار ہوتا

اشکوں سے نشرم رکھ لی دامانِ تر کی حافظ
اس پردہ در کا کوئی کیوں پردہ دار ہوتا

پامال اُس گلی میں میں خاکسار ہوتا
بے گنتی داغ کھا کر دل داغدار ہوتا
یہ جاں نثار ہوتا اُنکا مزار ہوتا
میں لاکھ فکریں کرتا طیبہ میں جا کے مرتا
خون اتنی حسرتوں کا اور ایک سینہ میرا

ہوں مشتِ خاک پسکر مُشتِ غبار ہوتا
گنتی کے عاشقوں میں میرا شمار ہوتا
طاقت بھی اتنی ہوتی اوٹھکر نثار ہوتا
لکر زندگی جو تیرا کچھ اعتبار ہوتا
اتنے شہید ہوتے اور اک مزار ہوتا

زلفِ نبی کے شیدا دل کی یہ ہی تمنا
سب مجھ میں جمع ہوتا جو انتشار ہوتا

روضہ جو دیکھ آتے کیا خاک چین پاتے
اک بار بار پاکر جی بار بار ہوتا

ہجرِ نبی سے کم تھا ملتا جو زہرِ اجل کا
کتنا ہی تلخ ہوتا پھر خوشگوار ہوتا

رحمت مجھے چُھپا کر تکتی ہی روزِ محشر
ایسا ہی اور کوئی عصیاں شعار ہوتا

حقا کہ نا امیدی ہی کفر ورنہ عاصی
کس مُنھ سے مغفرت کا امیدوار ہوتا

شرمِ گنہ سے جُھک کر پہنچے سر اُس قدم پر
جب لطف تھا کہ اتنا میں شرمسار ہوتا

رہتا ندیدہ دیدہ نادیدہ ہی دمِ دید
پھر گریہ خوشی سے یہ اشکبار ہوتا

گر جاؤں کھا کے چکر پھر کھائے ٹھوکریں سر
اُنکی گلی میں جاکر اتنا تو خوار ہوتا

سر ہو بچکر خریدا عشقِ نبی کا سودا
جو کچھ ادھار ہوتا سر پر وہ بار ہوتا

دامن وہ نیچا نیچا حافظ کو ہاتھ آتا
گوشے سے اُسکے لپٹا یہ خاکسار ہوتا

دور تک تیرا اثر آہِ رسا دیکھ لیا
دور ہو - دور ہو - چل دور ہو - جا - دیکھ لیا

نہ سنا حافظِ مضطر نے کہا - دیکھ لیا
گر پڑا - گر کے اوٹھا - اوٹھکے گرا - دیکھ لیا

صاف جو دل ہی وہ ہی صاف ترا آئینہ
تجھکو ہر آئینے میں جلوہ نما دیکھ لیا

دل میں بے پردہ رہا آنکھ سے پردے میں رہا
خوب اے پردہ نشیں پردہ ترا دیکھ لیا

نہ یہاں طور نہ ایمن نہ تجلّی - پھر بھی
دیکھنے والوں نے جو دیکھ لیا دیکھ لیا

موند کر آنکھیں - تجھے چوری چھپے دیکھینگے
دل میں پوشیدہ ٹھکانا ہی ترا دیکھ لیا

دل کے شیشے میں تجھے چھپنا تھا - یہ کیا چھپنا ہے
دیکھنے والے نے پردے میں چھپا دیکھ لیا

پردہ داری کہوں اس چھپنے کو یا پردہ دری
پردے میں چھپکے بھی تو چھپ نہ سکا دیکھ لیا

ٹکٹکی رہ گئی پہلی ہی نظر میں بندھکر
میری آنکھوں نے (میں حیران ہوں) کیا دیکھ لیا

دلِ بیتاب کی دیکھی نہیں جاتی حالت
جو نتیجہ تھا ادھر دیکھنے کا دیکھ لیا

اوسکے سینے میں تعجب نہیں روزن ہونا
جس نے رخنہ ترے پردے میں پڑا دیکھ لیا

شوقِ دیدار کے جھونکوں کو دعا دیتا ہے
جب ہوا تیز چلی - پردہ اوٹھا - دیکھ لیا

عشق کا راز چھپانے سے کھلا اور رسوا
پردہ پوشی ہوئی خود پردہ کشا - دیکھ لیا

دشتِ طیبہ میں ہوئی شوق کو کانٹے کی تلاش
کفِ پا میں کوئی چھالا جو پڑا دیکھ لیا

آپ کو سایۂ خدا کا کہوں یا نورِ خدا
سایے میں جلوہ نما نورِ خدا دیکھ لیا

تیرا سائل - ترا محتاج گدا جائے کہاں
در ترا اب تو شہِ ہر دوسرا دیکھ لیا

مر کے جنت میں بہلنے کا نہیں جی حافظ
جیتے جی روضۂ محبوبِ خدا دیکھ لیا

آل کے ساتھ غلاموں سے تولا چاہا
اور تبلیغِ رسالت کا صلہ کیا چاہا

پیارے محبوب کا چاہا ہی خدا کا چاہا
چاہنے والے نے محبوب کا چاہا چاہا

چاہنے کے لیے کیا چاہیے۔ چاہت ہی تو ہی
چاہنے والے نے چاہا تمھیں جتنا چاہا

لاکھ راتوں کی تھی اک رات کہ جس میں حق نے
خلوتِ خاص میں دیدار تمھارا چاہا

حق سے پوچھے۔ اُنھیں محبوب بنایا کس نے
اُن سے پوچھے کوئی۔ حق نے تمھیں کیسا چاہا

پائیں اللہ سے مُنھ مانگی مرادیں کیا کیا
اپنی امت کے لیے آپ نے کیا کیا چاہا

نہ تو چاہا ہی نہ چاہیگا نچاہا تیرا
جو کچھ اللہ نے چاہا ترا چاہا چاہا

ناتواں تیرے پڑے ہیں۔ مگر اتنا ہی ادب
اوٹھ ہی بیٹھینگے۔ اگر درد نے اوٹھنا چاہا

پاس بولی کہ خبردار۔ میں ہوں پہرے پر
کسی ارمان نے جب دل سے نکلنا چاہا

ضعف سے بیٹھوں۔ تو درد او ٹھکے یہ کہتا ہی۔ اوٹھو
ضعف کا حکم۔ کہ بیٹھو ہی جب اوٹھنا چاہا

ہی بھلا یہ کہ بھلا چاہے بُرے کا دل سے
ہی بُرا یہ کہ بُرا اور کسی کا چاہا

حق سے حضرت نے جو حق مانگنے کا تھا مانگا
حق نے حضرت کو جو حق چاہنے کا تھا چاہا

دل نے کیا کیا نہ خدا جانے بلائیں چاہیں
میں نے چاہا تو خدا سے دلِ شیدا چاہا

عشق کے جرم سے انکار ہی کسکو۔ ہاں ہاں
تجھے چاہا۔ تجھے چاہا۔ تجھے چاہا چاہا

دلِ ناشاد کو حافظ ہوسِ وصل۔ چہ خوش
جزنے کل۔ قطرۂ ناچیز نے دریا چاہا

مصرعِ طرح پر مصاریع حسب فرمائش

ہاتھ پر ساقی کے بیعت کر کے اتنا ہو گیا — دین ساغر ہو گیا - ایمان مینا ہو گیا

اے دوئی رخصت ہو - دو کا دو سے بدلا ہو گیا — دین ساغر ہو گیا - ایمان مینا ہو گیا

رکھدیا رندوں نے اے واعظ اوٹھا کر طاق پر — دین ساغر ہو گیا - ایمان مینا ہو گیا

شیخ جی میخانے جا کر رند مشرب ہو گئے — دین ساغر ہو گیا - ایمان مینا ہو گیا

محتسب۔ رندوں کے گھر کیا توڑنے کو آئیگا — دین ساغر ہو گیا - ایمان مینا ہو گیا

میکدے میں دین و ایماں ہو گئے دونوں ضعیف — دین ساغر ہو گیا - ایمان مینا ہو گیا

کیا پڑی تھی میکدے والوں کی گھٹی میں شراب — دین ساغر ہو گیا - ایمان مینا ہو گیا

ساغر و مینا۔ مئے توحید سے لبریز ہیں — دین ساغر ہو گیا - ایمان مینا ہو گیا

دین و ایماں کی ہے اب کایا سی کچھ پلٹی ہوئی — دین ساغر ہو گیا - ایمان مینا ہو گیا

میکدے تک جاتے جاتے۔ ہو گئی اور اصطلاح — دین ساغر ہو گیا - ایمان مینا ہو گیا

ایسے نازک ہیں کہ رکھا ہے پھپھولے کی طرح — دین ساغر ہو گیا - ایمان مینا ہو گیا

کیسی نعمت۔ کیا کرامت۔ ساغر و مینا میں تھی — دین ساغر ہو گیا - ایمان مینا ہو گیا

ساغر و مینا الٰہی کیسے عالی ظرف ہیں — دین ساغر ہو گیا - ایمان مینا ہو گیا

دین و ایماں ہو گیا جب ساغر و مینا کی نذر
دین ساغر ہو گیا - ایمان مینا ہو گیا

ساغر و مینا تھے کم کب دین و ایماں سے کہ اب
دین ساغر ہو گیا - ایمان مینا ہو گیا

دین و ایماں سے بدلتے ساغر و مینا کو ہم
دین ساغر ہو گیا - ایمان مینا ہو گیا

رندِ مشرب کا نہ پوچھو دین و ایمان زاہدو
دین ساغر ہو گیا - ایمان مینا ہو گیا

دین اور ایمان سب کچھ ساغر و مینا میں ہے
دین ساغر ہو گیا - ایمان مینا ہو گیا

دین و ایماں ساغر و مینا بہم گھل مل گئے
دین ساغر ہو گیا - ایمان مینا ہو گیا

دین و ایماں کی قسم مینا و ساغر کی قسم
دین ساغر ہو گیا - ایمان مینا ہو گیا

ساغرِ دین کی قسم مینائے ایماں کی قسم
دین ساغر ہو گیا - ایمان مینا ہو گیا

رندِ مشرب ہوں مرا مشرب ہے اب شربِ مدام
دین ساغر ہو گیا - ایمان مینا ہو گیا

جیتے ہیں پی پی کے حافظ چلوؤں خونِ جگر
دین ساغر ہو گیا ایمان مینا ہو گیا

بیدلوں سے پوچھتے کیا ہو کہ دل کیا ہو گیا
مرغِ دل تھا نام جسکا اب وہ عنقا ہو گیا

اب تو دل کا رازِ پنہاں آشکارا ہو گیا
اب تو دل کی گومگو باتوں کا چرچا ہو گیا

دل تڑپ کر گر پڑا گر کر دو پارہ ہو گیا
ایک دن آخر یہی انجام ہونا تھا ہو گیا

کیا بتاؤں میں عجب اپنا دل پرایا ہو گیا
کس کے بس کا ہو گیا - کسکے کہے کا ہو گیا

آج سودائی ترا - عالم میں رسوا ہوگیا
شرم کی کیا بات ہی - دو دن کو چرچا ہوگیا

دل میں عشق آگے نہاں تھا - ابتو چرچا ہوگیا
فتنہ ایسا بڑھگیا - اک حشر برپا ہوگیا

یہ ترقی اولٹی ہی - آنسو دُرِ یکدانہ تھا
موتی سے قطرہ ہوا - قطرے سے دریا ہوگیا

گھُٹ رہا تھا دم مرا - جبتک نہ تھا سینے میں چاک
دم کی آمد شد کی خاطر ابتو رستہ ہوگیا

جب نہ دیکھیں ہم - ہمیں دنیا پڑی دیکھا کرے
اپنی آنکھیں بند کرلیں - سب سے پردہ ہوگیا

شیشۂ دل چور ہونے پر بھی مُنھ سے اُف نکی
ضبط کرتے کرتے - پتّھر کا کلیجا ہوگیا

سادہ دل تھا میں - بس اک حرفِ تمنّا دل میں تھا
وہ بھی مٹتے مٹتے صفحۂ دل کا سادہ ہوگیا

مرنے والے سختیوں کو لائینگے خاطر میں کیا
ناگوارا کیا ہو جب مرنا گوارا ہوگیا

خونِ دل کا پی گئیں - سارا کلیجا کھا گئیں
حسرتوں کو میرا سینہ خوانِ یغما - ہوگیا

نکلیں خاموشی میں باتیں - باتوں میں شاخیں ہزار
چپ رہی ایسی میں نے سادھی جسکا چرچا ہوگیا

آئے سب - نادیدنی احوال سُنکر - دیکھنے
دیدنی - نادیدنی کا بھی تماشا ہوگیا

موت ابھی آئی نتھی - آئی تھی آنے کی خبر
میں تو شادیٔ مرگ - سنتے ہی یہ مژدہ ہوگیا

پہلے وحشت نے نکالے گھر میں بیٹھے بیٹھے پاؤں
پلے وحشت گزینا - پھر دشت پیما ہوگیا

موت تو یہ ہی کہ جینے کا بھروسا کچھ نہیں
کیا جیے گا - جسکو جینے پر بھروسا ہوگیا

درد کا پردہ اوٹھانے کو بہت ہیں طفلِ اشک
کیا چھپاؤں راز - واقف بچّہ بچّہ ہوگیا

رہ نجاؤں دل پکڑ کر دیے - تو کیا کروں ۔۔۔ دوست پوچھے جاتے ہیں - کیا ہو گیا - کیا ہو گیا

دل بلا سے ٹکڑے ٹکڑے ہو - سلامت داغِ عشق ۔۔۔ اب تو دل کا داغ - میرے دل کا ٹکڑا ہو گیا

ایک دم میں سہل کٹ جاتی نہ کیوں راہِ عدم ۔۔۔ سر جو کٹ کر تن سے اوترا - بوجھ ہلکا ہو گیا

دل کی پالی حسرتیں گھٹ گھٹ کے مر جاتیں نہ کیوں ۔۔۔ حسرتیں جس دل میں رہتی تھیں وہ مردہ ہو گیا

آپکے آتے ہی نکلے جس قدر ارمان تھے ۔۔۔ چین سے رہیے کہ خالی دل کا گوشہ ہو گیا

نالے سے آہیں ہی تھیں - آہیں گھٹکر سسکیاں ۔۔۔ سسکیاں آہیں بنیں - آہوں سے نالہ ہو گیا

ایک میں ہوں - اپنے جینے پر جسے حیرت رہی ۔۔۔ ایک وہ - جنکو مرا مرنا تماشا ہو گیا

دم وہی دم ہے - کہیں اوبھا - کہیں اٹکا رہے ۔۔۔ دل وہی دل ہے - تعلق جسکو پیدا ہو گیا

ایک ہی ملبوسِ عریانی میں گزری عمر بھر ۔۔۔ تھا وہ خاکی - پہنے پہنے اور میلا ہو گیا

دل سے گھر کو وحشتِ دل نے اوجاڑا - پھر کہاں ۔۔۔ اب رہیں گے ہم اسی گھر میں کہ صحرا ہو گیا

مدعا آنے نہ پائے - آئے تو پورا نہو ۔۔۔ مدعا پورا دلِ بے مدعا کا ہو گیا

اک مرض تھا - دل میں وحشت - پاؤں میں چکر لقب ۔۔۔ جب ترقی پاکے پہنچا سر میں سودا ہو گیا

غم نے کھایا ہم کو - ہم کھانے سے آدھے رہ گئے ۔۔۔ ہم نے کھایا غم کو - غم کھانے سے دونا ہو گیا

جب گرا بسمل تڑپ کر - ناز نے آواز دی ۔۔۔ ایک سجدہ اور کر لو - ایک سجدہ ہو گیا

دل میں تھی آ گئے تو حافظ تیرگی ہی تیرگی

ہی چمک بھی اب تو جب سے دُر پیدا ہو گیا

دور دیں ہی میکشی کا ختم دورہ ہو گیا
جب ندامت کا پسینا سر سے اونچا ہو گیا
اک نظر بھر کر جسے دیکھا۔ وہ شیدا ہو گیا
آ گیا آنکھوں میں دم۔ دیدار اونکا ہو گیا
اب عمل اعجاز کا ہی۔ سحر چلتا ہو گیا
جلوہ گہ میں آنکھ کی پُتلی تماشا ہو گئی
ذرۂ خاکِ عرب سے ہم نے کیا تشبیہ دی
ایک مولے۔ ایک اس کے سوا۔ کونین میں
انجمن میں اونکا دھیان آیا کہ خلوت ہو گئی
ہم پڑے تھے۔ اور تھا اک فخرِ یوسف سامنے
حشر میں مجرم طلب ہو کر گئے جب سامنے
تھے سرِ میزان عمری نیکی کے پلے پر حضور
جتنے پردوں پر پڑے پردے۔ بڑھی اونتی نظر
ہی وہی دیوانہ۔ جو دیوانہ ہونے سے نہیں

میکشو! لبریز اب مے کا پیالہ ہو گیا
ہیں غریقِ رحمتِ باری تعالے ہو گیا
اپنے تو اپنے ہی تھے۔ بیگانہ اپنا ہو گیا
ٹھیک سہر وعدہ تھا۔ یہ بھی وہ بھی پورا ہو گیا
وہ زمانہ جس میں کوئی سحر چلتا ہو۔ گیا
حیرتی دیدار کا۔ حیرت کا پتلا ہو گیا
چرخِ چارم تک دماغِ مہر اونچا ہو گیا
کون ہوتا ہی کسیکا۔ کون کسکا ہو گیا
مجمعِ تن ہا میں بھی رہکر میں تنہا ہو گیا
غش ہمارا روکشِ خوابِ زلیخا ہو گیا
دل میں سمجھے۔ وعدۂ دیدار پورا ہو گیا
پلۂ اعمالِ بد کا وزن ہلکا ہو گیا
پردہ آنکھوں پر پڑا۔ آنکھوں کا پردہ ہو گیا
ہی وہی فرزانہ۔ جو دیوانہ اونکا ہو گیا

اونکا جلوہ دیکھنے کی تاب۔ آنکھوں کو کہاں
جب وہ بے پردہ ہوا۔ خود ایک پردہ ہو گیا

یوں فنا ہو کر بقا پاتے ہیں اہلِ معرفت
جیسے قطرہ جا ملا دریا میں۔ دریا ہو گیا

خاکساری نے کیا آکر بڑے سرکش کو زیر
سرِ غرورِ نفس کا اونچا تھا۔ نیچا ہو گیا

آپکے کوچے کے ذرّوں کو کہوں کیا آفتاب
آفتاب اونکے مقابل آکے ذرّہ ہو گیا

اے امیدِ مرگِ طیبہ۔ مرحبا۔ روحی فداک
کچھ تو جینے کے لیے تیرا سہارا ہو گیا

خاک پر لوٹے وہاں سب۔ ہم ہوئے پیوندِ خاک
جو نہ اچھا ہو سکا۔ وہ سب سے اچھا ہو گیا

بندہ مولےٰ وہی۔ بندوں کا مولےٰ ہے وہی
بندے کا بندہ رہا۔ مولےٰ کا مولےٰ ہو گیا

لذتِ دیدار اوسکے جی سے پوچھا چاہیے
جو اوٹھا۔ اوٹھکر فدائے روئے زیبا ہو گیا

دل بھی ایک ایسا ہی گھر تھا۔ جیسے گھر ہوتے ہیں سب
جب سے تم نے گھر کیا۔ کچھ اور نقشہ ہو گیا

کان رکھکر جب سنو۔ دل سے یہ آتی ہے صدا
مصطفےٰ میرے ہوے۔ میں مصطفےٰ کا ہو گیا

بحر و بر پر۔ خشک و تر پر۔ یہ تصرف۔ واہ وا!
بحر صحرا ہو گیا۔ صحرا کا دریا ہو گیا

اوسکی ذاتِ پاک کیسی ہو گی۔ جسکا نامِ پاک
امتِ بیکس کی بخشش کا سہارا ہو گیا

سنگِ اسود کے تصور کا عجب نقشہ جما
آنکھ کا تل ہو گیا۔ دل کا سویدا ہو گیا

شانِ محبوبی کا اندازہ کوئی کیا کر سکے
منھ سے جو مانگا ملا۔ جو دل سے چاہا۔ ہو گیا

مدعا تھا۔ مدعا کا عرض کرنا ہو نصیب
مدعا پورا نہ کہہ پایا کہ پورا ہو گیا

وہ ترس کھائیں کھڑے۔ ہم اونکے در پہ ٹھوکریں — اور اسیرِ خوش کہ مر جانے کو حیلہ ہو گیا

جب کبھی بجلی گری۔ سمجھے تجلی کی چمک — تھی تجلی کی چمک۔ بجلی کا دھوکا ہو گیا

اوپچے اونچوں میں کسے رتبہ ملا معراج کا — کون سا دولھا ہی۔ جسکے سر پہ سہرا ہو گیا

ہم سے ننگے حشر کی دھوپ۔ اور وہ دستِ کرم — جسکے سر پر رکھدیا۔ سایہ خدا کا ہو گیا

پیارے جلوے دیکھکر اُس روزنِ دیوار سے — آنکھ سے بھی روزنِ دیوار پیارا ہو گیا

یہ خدا کا گھر بنا۔ وہ مصطفےٰ کا گھر بنا — دل تو کعبہ ہو گیا۔ سینہ مدینہ ہو گیا

خانۂ دل پر ہی قبضہ صاحبِ معراج کا — یہ مکان اب گھر مکینِ لامکاں کا ہو گیا

ہی توجہ روے دل کی سوے روضہ رات دن — دل ہی کعبہ۔ روضہ اس کعبے کا قبلہ ہو گیا

کیا علاجِ دل کروں۔ مکہ کہاں۔ طیبہ کہاں — ہاے مکہ۔ ہاے طیبہ کا وظیفہ ہو گیا

الاماں۔ خوف و رجا دو ہیں برابر کے حریف — خیر یا رب۔ مُلکِ ایماں میں دو عملہ ہو گیا

کرلیا قدرت نے سب اعضا میں دل کو انتخاب — پھر دلیل اس بات پر خود دل کا نقطہ ہو گیا

ہی یہ کن پردوں میں پردہ۔ ایسے پردے کو سلام — دل میں بے پردہ رہی۔ آنکھوں سے پردہ ہو گیا

کب نکیرین آئے تھے۔ کسکے فرشتوں کو خبر — آپ کا سجدہ تو محوِ روے زیبا ہو گیا

تجھکو جی سے پیار کرتے ہیں۔ لگاتے ہیں گلے — شاہ رگ۔ تیرا تو قربِ حق سے رشتہ ہو گیا

جو فنا کی تہ کو پہنچا۔ مل گئی اوسکو بقا — ناؤ جب ڈوبی بھنور میں۔ پار بیڑا ہو گیا

جنّتی۔ روضہ اگر دیکھیں۔ تو جنت بھول جائیں
ہند سے طیبہ گیا۔ پہنچا کہاں سے میں کہاں
کعبہ اسمیں۔ عرش اسمیں۔ نورِ مطلق اسمیں ہی

ہمنے جب جنت کو دیکھا۔ یا در وضہ ہو گیا
تھا سگِ دنیا۔ اب اُس کوچے کا کُتّا ہو گیا
ابتو کچھ انسان۔ یہ مٹّی کا پتلا ہو گیا

اوسکو حافظ آے۔ اوٹھنے بیٹھنے مین خاک لطف
لیتے پتے۔ جو غبارِ راہِ مولے ہو گیا

لہو روتی ہوی آنکھوں کے تو جب روبرو ہو گا
دلِ بیکس کا ہجرِ مصطفےٰ میں کون ساتھی ہی
ترے حسرت زدہ کا کوئی سینہ چیر کر دیکھے
یہ ہیں رازونیازِ عاشق و معشوق کی باتیں
کہیں تردامنی پانی نہ پھیرے خاکساری پر
میں روضے پر جو مر جاؤں تو جنت میں جگہ پاؤں
کوئی دن ہیں خدا چاہے تو حسرت نکلی جاتی ہی
جو گھبرائیگی سینے میں اکیلی آرزو بیکس
انھیں میں سل زباں اب ہی۔ انھیں میں کل پکڑ ہو گی
کہینگے نفسی نفسی انبیا میدانِ محشر میں

جن آنکھوں سے لہو رویا ہوں ان میں تو ہی تو ہو گا
رفاقت کو کوئی اوٹھا تو وہ ای دردِ تو ہو گا
نظر آئیگی جو سرخی وہ خونِ آرزو ہو گا
ہمارا اور اونکا فیصلہ اب دو بدو ہو گا
تیمم ٹوٹ جائیگا اگر تازہ وضو ہو گا
گوارا ہو گا مرنا کب جو روضہ روبرو ہو گا
جو روضہ آج کل دل میں ہی۔ کل وہ روبرو ہو گا
تو دردِ فرقت حضرت رفیقِ آرزو ہو گا
یہی دستِ سبو ہو گا۔ صراحی کا گلو ہو گا
نہو گا بیکسوں کا کوئی بھی اک تو ہی تو ہو گا

خراب آباد دل کا۔ ہو گیا ہو کا مقام آخر
نہ ہوگا کچھ بھی اب ہمیں تو بھی شور ذکر ہو ہو گا

مری حسرت بھری آنکھیں اشاروں میں یہ کہتی ہیں
کہ بس ہونگے ہمیں ہم جب مدینہ روبرو ہوگا

نبی کی جس نگاہِ ناز نے سو چاک ڈالے ہیں
جو ہوگا تو اوسی کے تار سے سینہ رفو ہوگا

ترے طالب کو چین آئیگا اک تیرے ہی ملنے سے
اگر ملجائے سب کچھ تو بھی گرمِ جستجو ہوگا

مدینے کے سفر میں یہ غزل لکھی ہے اے حافظ
کہ میں ہوں کبھی پہلے یہ تحفہ روبرو ہوگا

وہ ہمیں کو در سے اوٹھوائینگے کیا
اور سب دنیا سے اوٹھ جائینگے کیا

غم نہ کھائینگے تو ہم کھائینگے کیا
غم کے بھوکے۔ بھوکے مر جائینگے کیا

وہ ان آنکھوں سے نظر آئینگے کیا
سات پردے ہیں۔ سب اوٹھ جائینگے کیا

دوست ناحق سر پھرانے آئے ہیں
سمجھے سمجھائے کو سمجھائینگے کیا

ٹھوکریں بھی ہوں سفر میں ساتھ ساتھ
ورنہ راہِ طیبہ میں کھائینگے کیا

سبز گنبد اور بھوکے دید کے
آنکھوں ہی آنکھوں میں کھا جائینگے کیا

ہم تو جیتے ہیں نبی کا کھاکے غم
غم نہ کھائینگے تو ہم کھائینگے کیا

چارہ فرما۔ رہنے بھی دے لے داغ
پیشکش کرنے کو لیجائینگے کیا

مرنے والے۔ مر رہے ہیں جیتے جی
مرتے مرتے یوں ہی مر جائینگے کیا

ہوش اوڑائے لذتِ دیدار نے
ہوش میں پھر بھی کبھی آئینگے کیا

ہم سیہ رو آہ ہولئے کے حضور
جائینگے تو لیکے مُنہ جائینگے کیا

کس توقع پر ہیں آنکھیں فرشِ راہ
پھر قدم رنجہ وہ فرمائینگے کیا

حاش للہ۔ جنّتیں ویران ہوں
اونکے مرنے والے مرجائینگے کیا

اوٹھکے چل گھر کو سرِ سودا زدہ
خود بدولت آکے ٹھکرائینگے کیا

بس کر اے ناصح۔ ہمارا سر نہ کھا
اونکے در پر جاکے ٹکرائینگے کیا

رات دن پھرتا ہے کیوں اے چرخ تو
ہم تری چکّی سے پس جائینگے کیا

کانٹے کھٹکے آبلے کی آنکھ میں
آبلے کانٹوں سے پھل پائینگے کیا

پھرتے پھرتے سر نہ سودا میں تھکا
چلتے چلتے پاؤں رہجائینگے کیا

گھر سے چلکر آئے بیت اللہ تک
اب خدا کے گھر سے پھر جائینگے کیا

دیتے ہیں کھانے کو بے مانگے حضور
ہم کسی سے مانگ کر کھائینگے کیا

بارِ عصیاں تھا کہ گردن جھک گئی
ورنہ ہم بے شرم شرمائینگے کیا

اک نگاہِ فیض اگر پڑ جائیگی
جلنے کیا۔ ہم کیا سے ہو جائینگے کیا

نورِ حق کا عشق دل میں شعلہ زن
نار کو خاطر میں ہم لائینگے کیا

لپٹے ہیں روضے سے حافظ بیطرح

دل میں رکھکر گھر کو لیجا ئینگے کیا

کس منہ سے کہوں اونکا دربار نہیں ہوتا — ہیں بار نہیں پاتا - دیدار نہیں ہوتا

بیمار کوئی - مجھسا بیمار نہیں ہوتا — آزار کے یوں درپی - آزار نہیں ہوتا

مر مر کے جدائی میں جینا ہی بہت مشکل — اس جینے سے مرجانا دشوار نہیں ہوتا

باطن کی اگر آنکھیں کھلجائیں تو کھلجائیں — ان ظاہری آنکھوں سے دیدار نہیں ہوتا

جس جی نے نہیں چکھی لذت کبھی مرنے کی — وہ جینے کی کلفت سے بیزار نہیں ہوتا

ڈوبے ہیں فنا میں جو۔ پہنچے ہیں وہی تہ کو — بیڑا وہ ہمارا ہی جو پار نہیں ہوتا

وہ جی نہیں جس جی میں مرنے کی نہیں حسرت — وہ دل نہیں جس دل میں دلدار نہیں ہوتا

جبتک نہو رسوائی کب نام نکلتا ہی — عزت وہ نہیں پاتا جو خوار نہیں ہوتا

انسان ریاضت سے منجتا ہی طریقت میں — بے چوٹ پڑے رستہ ہموار نہیں ہوتا

کیا مجھکو طبیبوں سے اندیشۂ رسوائی — تشخیص کبھی دل کا آزار نہیں ہوتا

کاشانۂ دل کب تک جلوے کے لیے ترسے — اس شیش محل میں کیوں دربار نہیں ہوتا

نفس اور کرے حملے۔ ای آہ ترے ہوتے — یہ آگ کا پرکالہ فی النار نہیں ہوتا

جذبہ کوئی آتا ہی - کھینچے لیے جاتا ہی — ہو شوق تو پھر رہبر درکار نہیں ہوتا

ہو درد جدائی میں اک صبر تو کیا کہنا — سرکار! نہیں ہوتا - سرکار! نہیں ہوتا

حافظ جو غزل لکھی یاروں کی یہ خاطر تھی
یارانِ طریقت پر میں بار نہیں ہوتا

ردیف (ب)

پلادے ساقیِ کوثر بجائے آب شراب
پکارتے ہیں ترے تشنہ لب شراب شراب

ملی ہی تیرے خرابات کو وہ آب و ہوا
کہ جس میں لاکھ برس تک نہو خراب شراب

نہ جس میں تو کبھی آئے نہ ہو ترا دیدار
وہ نیند مجھکو حرام اور ہی وہ خواب شراب

ہی دل جلوں کو مزہ مستیِ محبت کا
شراب خوار نہیں پیتے بے کباب شراب

تری نگاہ نے بدمست کر دیا ساقی
مری نگاہ میں ہی ایک ہی سراب شراب

ترے کرم تو ہیں ساقی شمار سے باہر
ملے حساب کے دن مجھکو بیحساب شراب

مرے گناہوں کا جب ہو چکا حساب و شمار
تو بیشمار ملے جام۔ بیحساب شراب

وہ مست ہوں کہ تکلف اگر مدار کھوں
تو ماہتاب پیالہ ہو آفتاب شراب

شرابِ عشق کا پینا گناہ۔ توبہ کرو
گناہ کا یہی کرتی ہی سدِ باب شراب

عذاب جانکے کوئی پیے پیے نہ پیے
صوابِ رائے یہی ہی کہ ہی ثواب شراب

ہیں مستِ ساقیِ کوثر ہوں کیا کہوں حافظ

کہ بیخودی میں کسے دید یا خطاب شراب

ردیف (ت)

ترس کھاتے ہیں سُنکر اپنے دیوانے کی بات — کچھ ترس کھانے کی عادت۔ کچھ ترس آنے کی بات

پہلے کانوں کی تھی دشمن۔ اُنکے دیوانے کی بات — اب زبانوں پر چڑھی۔ خاموش ہو جانے کی بات

ایک ٹھوکر سے جلا دیتے ہیں مُردوں کو حضور — قُم بِاذنِ اللہ فرمانا۔ ہی فرمانے کی بات

رہ گیا ہی روضہ۔ اے پائے شکستہ۔ کے قدم — اب نہیں ہرگز۔ نہیں زنہار۔ رہ جانے کی بات

دم نکلجاتا تمہارے سامنے۔ رُوحِی فِدَاک — آہ میں جیتا پھر آیا۔ ہی یہ مر جانے کی بات

کچھ سہارا ہی۔ نہ چارہ ہی۔ نہ کوئی آسرا — دل کو یہ سمجھاؤں۔ اگر ہو کوئی سمجھانے کی بات

سُنکے اَستَحیِیْ مِنْ عَبدِیْ کا مژدہ۔ خوش ہوا — بندہ بےشرم۔ تھی یہ تیرے شرمانے کی بات

پوچھ لیتے بات اگر ہمسے غریبوں کی حضور — بات یہ ہی۔ تھی ہماری بات رہ جانے کی بات

کیا کہوں۔ آغوش میں پالا ہی کیوں ہجر کا وبال — اس تڑپتے دل میں ہی کچھ تو پھڑک جانے کی بات

دردِ ظالم۔ چٹکیاں لیتا ہی۔ دل میں بےخطا — میں اگر چلّا پڑا۔ تو تھی ہی چلّانے کی بات

آپ رکھدیں ہاتھ دل پر۔ میں اوٹھا لوں دل سے ہاتھ — دل کے ٹھہرانے کی خاطر۔ ہی یہ ٹھہرانے کی بات

ذکرِ جنت چھوڑیے۔ ذکرِ مدینہ چھیڑیے — کہیں وہ مر جانے کی باتیں۔ ہی یہ جی جانے کی بات

حافظِ دیوانہ کا بکنے سے پردہ کھل گیا
بہکی باتوں ہی میں ہوگی کوئی پاجانے کی بات

جاگتے میں کر رہا ہوں خواب میں آنے کی بات
خواب آجائے تو ہو صورت دکھا جانے کی بات

اے اجل۔ تجھسے کروں میں اپنے مرجانے کی بات
ٹھیک ہو جائے اگر طیبہ میں دفنانے کی بات

توبہ توبہ۔ ہمکلامی کی تمنّا اور میں
بات یہ ہی خلق میں تھی بات رہجانے کی بات

تھا ادھر لبّیکَ اُدھر تھی مرحبا رُوحی فِداہ
سخت جانی۔ تھی یہ شادی مرگ ہوجانے کی بات

نالہ نغمہ ہی۔ تو پردہ دل کا پردہ ساز کا
ہی اسی پردے میں سوز و ساز کھُلجانے کی بات

ہوش والوں عقل والوں کو مبارک باز پُرس
کون پوچھیگا صفِ محشر میں دیوانے کی بات

ہجرِ رشتہ میں۔ زندگی ہی موت۔ مرنا زندگی
بات میرے جی کے جانے کی ہی۔ جی جانے کی بات

میرے ہولئے۔ جو تمنا ہی۔ وہ میں جانوں کہ آپ
دل میں ہی جو کچھ ہی وہ ہی۔ لب تک نہیں آنے کی بات

عرش جنکا فرشِ پا انداز تھا معراج میں
لامکاں سے بھی ہی بالا۔ اُنکے کاشانے کی بات

غم نے کب اوٹھکر کیا تھا مجھکو رخصت کا سلام
عیش نے پوچھی تھی کس دن میرے غمخانے کی بات

جی بھلا ہوگا ارم سے روضے والوں کا بھلا
جی بہل جائیگا۔ یہ ہی جی کے بہلانے کی بات

غم نکر حافظ جو نکلا بکتے بکتے منھ سے راز
کان رکھکر کوئی بھی سنتا ہی دیوانے کی بات

ترا مبتلا مبتلائے مصیبت ‏ ‏ ‏ ہو میری بلا پر بلائے مصیبت

مصیبت بنائی گئی دل کی خاطر ‏ ‏ ‏ بنایا گیا دل برائے مصیبت

کروں کیا شکایت۔ اگر تو نہ چاہے ‏ ‏ ‏ نہ آئے مصیبت۔ نہ جائے مصیبت

میں راضی۔ جو تیری رضا ہو اسی میں ‏ ‏ ‏ کہ جھیلے مصیبت اوٹھائے مصیبت

یہ سوچو تو نازل کہاں سے ہوئی ہے ‏ ‏ ‏ کرو کچھ تو قدرِ بلائے مصیبت

مصیبت رسیدوں کا دل جانتا ہے ‏ ‏ ‏ مزے تو نے کیا کیا چکھائے مصیبت

سوا ماجرائے ماجرائے کے نہ کچھ ہے ‏ ‏ ‏ جو پوچھے کوئی ماجرائے مصیبت

ہوئے ہیں عطا یہ بزرگانِ دیں کو ‏ ‏ ‏ عجب تحفے ہیں تحفہائے مصیبت

مری ایسی قسمت کہاں تھی الٰہی ‏ ‏ ‏ کہ مجھپر ہو نازل بلائے مصیبت

نہ دوں میں کبھی اسکو بدلے دوا کے ‏ ‏ ‏ زہے لذتِ دردہائے مصیبت

کرو نفی و اثبات کا شغل حافظ
اگر چاہتے ہو فنائے مصیبت

ردیف (ث)

مجھکو یہ رنج کہ کوئی نہیں میرا وارث ‏ ‏ ‏ عقل کہتی ہے کہ اللہ ہی سب کا وارث

آرزومند ہی مورث۔ رہے جیتا وارث — آرزومند ہی مورث کی اجل کا وارث

میرا مولا ہی۔ تو دشمن ہوں مرے لا وارث — میرا وارث ہی وہ۔ میرے ورثہ کا وارث

اوسکے والی ہیں وہ جسکا نہیں کوئی والی — دادرسی کرتے ہیں وہ اوسکی جو ہو لا وارث

مرتے ہیں نام ونسب۔ کسب و حسب پر ناحق — کسکا مورث ہی کوئی۔ کون ہی کسکا وارث

فضلِ رحمن کو ملے ظاہر و باطن کے علوم — میرا والی ہی مرا پیر۔ نبی کا وارث

یا خدا غم نہیں کچھ حافظ بے وارث کو
تو ہی وارث۔ کوئی تجھسا نہیں اچھا وارث

ردیف (ج)

بادہ بغداد سے لبریز ہی پیمانہ آج — خیر یارب! ہاتھ میں ہی رعشہ مستانہ آج

ہی قدومِ شہ سے دل میں مجلسِ شاہانہ آج — اس فقیری جھونپڑے کا ہی لقب کاشانہ آج

منہ اوٹھے گھر سے نکل کر تو اوٹھے سوے عراق — اپنے گھر سے ہی نکلنے کو دلِ دیوانہ آج

سر رگڑنے کو ملا مدت میں سنگِ آستاں — سر رگڑ کر ہم کرینگے سجدہ شکرانہ آج

پہلے فردا سے دکھادو ہمکو دنیا میں جمال — کل کی کل پہ ہی۔ یہاں لبریز ہی پیمانہ آج

میرے جرمِ عشق کی پاداش فردا پہ۔ چہ خوش — کل جو فتنہ ہوگا وہ ہو جائے کیوں برپا نہ آج

ماہی بے سیریم تا آرند تریاق از عراق
دید و گھر بیٹھے ہی دیدار کا پیمانہ آج

تیرے بہکانے سے جانا گھر کو۔ دوبھر ہو گیا
پاؤں کی بیڑی بنی ہی لغزشِ مستانہ آج

روزِ فردا سے سوا ہی وعدۂ فردا ترا
ہی چھلکنے کو ہماری عمر کا پیمانہ آج

بیں ہیں مجرم۔ خلد تک بیٹھے ہیں پہرے سیکڑوں
دیدِ و کل کی راہداری کا مجھے پروانہ آج

روح کو ہوگی ضرورت کل تنِ بے روح کی
چلد یا پیچھے مسافر کے مسافر خانہ آج

شام آئی - ماہ نکلا - اور ڈوبا آفتاب
صبح تک چلتا رہے پیمانے پر پیمانہ آج

ملگیا کوئی نیا خلعت تری سرکار سے
اپنے جامے سے ہی باہر کیوں ترا دیوانہ آج

کھانے کو انگور - پینے کو عرقِ انگور کا
دے خدا فردوس میں بھی جو ہی آب و دانہ آج

بادۂ وحدت پیے جائینگے جب تک چھک نہ جائیں
چوم کر کیا چھوڑ دینگے ہم لبِ پیمانہ آج

شاہِ جیلانی ! اگر مقبول ہو جائے سلام
پیش کر دیں ہاتھ پر سر رکھکے ہم نذرانہ آج

ہو جیسے حافظ شریکِ ذاکرانِ غوثِ پاک
طاق پر رکھدے تجھے نسیان کا پیمانہ آج

ردیف (ح)

درد سے ملنا تو کیا۔ صورت سے گھبراتی ہی روح
درد جب اوٹھکر بڑھا کھنچی چلی جاتی ہی روح

قالبِ خاکی میں آکر ٹھوکریں کھاتی ہی روح ۔۔۔ ٹھوکریں کھا کھا کے قالب سے نکل جاتی ہی روح

مر رہا ہی آپ کے دیدار کا امیدوار ۔۔۔ روز آنکھوں کی طرف کھنچتی چلی جاتی ہی روح

درد کیا تکلیف کیا ۔ یہ فیض ہی سب روح کا ۔۔۔ درد تڑپاتا ہی دل کو ۔ مجھکو پھڑکاتی ہی روح

نالہ دل سے ۔ آہ لب سے ۔ آنکھ سے اشکِ رواں ۔۔۔ قافلے کا قافلہ تن سے لیے جاتی ہی روح

ہی زمین و آسماں کا فرق ۔ کیونکر ہو نباہ ۔۔۔ خاکیوں کا جسم خاکی ہی ۔ سماواتی ہی روح

قصرِ تن یہ مختصر ۔ اور اُس میں غم کا یہ ہجوم ۔۔۔ تنگیِ محفل سے تنگ آکر نکل جاتی ہی روح

روح و غم دونوں لطیف ۔ اُنکی غذائیں بھی لطیف ۔۔۔ غم ہماری روح کو کھاتا ہی ۔ غم کھاتی ہی روح

چار دن کی زندگی ہی ۔ چار دن کی ہی بہار ۔۔۔ چار دن گلزارِ عالم کی ہوا کھاتی ہی روح

کس کا آتا ہی تصوّر جس کے استقبال کو ۔۔۔ جسم سے کیا ۔ آپ سے باہر ہوی جاتی ہی روح

ہجر میں ۔ جینے نہیں دیتا مجھے شوقِ وصال ۔۔۔ وصل میں ۔ خوفِ جدائی سے گھُلی جاتی ہی روح

پیچھے پیچھے موت آتی ہی منانے کے لیے ۔۔۔ عالمِ ارواح سے کیا روٹھکر آتی ہی روح

مرنے والے مرتے ہیں ۔ بدنام ہی جینے کا نام ۔۔۔ دل کے مرجاتے ہی کچھ مردہ سی ہو جاتی ہی روح

نذرِ سلطاں کیا کریگا اک فقیرِ بے نوا ۔۔۔ ہاں یہ سنتا ہوں کہ اتنے کام آجاتی ہی روح

چشمِ عبرت کھول **حافظ** دیکھ لے انجامِ کار
خاک میں خاکی بدن ۔ روحوں میں مل جاتی ہی روح

سوئے طیبہ کیوں نہیں تن سے نکل جاتی ہے روح
موت کا کیوں ناتواں سے ناز اوٹھواتی ہے روح

قید تن میں بحکم خالق سے چلی آتی ہے روح
کچھ نہیں بنتی ہے کہتے۔ بند ہو جاتی ہے روح

لا الٰہ کہتے ہی۔ تن سے نکل جاتی ہے روح
ضرب اِلّا اللہ سے قالب میں پھر آتی ہے روح

پنجرے سے تن کے۔ جب اُڑنے نہیں پاتی ہے روح
روضے کی چڑیوں کا مُنھ تاتک کے رہ جاتی ہے روح

ہجر شہ میں کیا کہیں کٹتی ہے کیونکر زندگی
گھر میں ہم۔ پہلو میں دل۔ قالب میں گھبراتی ہے روح

کب رہا ہو قید تن سے۔ کب ہو روضے تک رسا
انتظار وصل مولے میں مری جاتی ہے روح

بڑھتے بڑھتے دم کی آمد شد مدینے تک ہوی
دم نہیں لیتی کہیں جاتی ہے روح آتی ہے روح

بار عصیاں گر پڑا طیبہ کے رستے میں کہیں
بیخودی کے بار احساں سے دبی جاتی ہے روح

مرغ دل کا ہجر طیبہ میں پھڑکنا موت ہے
ایک بسمل کے تڑپنے سے اُڑی جاتی ہے روح

صورت آدم میں ہے خالق کی صورت جلوہ گر
آئی ہے قالب میں سانچے میں ڈھل جاتی ہے روح

ہے ہماری آب و گل میں آتش عشق بنی
پھُنک گئی ہے جب سے قالب میں پھُنکی جاتی ہے روح

آئی تھی کیسی لطیف اب جاتی ہے کیسی کثیف
سامنے جاتے ہوئے خالق کے۔ شرماتی ہے روح

ہستی موہوم کیا ہے۔ اصل میں ہے نیستی
جب فنا فی اللہ ہو جاتی ہے۔ جی جاتی ہے روح

جان میں جان آئی جب آئی مدینے کی ہوا
قصر تن سے جا کے باہر۔ پھر پلٹ آتی ہے روح

روضۂ محبوب سے جب چل کے آتی ہے نسیم

سینۂ حافظ تک آتے آتے بنجاتی ہے روح

ردیف (خ)

چلنا مجھے بار چار فرسخ
طیبہ ہے کئی ہزار فرسخ

چلنا مجھے اک قدم ہے بھاری
ہے ایک قدم ہزار فرسخ

ہاں جذبۂ شوق پر لگا دے
دم بھر میں اوڑوں ہزار فرسخ

کھنچ جائیں زمین کی طنابیں
ہو ایک قدم ہزار فرسخ

ہمسے تھکے ماندے یا الٰہی
کب تک گنیں بار بار فرسخ

آجا نظر اب تو سبز گنبد
کب تک میں کروں شمار فرسخ

ہمت کہیں توڑنا نہ حافظ
فرسخ فرسخ ہزار فرسخ

ردیف (د)

درد آشنائے دل ہے۔ تو دل آشنائے درد
ہے درد دل کے واسطے۔ دل ہے برائے درد

اوٹھتے ہوں ساتھ درد کے جب نالہائے درد
انصاف کیجیے۔ کوئی کیونکر چھپائے درد

مشکل ہی اوسکی بیٹھکے جس سے اوٹھا نہ جاے
بیٹھے بٹھاے مفت میں اوٹھکر اوٹھاے درد

ہو ضعف کے سہارے اگر بیٹھنا نصیب
اوٹھے وہیں اوٹھانے کو بیٹھے بٹھاے درد

دل بھی جگر بھی سینہ بھی ہی نذر درد کی
جی بھر کے اپنی حسرتِ دل کی مٹاے درد

اب طاقتِ امتحان کی مجھمیں نہیں رہی
حد ہو چکی بس اب نہ مجھے آزماے درد

میں درد پر فدا ہوں کہ تم پر نثار ہوں
ہی درد میرے سینے میں تم ہو دواے درد

روزِ ازل ملا ترے کلفت نصیب کو
کہتے ہیں سب جسے مرضِ لادواے درد

اوٹھ بیٹھتے تھے پہلے اب اوٹھنے کے بھی نہیں
وہ ابتداے درد تھی یہ انتہاے درد

رکھیگی تیری شانِ غیوری یہ کب روا
جو مبتلا ترا ہی وہ ہو مبتلاے درد

حافظ خدا کی شان ہی گھر بیٹھے رزق دے
دل کی غذا ہی خونِ جگر دل غذاے درد

ردیف (ذ)

واہ کیا نامِ خدا آپ کا ہی نام لذیذ
جس سے رہتے ہیں زبان و دہن و کام لذیذ

گالیاں کھا کے نہ کیوں غش ہو ترا دیوانہ
نعمتوں سے ہی سوا نعمتِ دشنام لذیذ

دیکھیں صبر بھی چیز ہی گو مشکل ہی
اسکا آغاز ہی تلخ اسکا ہی انجام لذیذ

ہی مزیدار وہی دل کہ ہو پکّا پھوڑا | ثمرِ پختہ سے کم ہی ثمرِ خام لذیذ

ہی ترے شربتِ دیدار کی دن رات طلب | تیرے بیمار کو کوئی نہیں آشام لذیذ

تلخیِ مرگ کا بدنام ہوا ہی کیوں نام | تیرے بیمار کو ہی موت کا پیغام لذیذ

شعر گوئی بھی مزیدار نہ نکلا حافظ
نہیں لذت فقط اس طرح کا ہی نام لذیذ

ردیف (ر)

رخ سے پردہ اوٹھا محمد شیر | اپنا جلوہ دکھا محمد شیر

حضرتِ مرتضےٰ ہیں شیرِ خدا | شیرِ شیرِ خدا محمد شیر

شاہ ہوں یا گدا ہیں تیرے گدا | شاہِ شاہ و گدا محمد شیر

بس ہی اللہ تک پہنچنے کو | اک وسیلہ ترا محمد شیر

اوسکے حامی ہوے نبی و علی | جسنے دل سے کہا محمد شیر

ہمسے بیچاروں نے سہاروں کو | ہی سہارا ترا محمد شیر

لات مارے نہ تختِ شاہی کو | تیرے در کا گدا محمد شیر

ہاتھ میں سیکڑوں مریدوں کے | ایک دامن ترا محمد شیر

ہی وہ اللہ بھلا کرے کی صدا
ہی ٹھکانا ٹکڑِ گداوں کا
جس سے سب کا بھلا محمد شیر
تیری دولت سرا محمد شیر

لب کہیں لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ
آپ کی واہ واہ چار طرف
دل کا نعرہ ہویا محمد شیر
واہ وا۔ واہ وا محمد شیر

کھولے دیتا ہی صبر کا پردہ
لائی ترکش میں بھرکے تیرِ قضا
اٹھو پردہ ترا محمد شیر
آپ کی ہر ادا محمد شیر

جاؤں اب کسکے آستانے پر
لوٹنے جاے کسکے قدموں پر
چھوڑکر در ترا محمد شیر
سگِ در آپکا محمد شیر

ہی نوا سنجِ دردِ دل حاضر
حافظ بینوا محمد شیر

مشاعرہ مدینہ طیبہ میں بماہ محرم ۱۳۲۹ھ

موے سر پدا ہوے پیشانی کی تحریر پر
دل کو حسرت آئی تھی کو تاہی تقدیر پر
حاشیہ باریک لکھا ہی خطِ تقدیر پر
جنبشِ مژگاں سے چلکر تیر پہنچے تیر پر

میں کہاں ہو لئے ترے در کی جبیں سائی کہاں
میں فدا میری جبیں قربان اس تقدیر پر

اللہ اللہ۔ چھاننے کو پائیں ہم طیبہ کی خاک
خاک بھی وہ خاک جسکو فوق ہی اکسیر پر

خاک ہو جائینگے در پر۔ خاکِ در کے ہیں فقیر
خاک بھی جا کر نہ ڈالینگے سرِ اکسیر پر

پائیں جنت نئے بہاریں۔ زینتیں آرائشیں
سو زر ہو ہو کر تصدق روضے کی تعمیر پر

دل کے پردے میں وہ صورت ہی کہ چھپ سکتی نہیں
ایک آئینہ لگا ہی صاف اس تصویر پر

حسن وہ یکتا کہ اک عالم کی آنکھیں حیرتی
ٹکٹکی سب کی لگی ہی ایک ہی تصویر پر

سادگی پر بھی تو ابرو قدرتی باریک ہی
اور رکھکر باڑھ کیا ہو تا ری شمشیر پر

دانہ دانہ کرکے جب قسمت بٹی کی تقسیمِ رزق
نام دیوانوں کا لکھا دانۂ زنجیر پر

خوف ہی۔ عذرِ گنہ ٹھیرے نہ بدتر از گناہ
شرم ہی تردامنی پر۔ شرمِ دامنگیر پر

المدد و فرطِ ندامت۔ دل کو پانی کر تو دے
پھیرنا ہی نامۂ اعمال کی تحریر پر

صالح و طالح۔ ٹھکانا ملگیا دونوں کو خوب
ای خوشامت ہی خوش تقدیر ہر تقدیر پر

روتے روتے بندھ گئی ہچکی دمِ عرضِ سوال
اور پھندا پڑ گیا الجھی ہوی تقریر پر

عقل ہی تو لاکھ تدبیر دل کی اک تدبیر ہی
چھوڑ بیٹھے لاکھ تدبیروں کو اک تقدیر پر

کل تو اوڑتے آئے۔ سینے میں ترازو ہو گئے
آج اوڑنے پر تلے بیٹھے ہیں تو لے تیر پر

لطف سے۔ نالوں کی خالی دی بھی تو خالی نہیں
انکو آگاہی تو ہی فریاد بے تاثیر پر

تو پرائی آنکھ کا تنکا نہ دیکھا ای خردہ بیں
گر نظر پہلے تو اپنی آنکھ کے شہتیر پر

ہر طرف قحطِ ادب کی ہی گھٹا چھائی ہوی
بھیجدو بارانِ رحمت قحطِ عالمگیر پر

گھر کو روضے سے چلوں کیونکر قدم اوٹھتا نہیں
کاٹنا ہی راہ کا۔ چلنا دمِ شمشیر پر

کل ہم آئے۔ آج حضرت صبر اب کسپر کریں
ہجر کی تعجیل پر۔ یا موت کی تاخیر پر

اللہ اللہ۔ اللہ اللہ کا ترانہ ہی عجیب
کان رکھکر سنئے سازِ دل کے بم پر زیر پر

تیر پھینکے آپ کی نیچی نگاہوں کی بلا
آپ ہی نخچیر ٹوٹے پڑتے ہیں نخچیر پر

جب کوئی آئی مصیبت۔ آئی دل کو تاکتی
جب کبھی ٹوٹی خرابی۔ ٹوٹی اس تعمیر پر

ہند سے حافظ دوبارہ چلکے آیا ہی حضور
اک نظر ہو اس گدائے بینوائے پیر پر

۲۲- ربیع الاول ۱۳۲۹ھ عرس شریف میں

تبسم نے نمک چھڑکا جو دل کے زخمِ خنداں پر
لگایا زخمِ دل نے قہقہہ ظرفِ نمکداں پر

کسیکو ناز تکیے پر۔ کسیکو ناز پر تکیہ
مجھے تکیہ ہی کسپر۔ ناز کسپر فضلِ رحمٰں پر

اوٹھینگے بھی تو مرکر ہی اوٹھینگے فضلِ رحمٰں سے
پڑے ہیں اب تو آکر آستانِ فضلِ رحمٰں پر

ابھی در سے اوٹھاتے ہو کبھی پھر یاد کر لینا
اوٹھانا تو اوٹھا کر رکھہ نہ دینا طاقِ نسیاں پر

یہ کیوں ہفت آسماں کا شامیانہ تنگ آیا ہی
یہاں ہی فضلِ رحمٰں ظلِّ رحمٰں فضلِ رحمٰں پر

دعا کو ہاتھ اوٹھانا تھا کہ بیٹھا جی گناہوں کا
پڑا بھاری تمہارا بارِ احساں اہلِ عصیاں پر

خدا آنکھیں کسیکو دے تو دے میری ہی سی آنکھیں
پڑی ہیں کس خدا بیں پر۔ خدا گو پر۔ خدا داں پر

نظر دھوکے سے پڑ جائے جو وحدت کے اجالے میں
تو دھوکا شکلِ رحمٰں کا ہو شکلِ فضلِ رحمٰں پر

شہید اوٹھکر شہادت دیں۔ خدا بیں ہو خدا شاہد
اگر حضرت نظر ڈالیں کبھی گنجِ شہیداں پر

صدا آئے۔ ہمارا جانِ جاناں فضلِ رحمٰں ہے
اگر جا کر کوئی پوچھے مزارِ جانِ جاناں پر

صفت احمد میاں کی ہے بڑی بات اور منہ چھوٹا
شرف حق نے دیا ہے آج انکو جن و انساں پر

یہ ہیں کس باپ کے بیٹے۔ ہیں کیسے باپ کے بیٹے
یہ جزئی فضل ہے احمد میاں کو فضلِ رحمٰں پر

خداوندا۔ یہ دیدے حکم تو بارانِ رحمت کو
برستا ہے رہا آکر مزارِ فضلِ رحمٰں پر

مرے احمد میاں کو۔ رحمت اللہ نعمت اللہ کر
مراد آباد میں رکھ جلوہ فرما تختِ عرفاں پر

مرے آقا مرے سرکار۔ صدقہ اپنے پیاروں کا
توجہ کی نظر ہو حافظ بے برگ و ساماں پر

مرحبا شاہ جی محمد شیر
اے خوشا شاہ جی محمد شیر

قبلہ تم اور مرغ قبلہ نما
دل مرا شاہ جی محمد شیر

سجدہ گاہِ نیاز کیشاں ہے
در ترا شاہ جی محمد شیر

ٹلتی ہے تیرا نام لینے سے
ہر بلا شاہ جی محمد شیر

نہ خدا ہیں نہ ہیں خدا سے جدا بخدا شاہ جی محمد شیر
ہیں خداوند بندگانِ خدا بخدا شاہ جی محمد شیر
راہِ دیں سے بھٹکنے والوں کو رہنما شاہ جی محمد شیر
مقتدی ہیں مرید و غیر مرید مقتدا شاہ جی محمد شیر
خُلَفَا چلتے ہیں قدم بقدم پیشوا شاہ جی محمد شیر
شاہ احمد علی کے گھر کا چراغ لاڈلا شاہ جی محمد شیر
درد حدّ دوا سے اب گذرا دو دعا شاہ جی محمد شیر
میرے دل کی ہے ناؤ طوفانی ناخدا شاہ جی محمد شیر
اور کسکا ہے بے سہاروں کو آسرا شاہ جی محمد شیر
لادوا درد لیکے آیا ہوں لادوا شاہ جی محمد شیر
نام لیوا ترا بھلے کو ہوا یہ بُرا شاہ جی محمد شیر
ہے تو آخر بُرا بھلا تیرا کر بھلا شاہ جی محمد شیر
درد خود ہی دیا مجھے۔ خود ہو تم دوا شاہ جی محمد شیر
دل مریدوں کے لے رہے ہیں مزے کھلے یا شاہ جی محمد شیر
اپنے مشتاق سے نہ کر پردہ نظر آ شاہ جی محمد شیر

پردے ہی سے دکھا دو ایک جھلک		میں فدا شاہ جی محمد شیر

تمنا یکتا ملا نہ حافظ کو
دوسرا شاہ جی محمد شیر

ردیف (ز)

کیا حسینوں سے ملا تجھکو نرالا انداز — کہ خدا کو بھی ہی پیارا ترا پیارا انداز
شب معراج تری شان کا اللہ رے عروج — بنگیا عرش بریں فرش ترا پا انداز
اپنی ہستی کو فدا کرتے ہیں تم پر کونین — کسکی ہی ایسی ادا۔ کسکا ہی ایسا انداز
کیا ادا ہی ترے انداز کی ماشاء اللہ — اللہ اللہ تری ہر ایک ادا کا انداز
سب خوش انداز ہیں جتنی ہیں ادائیں تیری — خوش ادا ہیں ترے سراپا کے سراپا انداز
دل میں چھپنے کے لیے۔ آنکھوں میں کھپنے کے لیے — تیری پلکیں۔ تیری پلکوں کا نکیلا انداز
خوبرو سیکڑوں انداز و ادا والے ہیں — نہ تمھاری سی ادا ہی نہ تمھارا انداز
قادر انداز کی چٹکی میں ہی موت اور حیات — ہی یہ ادنے روش تیر نگہ کا انداز

شرم آتی نہیں تمکو شعرا میں حافظ
شاعری کی یہ ہی کیا طرز۔ یہ ہی کیا انداز

ذرے ذرے سے ہی ظاہر ترا جلوہ ہر روز
دیکھتی رہتی ہیں آنکھیں یہ تماشا ہر روز

میرے سر پہ ہو قیامت نئی برپا ہر روز
دے تسلی نہ اگر وعدۂ فردا ہر روز

کبھی بطحا کبھی مکے کی کبھی روضے کی
دل میں ہوتی ہی تمنا نئی پیدا ہر روز

ایک لقمہ بھی ہمیں ہے غم ہو لئے میں حرام
غم سے افطار کیا کرتے ہیں روزہ ہر روز

کبھو دیدار کے مشکل سے کیا کرتے ہیں شام
یاد کر کرکے ترا وعدۂ فردا ہر روز

وفور شوق زیارت ہی شب و روز کھلا
یہی افسانہ ہی ہر شب - یہی قصہ ہر روز

ہا رہے ہیں اور یہ حسرت کہ یہاں دن کاٹوں
اور ہو کوچۂ محبوب میں میلا ہر روز

سحری کی مجھے تشویش - نہ افطار کی فکر
جسکا روزہ ہی وہ روزی مجھے دیگا ہر روز

کب سے ہیں دیکھنے کی تاک میں تیرے مشتاق
کہ کبھی دے وہ کوئی کہاں تک کرے پردہ ہر روز

آپ پر رحمت حق اور سلام و برکات
پنج وقتی ہی یہی میرا وظیفہ ہر روز

اک تصور ہے کہ ہوتی نہیں سیری جس سے
دیکھتا ہوں میں یہی ایک تماشا ہر روز

بیخودی پہ نہیں کچھ زور - کروں کیا حافظ
بس اگر ہو تو نہ ہوں آپ سے میں باہر روز

ردیف (س)

زر نہیں پاس عرب دور ہیں تنہا بیکس / کیا کرے کیا نکرے عاشقِ شیدا بیکس

بیکسی بھی ہی بڑی چیز اگر سچ پوچھو / رحم آیا اونھیں اوسپر جسے پایا بیکس

بیکسوں کی ہی اونھیں عرصۂ محشر میں تلاش / نہ ملے کاش کوئی مجھسے زیادہ بیکس

کب وہ بیدل ہی جو بیدل ہو تمھارا بیدل / کب وہ بیکس ہی جو بیکس ہو تمھارا بیکس

نے سہارے کا سہارا ہی وہ رحمت والا / بیکسوں کا ہی وہ کس میں اوسی کس کا بیکس

حشر میں نوح خبر آئے نہ اولو العزم بھی کام / ڈھونڈتے پھرتے ہیں کس کس کا سہارا بیکس

رحم کی بات جدا ہی۔ نہیں بیکس حافظ / وہ تمھارا ہی تم اوسکے ہو تو کیسا بیکس

ردیف (ش)

خدا کے پیارے۔ ہیں تیری ادائیں کیا دلکش / اداؤں والے۔ ہی تیری ادا ادا دلکش

یہاں سے پھر کہیں جانے کو جی نہیں ہوتا / سوادِ طیبہ دلاویز ہی۔ فضا دلکش

نہ کیوں ہو روح کو فرحت نہ دل کو کیوں رغبت / ہوا ہی روضے کی ایسی ہی دلکشا دلکش

ہیں شاخ شاخ میں برگ اور برگ برگ میں بار / وہ برگ و بار بھی ہیں طرفہ جانفزا دلکش

پہنچے ہیں کششِ دل جو لیگئی مجھکو / کوئی تو دل کی کشش کا سبب بھی تھا دلکش

نہ پوچھے دلِ مضطر نے کیا تماشے کیے	نظر پڑا جو وہ گنبد ہرا ہرا دلکش

نظارے کے تو مزے کیا بتائیں ای حافظ
ہمارا شوقِ نظارہ ہی تھا بڑا دلکش

ردیف (ص)

میں ہوں اک بندۂ خالص مری نیت خالص	اپنے معبود کی کرتا ہوں عبادت خالص
سچ ہی جس دل میں محبت نہیں ایمان نہیں	دل ہو خالص نہ تو ہو دل میں محبت خالص
نقدِ دل جب ہو خالص تو وہ دل قلب ہی نقد	جب ہو دل بے غل و غش تب ہو عبادت خالص
معتقد فقہ کا پورا ہو - مقلد پکا	کہتے ہیں ایسی عقیدت کو عقیدت خالص
ہونا ہی سے اگر محفلِ میلاد برپی	کہتے ہیں اہلِ خلوص اوسکو عبادت خالص
کیوں بجا لائے نہ دربار کے آداب و قیام	دل میں سلطانِ رُسُل کی ہو جو عظمت خالص

ماسوی اللہ سے حافظ کو چھڑا دو مولی
ماسوی اللہ سے ہی آپ کی خلوت خالص

ردیف (ض)

کیوں ڈھونڈتے پھریں کہیں اپنی دوا مریض — کوچے کو تیرے سمجھے ہیں دار الشفا مریض

اچھا نہ عمر بھر ہو الٰہی ترا مریض — اچھا وہی ہی جو ہی ترے درد کا مریض

آؤ سرھانے آکے دکھا دو جمالِ پاک — دم توڑتا ہی تشنگیٔ دید کا مریض

حالت بگڑ رہی ہی مسیحا سنبھال دے — آجا کہ لے رہا ہی سنبھالا ترا مریض

آنکھوں میں دم ہی دعوتِ دیدار کیجیے — کیا لیکے چاٹے درد میں ناحق دوا مریض

سب فرد درد کہتے ہیں وہ درد جان ہی — ایسا نہ ہو کہ درد سے پائے شفا مریض

صرفہ نہ ہو تو شربتِ دیدار دیجیے — کیا لیکے چاٹے درد میں ناحق دوا مریض

اچھا ہی بات چیت سے بہلیگا کچھ تو جی — ہیں چند اطبیب کہوں ہم خوشا مریض

ہاں لیجیے خبر کہ یہ کہتے ہیں چارہ ساز — لو اب چلا مریض یہ لو اب چلا مریض

اچھا ہوا کہ مرتے ہی جینوں میں پڑ گیا — جیتے جی اپنے جینے سے بیزار تھا مریض

مرجانے کی ہی جا کہ انھیں پوچھنا پڑے — جیتا رہا کہ جان سے جاتا رہا مریض

سچ ہی کہ جھوٹھ آج سنی ہی خبر کچھ اور
حافظ مریض تھا مگر ایسا نہ تھا مریض

ردیف (ط)

کرلو پیدا مصطفےٰ سے ربط ضبط | خود بخود ہوگا خدا سے ربط ضبط
دردِ دل کی تم دوا ہو یا نبی | درد دل کی ہو دوا سے ربط ضبط
آہ نے تاثیریوں کو کیوں ہوا | میری آہِ نارسا سے ربط ضبط
یہ دعا مانگوں کہ جب مانگوں دعا | تو اثر کو ہو دعا سے ربط ضبط
دل نے بیت اللہ کا پایا لقب | کرکے محبوبِ خدا سے ربط ضبط
عمرِ باقی خود گلے ملنے کو آئے | ہو جو اربابِ فنا سے ربط ضبط
مشکلوں کے عقدے حل ہو جائیں آپ | ہو اگر مشکلکشا سے ربط ضبط

پوچھیے حافظ کسی عارف سے آپ
آشنا کا آشنا سے ربط ضبط

ردیف (ظ)

سلامت وہ روضے کے دربان حافظ | ہمارے ہیں سب جان پہچان حافظ
بڑی رحمتیں تھیں۔ بڑی نعمتیں تھیں | بڑے میزباں کے تھے مہمان حافظ
وہ نقش و نگار اور وہ سبز گنبد | نہیں بھولتا روضہ اک آن حافظ
عرب سے لے آیا ہوں سب دل میں سہکر | وہ کانٹے۔ وہ صحرا۔ وہ میدان حافظ

مدینے سے جانے کا جب حکم پایا
تو جاتے رہے میرے اوسان حافظ

اوٹھوں اور اوٹھکر چلوں گھر کی جانب
بدن میں نہ تھی اس قدر جان حافظ

وہیں رہتے بستے - وہیں جیتے مرتے
ہوے آگے ناحق پشیمان حافظ

فدا کردوں اون پر جو ہوں لاکھ جانیں
مگر مجھ میں آدھی نہیں جان حافظ

نبی کے کہے پر خدا کے لیے چل
کہا مان حافظ - کہا مان حافظ

کیا حفظ دنیا میں قرآن ہم نے
ہمارا ہی محشر میں قرآن حافظ

وہی ہم - وہی حج - وہی ہی زیارت
اگر بن پڑا ابکے سامان حافظ

ردیف (ع)

ہم ہیں اور آپ کے روضے کی زیارت کی طمع
اور نہ ہوگا کوئی - ہو گی جسے جنت کی طمع

تیرے دیدار کے بھوکے ہیں ترے در کے گدا
اسی دولت کی ہوس ہی - اسی دولت کی طمع

تیرے بازار میں سب تیرے ہی سودائی ہیں
ہیں محبت کے خریدار - محبت کی طمع

دل کو مطلوب ہی بس ایک ترا وجہ وجیہ
نہ معیشت کی طلب ہی نہ وجاہت کی طمع

ہی غرض تجھسے کہ ہی عزت و ذلت ترے ہاتھ
ہمکو ذلت ہی کی پروا ہی نہ عزت کی طمع

ناخوشی سے تری ناخوش ہوں نہ خوشی سے خوش ہوں
نہ جہنم سے ہوں ناخوش نہ ہی جنت کی طمع

اپنے ممدوح کا ہوں مدح سرا ای حافظ
نہ صلے کی ہی نہ انعام نہ خلعت کی طمع

ردیف (غ)

دل نے عشقِ بنی میں کھائے داغ
دیکھنے والوں سے چھپائے داغ

تھی شبِ گور تیرہ و تاریک
اوس اندھیرے میں کام آئے داغ

کیا نوشتے ہیں یہ بھی قسمت کے
نہیں مٹتے مرے مٹائے داغ

دل سلامت رہے کہ اوسکے طفیل
کس مزے سے چھپا کے کھائے داغ

داغ سب ہیں دل و جگر کے لیے
دل جگر دونوں ہیں پرائے داغ

داغ سے ننگ پر نہ آئے حرف
حرف سے ننگ پر نہ آئے داغ

سر ہو تو سر میں سجدے کا سودا
سجدہ پیشانی کو لگائے داغ

اور آہستہ سجدہ ای زاہد
دیکھ سجدوں کا سٹ نہ جائے داغ

عشق کے گھر تھی دعوت ای حافظ
خوب چن چن کے ہمنے کھائے داغ

ردیف (ف)

مصطفیٰ پر پڑھو درودِ شریف
نام سُنکر پڑھو درودِ شریف

رحمت آتی ہی۔ رحمت آتی ہی
ہاں برابر پڑھو درودِ شریف

بیٹھے بیٹھے نبی کی یاد کرو
اوٹھو اوٹھکر پڑھو درودِ شریف

زندگی کا جو لطف اوٹھانا ہی
زندگی بھر پڑھو درودِ شریف

اس سے ہوجاتی ہی دعا مقبول
ہاتھ اوٹھاکر پڑھو درودِ شریف

ہی اگر مصطفیٰ سے دل کو لگاو
دل لگاکر پڑھو درودِ شریف

کلمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ
اسکو پڑھکر پڑھو درودِ شریف

دل کے آئینے کی جو چاہو جِلا
دل سے اکثر پڑھو درودِ شریف

خواب میں دیکھو رات بھر دیدار
روز دن بھر پڑھو درودِ شریف

تمکو اکثر وہ یاد کرتے ہیں
تم بھی اکثر پڑھو درودِ شریف

حق نے صلوٰا علیہ فرمایا
ہاں نبی پر پڑھو درودِ شریف

پھر لیا نام پاک حافظ نے
پھر مکرر پڑھو درودِ شریف

ردیف (ق)

الفراق ای طیبہ کی خاک الفراق
الفراق ای روضۂ پاک الفراق

کیا مسرّت خیز تھے دن کیا ہوے
کیسی راتیں تھیں طربناک الفراق

آج کل میں حکم رخصت ہو نہ جاے
دل میں ہی بیٹھی ہوئی دھاک الفراق

الوداع ای فقر کے فخر الوداع
الفراق ای شاہِ لولاک الفراق

جاے یہ خستہ پھٹے حالوں کہاں
دل دو پارہ سینہ صد چاک الفراق

اب رہا کیا ہی جسے لیکر چلوں
جان آدھی وہ بھی غمناک الفراق

ہند تک جیتا پہنچنا ہی محال
ہچکیوں کی ہی لگی ڈاک الفراق

خاک پھانکوں پھر میں جاکر ہند میں
منہ میں فرقت کے پڑے خاک الفراق

جنگلوں میں کسکا دیوانہ پھرے
پہنے عریانی کی پوشاک الفراق

کیوں فراق آکر پڑا میرے گلے
ہی بڑا بیدرد سفّاک الفراق

ہوگئی مرنے سے بدتر زندگی
زہر ہی حافظ کو تریاک الفراق

ردیف (ک)

ای طالب رب راہ میں دم لے نہ عرب تک
پھر فاصلہ تھوڑا ہی سا رہ جائیگا رب تک

برسوں ہوے طیبہ میں بُلایا نہیں اب تک
اب تک تو کیا صبر - مگر صبر بھی کب تک

روزی مری تقدیر کی - یا گور کی مٹی
کوئی تو مجھے کھینچ کے لیجاے عرب تک

کُتّے ہیں جو دنیا کے - وہ ہیں دور ادب سے
کیا بے ادبوں کو ہو پہنچ پاس ادب تک

بے پردہ ہو دیدار میسّر - یہ کہاں مُنھ
پہنچی نہ جھلک دیدۂ دیدار طلب تک

تھا ہجر مقدر میں تو موت آگئی ہوتی
یہ موت سے بدتر ہے کہ جیتا ہوں میں اب تک

آنکھوں میں ہو دم سامنے آنکھوں کے ہو روضہ
اک دم رہے دو دم رہے جب تک رہے تب تک

کب تک رہے دل میں - ترے دیدار کی حسرت
حسرت ہے کہ کب تک مرے لب پر رہے کب تک

کہتا ہوں تمنّا تو کبھی بھی نہیں جاتی
پھر دل میں پلٹ جاتی ہے آکے وہ لب تک

میں خاک نشیں آپ کا اُنچا سا وہ دامن
پہنچیگا کبھی آپ مرے دستِ طلب تک

اتنا ہی بہت ہے کہ ترا غمزدہ خستہ
مرکر بھی پہنچ جاے تری بزم طرب تک

مر مر کے بڑھاپے میں کٹی گور کی منزل
ہم صبح سے دن بھر چلے - پہنچے کہیں شب تک

تفریق رسولوں میں کرے کوئی تو کیونکر
تیرا ہی تو اک نور ہے پہنچا ہے جو سب تک

یارب ہے مقدر میں اگر پھر بھی نہ زیارت
پہنچا دے مدینے میں مجھے اگلے رجب تک

حافظ کو ہے ارمان بس اک حکم طلب کا

جیتا رہے اللہ کرے حکم طلب تک

ردیف (دل)

ناکامئِ وصال ہی کے کام آئے دل
اک روز مرتے مرتے کہیں مر بھی جائے دل

دل ہی وبال جی کے لیے۔ جی بلائے دل
جی دل سے جلد جائے کہیں۔ جی سے جائے دل

جینے کا لطف کیا ہو۔ جو ہولے کے ہجر میں
دل ہائے ہائے جی کہے۔ جی ہائے ہائے دل

دل مجھسے لے لیا۔ مرے سینے میں گھر کیا
دل اب کہاں ہی۔ مالکِ دل ہی بجائے دل

دل پر جو گزری۔ گزری۔ نہو جائے راز فاش
کمبخت لب نہ سُن لیں کہیں ماجرائے دل

ہی درد جب سے دل میں۔ دل ایسا عزیز ہی
سینے سے پھر رہا ہوں لگائے لگائے دل

محفوظ چشم بد سے رہیں دونوں ای خدا
دل آشنائے درد ہی۔ درد آشنائے دل

لاکھوں کے دل فریفتہ ہیں بات بات پر
باتیں ہی دلفریب ہیں۔ کیوں آنجائے دل

آیا اُتر کے فیضِ قبول آسمان سے
لب تک کبھی چھلکے جا نہیں سکتی دعائے دل

دل جسکے پاس ہو وہ کہے دل کا مدعا
دل ہی نہیں تو خاک کہوں مدعائے دل

دل کی یہ تنگی اور یہ کچھ وحشتوں کا جوش
گھبرا کے بھی نکل نہ گیا مدعائے دل

تو آپ خالق آپ ہی چاہے۔ خطا معاف
آخر بشر بشر ہی تو ہی کیوں نہ آئے دل

جو چاہتا ہو یہ کہ خدا سے لگائے لو | وہ پیشتر حبیبِ خدا سے لگائے دل
میرا یہ مدعا ہے کہ نکلے نہ مدعا | تم مدعا کی جان ہو تم مدعائے دل

اس سے مزہ بھی دل کو ملیگا بقدرِ درد
حافظ غزل نہیں ہے یہ ہے ماجرائے دل

ابھی پکّے بھی نہ تھے گلشنِ ایجاد میں پھل | کہ پڑے بادِ خزاں سے بُری افتاد میں پھل
طرح پھل کی ہے تو ہوں پھل کی طرح شعر لذیذ | خار بن بن کے چُبھیں دیدۂ حُسّاد میں پھل
پھول کس رنگ کے کس ڈھنگ کے کس بو کے نہیں | نہیں کس ذائقہ کے گلشنِ ایجاد میں پھل
ذائقہ بعد ہے۔ آگاہ ہے پہلے سے مشام | پھل کی نکہت ہے کفِ نکہتِ برباد میں پھل
کیا کہوں لذّتِ بیداد کو بیدردوں سے | کوئی لذّت تو ہے بیداد میں۔ بیداد میں پھل
پہلے پھل کھانے سے ہو بابِ ارم بابِ عدم | تھا ازل سے یہ لکھا قسمتِ شدّاد میں پھل
پہلے ہی تخمِ عمل سوچ سمجھ کر بوئے | آدمی کو یہ ہے محفوظ اگر یاد میں پھل
صبر کر۔ برگ سے غنچے سے ہیں۔ تو غنچوں سے ہیں گل | وہی غنچے۔ وہی گل ہیں کبھی میعاد میں پھل
پھول سینے میں پڑا زخم کے انگور بھی ہوں | ڈھونڈنے آئینگے وہ گلشنِ برباد میں پھل
جب ملی لذّتِ کلفت۔ ہوئی لذّت کلفت | آبلوں سے بھی ہیں ہر کفِ آزاد میں پھل
چیر کر سینہ مرا سیر تو دیکھے کوئی | داغ پھول۔ آبلے باغِ دلِ ناشاد میں پھل

وہ ادا کی ہی چھری اور چھری کی یہ ادا
دستۂ چوب میں یا دستۂ فولاد میں پھل

تم وہ ہو صاحبِ اعجاز۔ اگر کہدو ذرا
سَروِ میں آئیں ابھی پھول۔ تو شمشاد میں پھل

ہمنے کانوں سے سنا ہی یہی قولِ عارف
ہمنے آنکھوں سے لگے دیکھے ہیں شمشاد میں پھل

لکھی فرمایشِ عارف سے غزل حافظ نے
کیا عجب ہی کہ مزیدار ملیں داد میں پھل

ردیف (م)

مرے غوث ہیں آپ یا غوثِ اعظم
ہی سچّا لقب آپ کا غوثِ اعظم

بُرا یا بھلا۔ ہوں ترا۔ غوثِ اعظم
بُرے کو بنا دے بھلا غوثِ اعظم

مریدوں کی فریاد کا سننے والا
مرا غوثِ اعظم مرا غوثِ اعظم

بلا میں پھنسا ہوں۔ غموں میں گھرا ہوں
چُھڑا غوثِ اعظم۔ بچا غوثِ اعظم

بلائیں ٹلی ہیں۔ مرادیں ملی ہیں
پکارا ہی جب کہکے یا غوثِ اعظم

روا کیجیے حاجتیں میرے دل کی
کہ ہیں آپ حاجت روا غوثِ اعظم

غنی ہیں گدا تیرے در کے غنی ہیں
غنی تیرے در کے گدا غوثِ اعظم

ترا مبتلا مجھکو کہتی ہی دنیا
نہ دنیا میں ہوں مبتلا۔ غوثِ اعظم

بُرے کا بھلا ہی تمہارے ہی در سے
بھلے کو بُرا ہوں ہیں یا غوثِ اعظم

یہ ہمسے لگے لپٹے خاک او فتادے
وہ نیچا سا دامن ترا غوثِ اعظم

ہوائے عراق اپنے گھر بیٹھے کھائی
ترے سینہ چاکوں نے یا غوثِ اعظم

وہ میں ہوں کہ ناکام ہو کر بھی خوش ہوں
ہی ناکام کے کام کا غوثِ اعظم

نکمّا سہی میں مگر تم جو چاہو
نکمّا بنے کام کا۔ غوثِ اعظم

مزہ ہمکو فریاد کا پڑ گیا ہی
ترا نام جب سے سنا غوثِ اعظم

ندامت سے دم ہو جو حافظ کے لب پر
وہ یا غوث اعظم ہو یا غوثِ اعظم

ردیف (ن)

لوگ کہتے ہیں تمنّا موت کی اچھی نہیں
کیا کروں ہجر نبی میں زندگی اچھی نہیں

وہ دوا ہر درد کی وہ کس پر اک بیکس کے ہیں
اب شکایت تمہارے درِ بیکسی اچھی نہیں

خنجرِ ہجرِ نبی اب دل کے زخموں کو نہ چھیڑ
ہنستے ہنستے رو دیں ایسی گدگدی اچھی نہیں

اب تو ایسا پڑ گیا ہی دردِ مولے کا مزہ
دل کی حالت ہو اگر اچھی بھلی اچھی نہیں

ہی وہ ناکس جو نہ سمجھے آپ کو بیکس نواز
بیکسی اچھی ہی پھر بھی۔ ناکسی اچھی نہیں

وہ نگاہِ رحم کو تکلیف دیں میرے لیے
میں کہوں کس منہ سے۔ میری بیکسی اچھی نہیں

مُنہ سے جو مانگو وہ پاؤ۔ رد نہیں ہوتا سوال
ہاں نہیں یہ ورد۔ جہاں ہو ہاں ہی اچھی نہیں

مژدۂ اَلصَّالِحُونَ لِی سنا۔ صبر آگیا
ہو برائی میری بہتر۔ بہتری اچھی نہیں

طالبِ دنیا کو ہو گی مہنگی سستی سے غرض
طالبِ دین کو تو دنیا مفت بھی اچھی نہیں

ہجرِ طیبہ میں ہی باقی خاک سر پہ ڈالنا
سرزمینِ ہند۔ تیری خاک بھی اچھی نہیں

باریابی کی سنوں کب تک میں خبریں خارجی
دل کی حالت اے امیدِ داخلی اچھی نہیں

روزہ داروں سے ذرا اُسکی فضیلت پوچھیے
کون کہتا ہے کہ نیت رات کی اچھی نہیں

روتے ہیں ہجرِ نبی میں۔ روتے روتے مر نجائیں
ہنسنے والو۔ رونے والوں سے ہنسی اچھی نہیں

یاد آجاتے ہیں روضے کے وہ شمسے قمقمے
ہجر کی شب۔ گو کہ ہو تاروں بھری اچھی نہیں

جان دینا ہی خدا کو۔ دل نبی کو دے چکے
جانے والی جان سے دلبستگی اچھی نہیں

دین اچھا۔ دین کی ہر بات اچھی۔ کوئی ہو
کوئی بھی دنیا کی بات اچھی بُری اچھی نہیں

آپ اور آئیں مری بگڑی بنانے کے لیے
ان حسابوں میری کوئی بہتری اچھی نہیں

روضہ اچھا۔ زائر اچھے۔ اچھی راتیں اچھے دن
سب کچھ اچھا۔ ایک رخصت کی گھڑی اچھی نہیں

ماسوا سے دل کو خالی کر خدا کے واسطے
خلوت اچھی۔ وحدت اچھی ہے۔ دوئی اچھی نہیں

لو سُنا دی داورِ محشر نے مجھکو فردِ جرم
المدد۔ روداد میری مسل کی اچھی نہیں

زندگی کیسی - مرنے کی تو اچھی موت بھی
موت کیسی - زندگی بھی ہند کی اچھی نہیں

کوئی رضے میں خبر کر دو خدا کے واسطے
آج حالت حافظِ بیمار کی اچھی نہیں

پیشتر مرنے سے مر جا - زندگی اچھی نہیں
جیتے جی ترکِ خودی کر - خودکشی اچھی نہیں

بیسوا ہے زالِ دنیا ہے دنی - اچھی نہیں
کون کہتا ہے کہ اچھی ہے اجی اچھی نہیں

ہاں یہ ڈر ہے بیٹھے جاتے ہیں آ جائے خودی
تو کچھ اپنی ذات سے اے بیخودی اچھی نہیں

ہو گیا سینہ اگر جل جل کے خاکستر تو کیا
آگ دل کی زیرِ خاکستر دبی اچھی نہیں

آپ سے جاؤں - تو سب کہتے ہیں دیوانہ مجھے
آپ میں آؤں - تو سنتا ہوں خودی اچھی نہیں

موم بہتر سنگ سے ہے - صلح بہتر جنگ سے
آشتی اچھی - طبیعت آتشی اچھی نہیں

درد و کلفت کی یہ ساتھی - رنج و غم کی یہ شریک
ناکسی میری جو سمجھوں بےکسی اچھی نہیں

حسرت اچھی ہے - نکل جائے جو پہلے جان سے
جان اچھی ہے - مگر حسرت بھری اچھی نہیں

آندھیاں آہوں کی ہیں سینے میں اب اڑتی ہے خاک
سرزمینِ کشتِ دل خاک بھی تو اچھی نہیں

دیکھ - کوئی دیکھ لیگا تاڑ جائیگا کوئی
شوقِ دیدار - اس طرف کو ٹکٹکی اچھی نہیں

ہنسنے والے ہنس رہے ہیں - رو رہا ہے دل مرا
دل لگی اچھی سہی دل کی لگی اچھی نہیں

دوستوں کے دشمنوں سے دوستی - ہے دشمنی
دشمنوں کے دوستوں سے دوستی - اچھی نہیں

اب کہاں وہ دن کہ تھی دل کی لگی اک دل لگی | اول اول تھی وہی اچھی - وہی اچھی نہیں

دونوں ہیں ناچیز حافظ اور حافظ کی غزل
طرح کا شکوہ غلط ہی - فکر ہی اچھی نہیں

موت بہتر زندگی سے - زندگی اچھی نہیں
موت یہ ہی - آرزو کہ موت بھی اچھی نہیں

دل لگانے والوں سے یہ دل لگی اچھی نہیں
بیدلوں سے کہہ رہے ہو بیدلی اچھی نہیں

پوچھنے آئے ہیں وہ سنکر مری حالت بُری
اب میں کس منھ سے کہوں حالت مری اچھی نہیں

ہو نگے ویسے ہی فرشتے جیسی مہجوروں کی روح
موت کا کیا پوچھنا جب زندگی اچھی نہیں

سر کو دھنتی ہی کھڑی - میرے سرہانے بیکسی
یاس روتی ہی کہ حالت ہی بُری - اچھی نہیں

کیا کریں ظاہر کو لیکر - ہو اگر باطن بُرا
صورت اچھی ہو نہ ہو - سیرت بُری اچھی نہیں

عرض کی - حالت بُری ہی دل کی - فرمایا کہ ہاں
کہتے ہیں - جب پوچھیے ہوگی کبھی اچھی نہیں

ہو بُرا یا ہو بھلا - سب سے بھلائی ہی بھلی
نیک و بد سے نیکی اچھی ہی - بدی اچھی نہیں

ضعف سے بند اب زبانِ قال کا ہی ناطقہ
ای زبانِ حال - تیری خامشی اچھی نہیں

خیر گزری ہو - کبوتر پر - عریضے پر - مرے
جو خبر سنتا ہوں میں اُڑتی ہوی - اچھی نہیں

بندہ بیچارہ کو - کیا چارہ ہی - جز بندگی
بندگی اچھی - مگر بیچارگی اچھی نہیں

قدردانی قدر دانوں کی - جو مجھکو داد دیں

ورنہ اے حافظ غزل تو واقعی اچھی نہیں

دل لگانیکی بری ہے دل لگی - اچھی نہیں
زندگی بھر جو رلائے وہ ہنسی اچھی نہیں

یا مری تدبیر کی ترتیب ہی اچھی نہیں
یا کوئی تدبیر ہی تقدیر کی اچھی نہیں

ہیں نکمے - میرے دل کے آبلے - سینے کے داغ
یہ وہ پھلواری ہے - جو پھولی پھلی - اچھی نہیں

میہمان آیا خیال انکا - میں ٹھہراؤں کہاں
ٹوٹے پھوٹے دل کے شیشے میں پری اچھی نہیں

آگے ہوتی تھی کبھی اچھی - کبھی حالت بری
اب تو مجھمیں کوئی بھی حالت - بری اچھی نہیں

دیکھنے والے - کہاں سے دیکھنے کی لائیں تاب
پردہ اچھا ہے ترا - بے پردگی اچھی نہیں

اچھی صورت والے ہیں اس اچھی صورت پر فدا
مر رہا ہوں ہجر میں - صورت مری اچھی نہیں

بے تکلف ہیں - زری لیکر کہاں اوڑھیں بچھائیں
کملی اچھی ہے فقیروں کو - زری اچھی نہیں

ہو تجلی جلوہ فرما - دل کی یہ قسمت کہاں
ورد ہی کی ہو چمک ظلمت نری اچھی نہیں

دل وہی اچھا رہا - جس دل کی نکلی آرزو
آرزو - جو دل کی دل میں رہ گئی - اچھی نہیں

وہ نگہ - جو تیر سی دل پر پڑی تھی - خوب تھی
وہ نظر - جو تم نے دل سے پھیر لی - اچھی نہیں

بار تڑپ لینے دے - یا کرنے دے ضبط درد دل
یہ زبردستی تو اے بیطاقتی - اچھی نہیں

ایک دن میں چار غزلیں مر کے اے حافظ لکھیں
چاروں میں سچ پوچھیے تو ایک بھی اچھی نہیں

پاؤں جاتے ہوئے تھک جائیں تو پروا ہی نہیں
کہ پہنچکر تو مدینے سے پھر آنا ہی نہیں

ہائے وہ تاروں بھری ہجرِ نبی کی راتیں
ایک تارا مری تقدیر کا چمکا ہی نہیں

ان کے بگڑے سے مری جان پر آبنتی ہی
حضرتِ دل کا تو کچھ بنتا بگڑتا ہی نہیں

سر کی آنکھوں نے خدا جانے خطا کیا کی ہی
دل کی آنکھوں سے تو سرکار کو پردہ ہی نہیں

سجدۂ شکر سے میں سر نہ اوٹھاؤں تو بجا
ماسوی اللہ کے آگے کبھی جھکتا ہی نہیں

فاصلہ طیبہ کا دیکھا تو یہ بولی وحشت
کہ مرے سامنے یہ تو کوئی پلا ہی نہیں

تمکو اللہ دکھاتا ہی خود اپنا دیدار
اَرِنی کہکے سنیں حضرتِ موسیٰ سے ہی نہیں

دیکھنے والے کا صدقہ ہی یہ ماشاء اللہ
جان پہچان ہو اوہ جسے دیکھا ہی نہیں

میں ہوا انجمن میں فنا جب۔ تو پکاری وحدت
اب من و تو ہی نہیں۔ اپنا پرایا ہی نہیں

دل میں آتا ہی تو آنکھوں میں ٹھہر کر آؤ
اس سے بہتر کوئی منزل۔ کوئی رستا ہی نہیں

موت لیجائے عرب کو۔ یہ ہی تقدیر کے ہاتھ
زندگی کہتی ہی۔ میرا تو بھروسا ہی نہیں

اب میں کیا کھا کے جیونگا۔ یہ بتا ای غمِ شاہ
بوند بھر خون تو دل میں کہ مرے چھوڑا ہی نہیں

منتظر خواب میں آنے کا کسی نے تو کیا
ورنہ حافظ نے کوئی خواب تو دیکھا ہی نہیں

آپکے در کے سوا میرا ٹھکانا ہی نہیں
کوئی ملجا۔ کوئی منجا۔ کوئی ماوا ہی نہیں

جبہ سائی کرو کتنی ہی کہیں سر رگڑو — جو نوشتہ ہی مقدر کا وہ مٹتا ہی نہیں
کوئی سالک کوئی مجذوب ہی۔ میں ہوں ناچیز — کوئی ایسا کوئی ویسا ہی میں کیسا ہی نہیں
وہ چھپے مجھسے۔ مرے دل میں تصور اُنکا — چھپکے بیٹھا ہی کچھ ایسا کہ نکلتا ہی نہیں
پاؤں نے ایسی پکڑلی ترے کوچے کی زمیں — لاکھ اوٹھوں۔ لاکھ اوٹھاؤں قدم اوٹھتا ہی نہیں
عقل پر پردہ غفلت یہ پڑا ہی بھاری — بیٹھتے اوٹھتے کسی وقت یہ اوٹھتا ہی نہیں
مرگ طیبہ کی توقع نے لگا رکھا ہی — اور کوئی مرے جینے کا سہارا ہی نہیں
مر رہا جا کے وہیں۔ پھر کے نہ آیا جو گیا — عدم آباد کا کچھ حال تو کھلتا ہی نہیں
لیچل ای وحشت دل۔ اب تو مدینے کی طرف — دشت ہو یا ہو چمن جی کہیں لگتا ہی نہیں
ای خدا تیرے حوالے ہی مرا طفل سرشک — یہ وہ بچہ ہی۔ جو گھر سے کبھی نکلا ہی نہیں
عرش کا نور یہ ہی۔ نور کا پتلا یہ ہی — جسکو کہتے ہیں بشر۔ خاک کا پتلا ہی نہیں
مرنے والے ترے۔ بے موت ہی مرجاتے ہیں — موت کے واسطے جیتا کوئی بچتا ہی نہیں
ایک ہی نام ہیں محبوب و محب کے کتنے — حل کوئی کردے اسے۔ یہ وہ معمّا ہی نہیں
دل سے نکلیگی اگر آہ۔ تو جائیگی کہاں — راستا اسنے مدینے کا تو دیکھا ہی نہیں
ضعف میں فیض ہی کچھ درد کی بیتابی کا — ورنہ میں اپنے ارادے سے تڑپتا ہی نہیں
ہی کچھ فکر نہیں مجھکو تمھارے ہوتے — میں وہ بندہ نہیں جسکا کوئی مولے ہی نہیں

دھوم سنتے تھے کہ جنت میں ہیں سب نقش و نگار
تیرے کوچے کا تو اس میں کوئی نقشا ہی نہیں

گنبدِ خضرِ گردوں کو میں کیا دوے ٹکول
سامنے روضے کا جب قبۂ خضرا ہی نہیں

یاد آتا نہیں بھولے سے بھی ہمکو وہ کبھی
بھولنے والوں کو جو دل سے بھلاتا ہی نہیں

ہاتھ آیا ہی مجھے دامنِ رحمت کسکا
اپنے جامے میں خوشی سے میں سماتا ہی نہیں

اگلے پچھلوں کا تمھیں علم دیا ہی حق نے
کچھ پس و پیش نہیں۔ کچھ مجھے شبہا ہی نہیں

اپنی صورت سے وہ شرما گئے اللہ اللہ
آئینے نے یہ تماشا کبھی دیکھا ہی نہیں

طور پر حضرتِ موسے نے تو کیا کچھ دیکھا
ہمکو سرمے کے سوا کچھ نظر آیا ہی نہیں

اک نگہ پر تری۔ موقوف ہی مرنا جینا
کوئی جیتا ہی نہیں خود کوئی مرتا ہی نہیں

صبحِ مولد شبِ معراج میں۔ یا وقتِ وفات
مغفرت عاصیوں کی آپنے کب چاہی نہیں

دل میں مولے کی تمنا ہے۔ جب تک دل ہی
اور کوئی دلِ حافظ میں تمنا ہی نہیں

مرضِ عشق کا جز مرگ مداوا ہی نہیں
اس سے بہتر مرے حق میں کوئی نسخا ہی نہیں

کچھ تمنا ہو تو جینے کی تمنا بھی کروں
کیا کروں جیکے۔ مجھے کوئی تمنا ہی نہیں

کو جو۔ یا چھڑکو نمک۔ زخمِ جگر کی ہی یہ خو
کچھ یہ پھوٹے ہوئے منھ سے کبھی کہتا ہی نہیں

وہ تسلی کو اگر ہاتھ بھی رکھیں تو کہاں
دل تو سینے میں ہمارے کبھی ہوتا ہی نہیں

ایک میں ہوں کہ نہیں چین کسی کروٹ پر
ایک میرا ہی مقدر کہ پلٹتا ہی نہیں

صبر بیدرد تڑپنے نہیں دیتا دل کو
ایک چھاتی کا یہ پتھر ہی کہ ٹلتا ہی نہیں

کہیے کیسا ہی مرا آئینہ خانہ دل کا
اپنی تصویر نہ بن جاؤ کہ گویا ہی نہیں

میرے گھر کیا ہی میں بیجان پڑا ہوں تنہا
اور گھر جا کے اجل دیکھ ہی میں جیتا ہی نہیں

کوئی پوچھے بھی۔ تو کہتے نہ بن آئے۔ صد شکر
کہ مری بات کا کوئی پوچھنے والا ہی نہیں

شوق سے آج چلی جائے۔ جو کل جاتی ہو
مجھکو جینا ہی نہیں۔ جان کی پروا ہی نہیں

سینہ سنسان ہی۔ دل ہی نہ جگر پہلو میں
ایسا اُجڑا ہی کہ گویا کبھی کچھ تھا ہی نہیں

ای فلک۔ اسکو ذرا دل میں جگہ دیدینا
یہ وہ نالہ ہی کہ دل سے کبھی نکلا ہی نہیں

اشک آنکھوں میں پلا۔ عمر بھر آنکھوں میں بڑھا
گر نجائے کہ یہ گر کر کبھی اوٹھتا ہی نہیں

عشق بدنام کریگا۔ یہ خبر تھی کسکو
جانتا ہیں تو کبھی نام تو لیتا ہی نہیں

دل میں ہی سوز۔ جگر میں ہی قلق۔ سینے میں درد
اور تو کچھ مرے اشکوں سے ٹپکتا ہی نہیں

میرے ہی کام نے دنیا میں یہ پایا ہی شرف
بنکے بگڑے تو بگڑ کر کبھی بنتا ہی نہیں

دل کو گڑھنے کی تو خو ہو گئی گڑھتے گڑھتے
اب ہو یہ کیسی ہی اذیت۔ مجھے ایذا ہی نہیں

چٹکیاں لینی ہی ای درد۔ تو لے تھم تھم کر
دل ہی یہ دل ہی۔ نرا گوشت کا ٹکڑا ہی نہیں

جان باقی ہی نہ دل میں نہ جگر میں دم ہی
زندگی کا کوئی پہلو نظر آتا ہی نہیں

آفریں اے تپشِ دل - مجھے تڑپا ہی دیا
ضعف کا زور ترے سامنے چلتا ہی نہیں

ہے عبث اُنکے نہ آنے کا گلہ اے حافظ
تو تو کمبخت کبھی آپ میں ہوتا ہی نہیں

عرسِ شریف ۲۲ ربیع الاول ۱۳۲۳ھ کے موقع پر

فضلِ رحمٰن ظلِّ حق - ابرِ کرم احمد میاں
مجھکو کیا غم ہے - مرے سر پر ہے دوہرا سایہ باں

فضلِ رحمٰن چہار ہا ہے نامِ احمد کے طفیل
نامِ احمد فضلِ رحمٰن سے ہوا وردِ زباں

میرا پایہ ہے بڑا - میرا وسیلہ ہے بڑا
فضلِ رحمٰن کیوں نہ ہو - ہے پائے احمد درمیاں

دامنِ محشر میں جو عاصی سما سکتے نہیں
دامنِ رحمت میں ہیں وہ فضلِ رحمٰن کے نہاں

بن گئی بادِ مراد آباد انفاسِ مسیح
ہے یہاں کی سرزمیں گویا چہارم آسماں

ہے یہاں کا ذرہ ذرہ محوِ نورِ ذات میں
ایک ہی عالم یہاں ہے از مکاں تا لامکاں

پاؤں کے لے لوں قدم - یا چوم لوں قدموں کے پاؤں
میں کہاں گنجِ مراد آباد کی گلیاں کہاں

خاندانِ احمدی کو رحمت و نعمت ملی
رحمت اللہ نعمت اللہ - دو قمر - دونو جواں

میرے مولا میرے آقا - دونوں پیاروں کے طفیل
ڈوبتا ہوں - مجھکو کردو بحرِ غم سے برکراں

لب پہ دردِ دل ادا کرنے کی کیوں تکلیف دو
سب ہے تم پر آشکارا - آشکارا و نہاں

ہاں ذرا تکلیفِ جنبش دو لبِ جاں بخش کو
موت کا ڈر - قرض کا غم - دردِ دل - فکرِ معاش
اللہ مولے - مرا پردہ ہوا جاتا ہی فاش
کیسے در کا - کسکے گھر کا - لے ہمارا خانہ زاد
چند روزہ زندگی - کردو ٹھکانے سے بسر

گھٹ رہا ہی دم سسکتا ہی پڑا یہ نیم جاں
اتنے صدمے کس طرح جھیلے اکیلا ناتواں
مجھکو دامن میں چھپا لے فضلِ رحمٰن الاماں
نام لیوا آپ کا - کس سے کہے - جائے کہاں
عمر کے پچپن ۵۵ برس میں کرچکا ہوں رائگاں

تیرا حافظ تیرا بیکس بنکے آیا داد خواہ
تیری رحمت تیرے احمد کی دہائی الاماں

اشکِ خوں ہجر میں ہیں بہارِ دامن
پھول جب تک نہ ہوں روضے کے دو چارِ دامن
خاک ہو کر ترے کشتے ہیں غبارِ دامن
ہی مرا مشتِ غبار آپ کا بارِ دامن
مرغِ دل کشتہ ہوا لوٹ جو دامن کی ہوا
نیچے دامن سے ہوا دیں جو وہ پامالوں کو
آستینوں سے ہوا دستِ جنوں دست و بغل
قدرداں دیدۂ تر دامنِ تر کا نکلا

خون کے چھینٹے ہوئے نقش و نگارِ دامن
کہیں دو چار ہی کلیاں ہوں بہارِ دامن
بارِ خاطر تو نہیں گو کہ ہیں بارِ دامن
بارِ دامن بھی نہیں بلکہ ہی عارِ دامن
یہ شکار آپ کا ہی یا ہی شکارِ دامن
جی اٹھیں - اٹھکے کریں جان نثارِ دامن
جب سلامت نہ رہا ایک بھی تارِ دامن
گو ہم اشک ہوئے گر کے نثارِ دامن

دامنِ تر سے بھی کچھ شرم نہ آئی حافظ
چار آنسو نہ ہوئے گر کے نثارِ دامن

چھری موجِ تبسم کی بجھی تھی آبِ حیواں میں
کہ جانِ تازہ لہریں لیتی ہی خونِ شہیداں میں
قسم کھانے کو میں چکھنے کو۔ نہ رہ جائے نمکداں میں
نمک۔ بھر جا کے کُٹ کُٹ کر مزے سے زخمِ خنداں میں

رگِ وحشت کو ای فصّاد ناحق چھیڑنے آیا
کہاں نشتر میں وہ لذت۔ جو ہی خارِ مغیلاں میں
دکھایا ہی مرے دستِ جنوں نے کیا یدِ طولےٰ
اگر چلیے۔ تو پہلے پاؤں اولجھیں چاکِ داماں میں

نہیں ہو جبہ۔ سینے سے کلیجے سے لگا لینا
کسیکو کیا بتاؤں۔ کیا ہی لذت دردِ پنہاں میں
ازل میں جو پریشانی بنی۔ وہ کس جگہ رہتی
دلِ عشاق میں۔ یا آپ کی زلفِ پریشاں میں

کسی تیغِ تبسّم کا مزہ جب یاد آتا ہی
تو پانی بھر بھر آتا ہی دہانِ زخمِ خنداں میں
کریں کیا ساز و ساماں ہمسے بے ساز اور بے ساماں
کہ ہی بے ساز و سامانی۔ ہمارے ساز و ساماں میں

نہ سمجھو خون کا قطرہ۔ یہ ٹکڑا ہی کلیجے کا
نکل کر گود سے میری۔ رہا آغوشِ مژگاں میں
ذرا دیکھو تو کیفیت مرے جوشِ تصوّر کی
ہی اک بزمِ تماشا پتلیوں کی چشمِ حیراں میں

شریکِ درد ہونا تھا۔ جو تھا دعوائے ہمدردی
بڑے بیدرد ہیں احباب۔ جو ہیں فکرِ درماں میں
جنوں میں جب کبھی دیکھا۔ بہم دست و بغل دیکھا
ہوئی ہی راہ کچھ در پردہ چاکِ جیب و داماں میں

اوڑا دیے دھجیاں دامن کی۔ لیتے دھجیوں کے لے
کہاں دستِ جنوں تو پھنس رہا چاکِ گریباں میں

یہ نکلیگا - تو ای قحطِ سخن تیری جنس لیگا
نہ آہوں نے - نہ اشکوں نے بجھایا دل کے شعلے کو
ہمیں میر اور درد کیا - درمان کیا - یہ دردِ سر لے کو
یہ لو دستِ جنوں نے فیصلہ اسکا بھی کر ڈالا
دوا کوئی نہ راس آتی - نہ صحت میرے پاس آتی
ہنسی سوجھی مرے زخمِ جگر کو - تو نئی سوجھی
لیے تو جاتے ہیں پکڑے ہوئے تیرے بلاکش کو
اسے دل جانتا ہوگا ترے صحرا نوردوں کا
نکلکر گھر سے - دیوانوں نے جنگل کی ہوا کھائی
ابھی تو جھٹپٹا ہی - تو نکل جا آگے ای وحشت
نچھوڑا تو نے کیوں دستِ جنوں - کیا کچھ گراں گزرا
ابھی سے بس نکر ہمت نہ ہار - ای پنجہ وحشت
خدا سمجھے - اگر قابو چلے ان عقل والوں کا
غذائے روح - لطفِ نیست خطِ دل - سبھی کچھ ہی
غذا خونِ جگر ہی - دردہی دل میں ہنسی لب پر

نہیں حسنِ معانی دل میں - یہ یوسف ہی زنداں میں
چراغِ زیرِ داماں - جل رہا ہی باد و باراں میں
بلا پڑتی ہی میری - امتیازِ درد و درماں میں
ندامت سے کبھی سر ڈال لیتے تھے گریباں میں
بنی رہتی یہ ان بن - جو ہی میرے درد و درماں میں
ہنیر اسب نمک چکھ چکھ کے - جتنا تھا نمکداں میں
اگر پھولا سما نے دے مسرت اوسکو زنداں میں
کہ کیا کھب جانے والی نوک ہی خارِ مغیلاں میں
جب اتنا پھیر کھایا - تب کہیں پہنچے وہ زنداں میں
رفاقت کو - بہت ہی بیکسی شامِ غریباں میں
نتھا ایسا تو بھاری بوجھ بھی طوقِ گریباں میں
ابھی تو ہاتھ بھر کا فاصلہ ہی جیب و داماں میں
تو دیوانوں کو چن چن کر چنیں دیوارِ زنداں میں
چھپی ہیں لذتیں کیا کیا - ہمارے دردِ پنہاں میں
ہماری ہی ادائیں ہیں ہمارے زخمِ خنداں میں

خطر کیا آفتابِ حشر کا حافظ - مرے سر پر
ہے سایہ فضلِ رحماں کا - ہوں ظلِّ فضلِ رحماں میں

ترے قد سے ہوا یہ شور برپا جن و انساں میں
کلہ اللّٰہ کا - نورِ واجب کا ہے روشن بزمِ امکاں میں

ہزاروں داغ کھائے داغ پر مولے کے ہجراں میں
ہزاروں داغ پنہاں ہیں کہ اک داغِ نمایاں میں

مرے دیوانہ مولے کے تھے سیرِ بیاباں میں
لیے آئیں پاؤں ٹوٹ کر - بیڑیاں کمبخت - زنداں میں

گلے کو کیوں نہ رکھیں ہم حفاظت سے گریباں میں
گلے میں ہے رگِ جاں - مالکِ جاں ہے رگِ جاں میں

الٰہی رہ گیا تھا خوبرو یوسف سا - رہنے کو
کنوئیں میں - پھر زلیخا کے دلِ خستہ میں - زنداں میں

گھرے تھے حلقۂ اعدا میں جو پیاسے شہادت کے
اوٹھیں - بارانِ رحمت کا مزہ تھا - تیر باراں میں

اندھیری بیکسی کی شب - تصور روے حضرت کا
اٹھیں اوسکے اک کوئی تھا حالِ پریشاں میں

مبارک عمر بھر ہو کافروں کو جنتِ دنیا
ہیں مومن ہوں کہ قیدِ عمر کاٹی رہ کے زنداں میں

ملی اوٹھتے ہوئے دل کو ودیعت عشق کی دولت
خزانہ سب سے رکھتے ہیں چھپا کر - جا ویراں میں

نسیم ہیں کے جھونکوں سے - اوڑی صرصر کھلے غنچے
خزاں بھاگی - بہارِ بیخزاں آئی گلستاں میں

نسیمِ طیبہ لیکر آئی ہے کس پھول کی خوشبو
چٹک کر کہتے ہیں صلِّ علیٰ غنچے گلستاں میں

خدا جانے صبا نے کیا گلوں کے کان میں پھونکا
کہ ہر گل نے قبا کی ہے - قبا اپنی گلستاں میں

کھڑا ہے ہر شجر [illegible] پھول ہیں شجر پا بجا
پر آندز لیکر ڈالیاں اپنی - گلستاں میں

ہوئی ہی ایسی شرمندہ۔ لبِ شیرینِ خضرت سے
نہ یہ خو ہی۔ نہ یہ بو ہی۔ نہ کوئی اور طُرّہ ہی
ترے سروِ خراماں کی کرے جوتی قدم رنجہ
لبِ لعلِ نبی کے سامنے۔ پتھر ہی پھر پتھر
ہیں آٹھوں جنّتیں ادنیٰ۔ اکیلا روضہ ہی اعلیٰ
سُنا ہوگا کہ نیکی کر کنوئیں میں ڈال۔ کہتے ہیں
ہزاروں سائلِ جنت ہیں۔ لاکھوں طالبِ دولت
کہوں کیا لطف۔ جب مژدہ سنا ٹھوکر لگانے کا
ہتیلی کی طرح [۱۴] چودہ طبق ہیں سامنے روشن
گداؤں کی نوا یہ۔ بینواؤں کی صدا یہ ہی
نہ پوچھو ہمسے دیوانوں کا جی کیونکر بہلتا ہی
نکلکر یا نبی باہر۔ ذرا یہ سیر تو دیکھو
نہ کانوں میں بھنبک آئی۔ نہ آنکھوں نے جھلک پائی
ہوئیں جاروبِ کش پلکیں۔ کیا چُھڑکاؤ اشکوں نے
گلے کو گھونٹ کر خود مرنے والے مر چکے ہوتے

حلاوت۔ ڈوب مرنے کو چلی ہی آبِ حیواں میں
بلا جائے نبی کے گیسوؤں کی سنبلستاں میں
نرالی شاخ ایسی کونسی ہی سروِ بستاں میں
لگے ہیں لعل ایسے کونسے کانِ بدخشاں میں
زمین و آسمان کا فرق ہی۔ رضوان و دربان میں
جبھی یوسف کو ڈالا بھائیوں نے چاہِ کنعاں میں
کمی ہی کونسی نعمت کی تیرے خوانِ احساں میں
یہ جانو۔ جان میں جان آ گئے آئی جسمِ بیجاں میں
خدائی بھر خدا کی ہی کفِ محبوبِ یزداں میں
گدائے بینوا کو کون پوچھے بزمِ سلطاں میں
بہلتا ہی۔ وہ جلوہ دیکھکر ریگِ بیاباں میں
پرو کر لائے ہیں ٹکڑے جگر کے نوکِ مژگاں میں
کہ کیا باتیں ہوئیں۔ کیسے اشارے جان و جاناں میں
کسی دن پھر گیا تھا صحنِ روضہ چشمِ گریاں میں
کریں کیا۔ خود بدولت جلوہ فرما ہیں رگِ جاں میں

گرا سر اوس قدم پر شوق میں جھڑکی اوس نے دی
پشیمانی پکاری۔ اب سے اڑا لو گریباں میں

خطر تیرے فقیروں کو ہو کیا طوفانِ محشر کا
کہ جنکا بوریا ہو جیں اڑائے جوشِ طوفاں میں

لعابِ پاکِ لب حضرت کا چکھنے کو جو مل جاتا
سکندر تھوکنے کو بھی نہ جاتا آبِ حیواں میں

پڑا رہنے دو ہو جیسے خاکِ در پر۔ ہم فقیروں کو
اسے پہونچینگے پہ چاٹینگے۔ ملینگے جسمِ عریاں میں

پھرینگے مارے مارے اب کہاں اعمالِ بد یا رب
جگہ خالی نہیں باقی ہمارے فردِ عصیاں میں

جب آنکھیں موند لیں خطرے مٹے خاطر ہوی یکسو
کھلی آنکھوں سے رخنے پڑ رہے تھے دین و ایماں میں

مرا منہ اور وصفِ مصحفِ روے نبی حافظ
بشر کیونکر ملائے نظم اپنی۔ نظمِ قرآں میں

عرس شریف ۲۲ ربیع الاول سنہ ۱۳۲۳ھ

تم ہو طبیب میں ہوں بیمار فضلِ رحمٰں
ہے مجھکو درد دل کا آزار فضلِ رحمٰں

دربار ہے تمہارا دربار فضلِ رحمٰں
سرکار ہے تمہاری سرکار فضلِ رحمٰں

اشکوں سے لاکے گوہر آنکھیں کریں نچھاور
دربار ہے تمہارا دربار فضلِ رحمٰں

اب کون غم کی پالے۔ اے دل خوشی منالے
میں اک مریدِ غمگیں غمخوار فضلِ رحمٰں

آنکھوں میں دل میں تیرے جلوے بھرے ہوے ہیں
ہے آج عام تیرا دیدار فضلِ رحمٰں

ٹٹی سلامیوں کی دروازے پر لگی ہے | در پر کھڑی ہوئی ہے دیوار فضلِ رحمٰں

دربارِ خاصِ حق کا تو باریاب ٹھہرا | دربارِ عام تیرا دربارِ فضلِ رحمٰں

کھل جائے چشمِ وحدت مٹ جائے نقشِ کثرت | دیدارِ حق ہو تیرا دیدار فضلِ رحمٰں

آکر غلام لاکھوں بکتے ہیں تیرے ہاتھوں | کتنا ہے گرم تیرا بازار فضلِ رحمٰں

جو جیتے جاگتے ہیں آنکھوں سے دیکھتے ہیں | ہیں اپنی خوابگہ میں بیدار فضلِ رحمٰں

وہ زندگی عطا کر جو ہاتھ آئے مر کر | اس زندگی سے دل ہے بیزار فضلِ رحمٰں

مرنے سے پہلے مرنا آسان کر دکھا دو | سمجھے ہیں سننے والے دشوار فضلِ رحمٰں

صدسوں نے مجھکو لوٹا گردش نے مجھکو پیسا | کر دو گے ٹوٹے پسے کو ہموار فضلِ رحمٰں

پیکر ترا پیالہ پانی ہے جانِ تازہ | تھا جامِ عمر میرا سرشار فضلِ رحمٰں

تھک تھک گئے ہیں پیاسے دن رات پیتے پیتے | چھک چھک گئے ہیں سب میخوار فضلِ رحمٰں

اک رندِ لاابالی لایا ہے جامِ خالی | فیضِ نظر سے کر دو سرشار فضلِ رحمٰں

سچ مچ وہ شے پلا دو حافظ کو مست کر دو
ہونے لیے ہے تمہارا میخوار فضلِ رحمٰں

عرس شریف ۲۲۔ ربیع الاول سنہ ۱۳۳۱ھ

کیا مدح لکھ سکوں ہیں شایانِ فضلِ رحمٰں
ہی شانہ تعالے کیا شانِ فضلِ رحمٰں

کتنا وسیع یارب ہی خوانِ فضلِ رحمٰں
کتنے خلیل تیرے مہمانِ فضلِ رحمٰں

اک ہاتھ اور لاکھوں گر تونکی دستگیری
ہیں لاکھ ہاتھ اور اک دامانِ فضلِ رحمٰں

ہر روز عیدِ قرباں ہی اونکے بسملوں کو
قربانِ فضلِ رحمٰں۔ قربانِ فضلِ رحمٰں

خطرے کے نام لیوا بیکس نہیں نہ تنہا
ہی ساتھ ساتھ فضلِ رحمٰن فضلِ رحمٰں

ہیں اونکے چشم وابرو تیر و کمان قضا کے
سر آنکھوں پر ہمارے فرمانِ فضلِ رحمٰں

اہلِ نظر کہیں جب حدِ نظر سے باہر
ممکن ہی کوئی پائے پایانِ فضلِ رحمٰں

علم الیقین بڑھکر عین الیقین پایا
حق الیقین ٹھہرا ایمانِ فضلِ رحمٰں

حاضر کی بھی مدد ہی مشکل مگر نہ اتنی
غائب کی دستگیری ہی شانِ فضلِ رحمٰں

جو ہی خدا رسیدہ کہتا ہی چشم دیدہ
پہنچا ہوا ہی دھر تک عرفانِ فضلِ رحمٰں

تیرِ نگہ کی لذت ممکن نہیں کہ بھولے
دل میں چھپا ہوا ہی پیکانِ فضلِ رحمٰں

قدموں سے آگے جھک کر جائے کہاں مرا سر
بھاری بہت ہی بارِ احسانِ فضلِ رحمٰں

ای بخیہ گر نہ سینا سینے کے چاک للہ
چاکوں سے آرہا ہی فیضانِ فضلِ رحمٰں

اونچے نہ سب ہیں بھاری ہلکے نہ سب ہیں نیچے
تولے ہوئے ہی سب کو میزانِ فضلِ رحمٰں

اسپر بھی اونکو پیاری ہی دلدہی ہماری
ہی محوِ ذاتِ باری ہر آن فضلِ رحمٰں

آئیں تو شان والے۔ جائیں تو جان والے
دیکھیں تو آن والے اک آنِ فضلِ رحمٰن

احمد میاں کے دم سے اس گھر میں ہے اُجالا
روشن یہ ہے چراغِ ایوانِ فضلِ رحمٰن

رحمت ہیں رحمت اللہ۔ نعمت ہیں نعمت اللہ
دو نور دیدہ جان و جانانِ فضلِ رحمٰن

دربار میں جو ہے حافظ کی حاضری کی
کیا منتظر کھڑے ہیں دربانِ فضلِ رحمٰن

ردیف (و) (واو)

آرزو ہے یہ جب کہ قالب سے رخصت جان ہو
وردِ لب نامِ نبی دل میں خدا کا دھیان ہو

دل تصدق۔ جان صدقے یا نبی روحی فداک
تو ہی میرا دل ہو۔ تیرا غم ہو میری جان ہو

موت برحق ہے۔ ضرور آئیگی۔ گھر ہو یا سفر
ہاں مدینے میں اگر آ جائے تو احسان ہو

میرا جینا۔ میرا مرنا۔ ہے تمھیں پر منحصر
روح کی روحِ رواں تم۔ جان کی تم جان ہو

دل کی دل ہی میں رہے۔ دل کی تمنا ہے یہی
تم مرے دل کی تمنا۔ تم مرے ارمان ہو

ہجر میں نکلتا ہے بڑی مشکل سے دم
دم نکل جائے تو یہ مشکل بڑی آسان ہو

چشم و دل ہیں گھر تمھارے شوق سے بیٹھو اٹھو
کوئی کس منہ سے یہ کہہ سکتا ہے تم مہمان ہو

جان ہم تم سے چرائینگے۔ ہماری جان کیا
تم ہماری جان کیا ہو جان کی بھی جان ہو

منزل طیبہ کی طے ہوں یہ ہیں باتیں دور کی — پہلے ہی دل گھر سے چلنے کا تو کچھ سامان ہو

جب سفر کرتے ہیں پہلے ڈھونڈھ لیتے ہیں رفیق — ہم ابھی چلدیں عدم کو ساتھ اگر ایمان ہو

کاش دیدے سجدۂ در آپ کا - داغِ جبیں — روزِ محشر ہم غلاموں کی یہی پہچان ہو

دل وہ پیارا جان سے بھی جو فدا ہو آپ پر — جان پیاری ہے یہی جو آپ پر قربان ہو

وہ سرھانے لائے ہیں تشریف میں ہوں جاں بلب — اوٹھوں اور اوٹھکر فدا ہو جاؤں - اتنی جان ہو

دم گھٹا جاتا ہے میرا تنگنائے دہر میں — میری وحشت کو بڑا سا حشر کا میدان ہو

کاش وہ دن ہو کہ حافظ ہو طلب دربار میں
نذر کرنے کو یہ چوتھا نعت کا دیوان ہو

جانتے بوجھتے نا قابلِ محفل مجھکو — قابلوں میں کبھی کر لیجیے شامل مجھکو

کیا غمِ ضعف ہے جو ہو جذبۂ کامل مجھکو — دوڑ کر دور سے لے طیبہ کی منزل مجھکو

بیٹھکر ضعف سے اوٹھنا بھی ہے مشکل مجھکو — ایک منزل ہے نئی دوری منزل مجھکو

دلبری کی جو ادائیں تھیں وہ دل ہی جانے — دلدہی کرتے ہیں اب جانکے بیدل مجھکو

دل سے میں مجھ سے ہے دل ہجرِ نبی میں بیزار — کبھی میں دل کو مناتا ہوں کبھی دل مجھکو

ہو گئے شرمندہ - گریباں میں ڈالوں منھ کیا — اپنا آئینہ دکھاتا ہے مرا دل مجھکو

کسی کروٹ تو پڑا رہنے کا نکلے پہلو — کسی پہلو تو پڑا رہنے دے اے دل مجھکو

جل بجھی شمع جلا رشک سے میں سوختہ بخت
بیڑیاں ضعف نے پہنائیں۔ رہِ طیبہ میں
جیتے جی موت جو ٹل جائے تو ٹل جائے مگر
تھی اشارے کی ادا کیا کہ ہوا دل ٹکڑے
جیتے جی فرض ہوا مرنے سے پہلے مرنا
مجھمیں طاقت تھی کہاں یہ کہ مدینے جاتا
اپنے پروانوں کا صدقہ۔ مجھے مہجور نہ رکھ
وہی عاقل ہیں جو کہتے ہیں مجھے دیوانہ
جب ملا حکم کہ اب جا۔ کبھی پھر آجانا
موت ہر وقت مری تاک ہی گھات میں تھی
عیب ہے یا کہ ہنر۔ دے تو خدا دے پورا
اُنکے آئینہ رخ سے مجھے حیرت آئی
خستہ خالی! مجھے کرنا نہ پڑے منہ سے سوال
اپنا اپنا ہی نصیب اور یہی اللہ کی دین
آہ بھرتا ہوں مگر بات نہیں کر سکتا

کیا ملی۔ یوں جو ملی آپ کی محفل مجھکو
چلنے دیتی نہیں یہ قیدِ سلاسل مجھکو
جان جانے کی نہیں چھوڑ کے بسمل مجھکو
کچھ تو روداد سنا دے مہِ کامل مجھکو
مردہ ہونے کے لیے زندہ ملا دل مجھکو
کھینچتی لیگئی میری کششِ دل مجھکو
پھونکے دیتی ہے تری دوریِ محفل مجھکو
ہیں وہ دیوانے۔ سمجھتے ہیں جو عاقل مجھکو
رہگئی تکتی کی تکتی بھری محفل مجھکو
زندگی تو نے کیا موت سے غافل مجھکو
بیکمالی بھی جو ہاتھ آئی تو کامل مجھکو
میری حیرت نے کیا مجھسے مقابل مجھکو
میری صورت سے وہ خود جان لیں سائل مجھکو
کہ ملا دل کو غمِ عشق۔ غمِ دل مجھکو
آہ۔ کیا چھٹکے ملا درد بھرا دل مجھکو

جلوۂ طور نگاہوں میں ہے تل اوٹ پہاڑ
چشم دل کا ہے سویدا جو ملا تل مجھکو

یاد وہ جو غم عالم کو بھلادے دل سے
بھول وہ ہے جو کرے یاد سے غافل مجھکو

زیست ٹالے نہیں ٹلتی وہ بلاے جاں ہے
توڑنا دم کا ہوا ضعف سے مشکل مجھکو

نامرادوں کی وہ کرتے ہیں مرادیں پوری
نامرادی ہو تو پھر پور ہو حاصل مجھکو

حافظ اُستاد تو ممتاز سا ممتاز ملا
فضل رحمٰں سا ملا مرشد کامل مجھکو

کیوں اوٹھانے کو کہیں وہ سر محفل مجھکو
چین لینے دے اگر تو تپش دل مجھکو

لیکے دل دیگئے وہ صبر کی اک سل مجھکو
صبر کس دل سے ہو۔ یاد آے جو وہ دل مجھکو

بیکسی! تیرا بھلا ہو۔ یہ ہے صدقہ تیرا
کہ سمجھتے تو ہیں وہ رحم کے قابل مجھکو

کھولنا آپ ہی کو سہل ہے ماشاء اللہ
بڑی مشکل سے ملا عقدۂ مشکل مجھکو

گرہ دل لئے کیا دل مجھے پیارا جی سے
اور دل سے بھی ہے پیاری گرہ دل مجھکو

حق جیسے حق کہے وہ حق۔ جیسے باطل باطل
حق نے بخشی ہے تمیز حق و باطل مجھکو

اور تھوڑی سی توجہ ادھر اے فیض نگاہ
ہو تو لینے دے فدا ہونے کے قابل مجھکو

اونکی صورت کے تصور کی ہے صورت وہ پری
جس پہ ہی کے لیے شیشے کا ملا دل مجھکو

یاد آتا ہے مزہ ٹوٹنے کا۔ رہ رہکر
اور دل دیدے الٰہی عوض دل مجھکو

پھانس جو دل میں چبھی ایسی نکیلی نکلی
کہ ہوی جان سے پیاری خلش دل مجھکو

پھوٹی آنکھوں سے سوا ٹوٹے ہوے دل کے سوا
کوئی منزل نملی آپ کی قابل مجھکو

جن میں تارا سا چمکتا ہی نبی کا روضہ
ملے آنکھوں ہی جگہ دینے کو وہ قاتل مجھکو

زیست کے بعد ملی موت - یہ ہی حاصل زیست
موت کے بعد ملی زیست تو حاصل مجھکو

یہ اگر سچ ہی کہ ہو خستہ دلوں کے مرہم
مرہم خستہ دلاں [illegible] خستگی دل مجھکو

ایک ہی پردہ کشا - ایک مرا محرم راز
لب ذاکر سے ہی پیار [illegible] شاغل مجھکو

لذت مرگ تھی کیا کم - جو تھا لطف حیات
کہیں رکھا بھی ہو دل نے کسی قابل مجھکو

بیکسی کا بھی خدا جانے کوئی ہی کہ نہیں
ساتھ ہو لی ہی [illegible] پھکے سے بیدل مجھکو

وقت دربار سے رخصت کا برا ہوتا ہی
بھول اوٹھنا نہ کہیں بیخودی دل مجھکو

خواب میں رات [illegible] ایک تماشا دیکھا
سامنے آ گئے وہ جانتے [illegible] قاتل مجھکو

لاکھ لاکھ اوسکا ہی احسان کہ جسنے [illegible]
لاکھ صدموں کے لیے ایک دیا دل مجھکو

رخ ہے جنوں خدا کرے سوے حجاز ہو
دشت عرب ہو اور مری ترکتاز ہو

ہاں اس غریب کی بھی خبر لیجیے حضور
سنتا ہوں میں کہ تم بڑے مہماں نواز ہو

کس منھ سے درد [illegible] درد کا گلہ
بیچارے یوں بھی خوش ہیں کہ تم چارہ ساز ہو

ای چشم و گوش بند ہو لب - ای زبان گنگ
وہ وقت ہی قریب کہ افشاے راز ہو

کیا کیا مزے بھرے ہوے ہیں ایک درد میں
اوس دل سے پوچھے کوئی جو آگاہِ راز ہو

جو درد میں مزہ ہی وہ جنت میں بھی نہیں
عشق و ہوس میں کچھ بھی اگر امتیاز ہو

اوس ناز اوس نیاز کے قربان جائیے
جس ناز کا جواب ہمارا نیاز ہو

نالہ نکل کے دل سے گیا کان تک تو کیا
اتنا تو گرم ہو کہ ذرا دلگداز ہو

پھر بیکسی غریب نہ کھلاے کس ہنر میں
مجھسا ہو بیکس - آپ سا بیکس نواز ہو

ایک ایک بات دل کی یہاں ہی زبان پر
ہو گا وہ دل ہی تنگ جو زندانِ راز ہو

کب آئے نگاہیں غفلتِ عصیاں سے ہوش میں
اوس وقت بند ہو درِ توبہ کہ باز ہو

مرنے میں جو مزہ ہی وہ جینے میں ہی کہاں
لذت وہ جانے عشق کی جو عشقباز ہو

دل سے مکان کو ہو شرف یوں مکین سے
آئینے میں مقیم خود آئینہ ساز ہو

ظاہر کی آنکھیں بند ہوں راہِ سلوک میں
لیکن ذرا نظر میں نشیب و فراز ہو

بس بس زیادہ دست درازی نکر جنوں
باہر نہ آستین سے دستِ دراز ہو

کس منہ سے کہ سکے کوئی قرآن کا جواب
کس منہ سے آپ کا کوئی مدحت طراز ہو

لب پر غمِ نبی کا ہو قصہ تمام رات
مانندِ شمع دل میں جو سوز و گداز ہو

سجدے میں جا گرے [illegible] روز دعا مانگتا ہوں میں
وہ آستانہ [illegible] جبین نیاز ہو

حافظ قبولِ سجدہ کوئی سہل بات ہی
پہلے جبیں تو تختۂ مشقِ نیاز ہو

تری ٹھوکر کا سودا ہی ترے دیوانے کے سر کو
سمجھتا ہی سرِ شوریدہ معراج ایک ٹھوکر کو

اگر دیوانے اوٹھکے - پھوڑ لینگے آپ ہی سر کو
تو پھر بیچارے لڑکے کسکے سر ماریںگے پتھر کو

کدھر جھٹی ہی - مے کیسی - ترے بدمست کیا جانیں
ہی اتنا ہوش کسکو منھ لگائے کون ساغر کو

نہ بے خم کے چھکینگے ہم - نہ دیکھا خم ہمیں ساقی
کریں کیوں منھ خراب اپنا - لگا کر منھ سے ساغر کو

تنِ لاغر ہی میرا - یا ہی کوئی تار بستر کا
مجھے تکتا ہی بستر میں پڑا تکتا ہوں بستر کو

چلو کعبے - چلو کعبے - یہی دل کا تقاضا ہی
لیے جاتا ہی گھر اللہ کا - اللہ کے گھر کو

ازل میں چھٹتے چھٹتے بچ رہا جب عقل والوں سے
تو ہارا تیرے دیوانے کے سر پھوٹے مقدر کو

تصور میں کیا کرتے ہیں سجدے تیرے دیوانے
ترے گھر تیرے در کو تیرے گھر کے در کے پتھر کو

دلِ خستہ میں بھی مولے ابھی تشریف لاؤگے
کبھی بستے بھی نہ دیکھینگے ہم اس اجڑے ہوئے گھر کو

مرض ہو عقل کا جسکو پڑے گھر جاکے بستر پہ
ترے دیوانے بہتر جانتے ہیں گھر سے باہر کو

بٹھایا رحم نے امید کا پہرا درِ دل پہ
یہ قدرِ عشق ہی یہاں آنے نہ دینا اب کبھی ڈر کو

امیروں کو عروجِ منزلت کی ہے طمع جاکر
فقیر اے چرخ کسکے سر سے ماریں لیکے افسر کو

کہاں اب میکدے کی دھن کہاں وہ روز کا جانا
ملی فرصت مہینوں میں - تو ہو آئے گھڑی بھر کو

بھری تھیں دل میں کیا کیا حسرتیں یا کیا تمنّائیں
اکیلے آئے خالی کر گئے اگر بھرے گھر کو

کیا گھر حسرتِ فرقت نے نہاں دل میں ای حافظ
نہ پایا کچھ اثر۔ دیکھا چبھو کر دل میں نشتر کو

ردیف (ہ)

بھولتا ہی نہیں دم بھر کو وہ پیارا طیبہ
ہی وظیفہ دلِ بیتاب کا۔ طیبہ طیبہ

شش جہت کیا کہ ہی کونین میں یکتا طیبہ
ہی خدائی میں جواب آپ ہی اپنا طیبہ

چرخ نے دیکھے نہیں ایسے کہیں لیل و نہار
نہ فلک خورشید کی عینک سے جو دیکھا طیبہ

چرخِ چارم پر ابھی صبر کیسے بیٹھے رہیں
آخری عمر میں پائینگے مسیحا طیبہ

کان نے کچھ نہ سنا جب نہ سنا ذکرِ حبیب
آنکھ نے کچھ بھی نہ دیکھا جو نہ دیکھا طیبہ

روضۂ خلد سے رضواں یہ صدا دیتا ہی
کہ ہی طوبیٰ سے دوبالا ترا طوبیٰ طیبہ

خورشِ زاغ و زغن ہو تنِ بے گور و کفن
دامنِ دشت ہی رکھ لے مرا پردہ طیبہ

ایک بار اور بلا لیجیے ہو سے لئے للّٰہ
اک نظر اور دکھا دیجیے روضہ طیبہ

مر کے عشاق ترے خلد میں جائینگے تو کیا
جی وہاں خاک لگیگا جو نہ ہوگا طیبہ

مکّے میں بیتِ خدا طیبہ میں محبوب کا گھر
کیوں نہ محبوب ہو محبوب کا پیارا طیبہ

دل اسی نام کو لے لیکے مزے لیتا ہی
واہ کیا نامِ خدا نام ہی پیارا طیبہ

جس نے دیکھا کوئی جلوہ وہ ہوا غش تجھ پر
دل کے لینے میں ہی تجھکو یدِ بیضا طیبہ

ہو مرا شغل یہی - ذکر یہی - فکر یہی
مرتے مرتے بھی مرا وردِ ہو طیبہ طیبہ

دل کے ٹکڑے اسی طیبہ نے کیے ہیں حافظ
پھر بھی پوچھو تو ہی دل کا یہی ٹکڑا طیبہ

چمکے جو سرِ طور تجلائے مدینہ
بیساختہ ہو سے بھی کہیں ہائے مدینہ

سینہ بھی مدینہ ہو جو بس جائے مدینہ
سینے کے مدینے میں ہی ہو مولائے مدینہ

اُجڑے ہوئے دل میں ہی مدینے کا تصور
ویرانے میں آباد ہی صحرائے مدینہ

کیوں جھک کے قدم چوم نہ لوں پا جنوں کے
گر بسنے کے ہوئے بادیہ پیمائے مدینہ

عشاق کے گھر کا ہی شبِ ماہ اوجالا
آنکھوں کا ہی سرمہ شبِ یلدائے مدینہ

بس ہو تو پڑے خاک اُڑائیں نہ وطن میں
پلکوں سے چلیں جھاڑتے صحرائے مدینہ

سینے میں نہیں ہی کوئی پتھر کا کلیجا
کیوں چیخ نہ مارے جسے یاد آئے مدینہ

سینے میں چھپائے ہوئے لیجاؤں الم کو
تقدیر سے دنیا میں جو مل جائے مدینہ

سینہ مرا خالی نہیں - سینے میں ہی پہلو
پہلو میں ہی دل - دل میں تمنائے مدینہ

کس دھوم سے دعوت میں کریں زاغ و زغن کی
لاشہ ہو مرا اور ہو صحرائے مدینہ

حسرت کی جگہ ہی جو نہو ضبط کی طاقت
دل آہ مدینہ کہے۔ لب ہائے مدینہ

ناکامِ تمنا کی تمنا ہی تو یہ ہی
دل سے نہ نکل جائے تمنائے مدینہ

دل ٹوٹنے کی وجہ سبب۔ کچھ نہیں معلوم
ٹوٹا تو یہ نکلی بھی صدا۔ ہائے مدینہ

ہی لاج ترے ہاتھ ضعفِ حشر میں ہو لئے
رسوا نہو یہ عاشقِ رسوائے مدینہ

قسمت سے اگر مفت ہی ملجائے تو لیجائے
بازار میں بکتا نہیں سودائے مدینہ

حافظ کو سناتا ہی ترا دردِ جدائی
فریاد ہی فریاد مسیحائے مدینہ

پھر وہی میں ہوں۔ وہی مے ہو۔ وہی میخانہ
وہی ساقی۔ وہی ساغر ہو۔ وہی پیمانہ

روح۔ بھوکی ترے نغمے کی ہی۔ آجا مطرب
رند مشرب ہوں۔ سنادے غزلِ رندانہ

لاکھ زنجیروں کی زنجیر۔ تری زلفِ دراز
لاکھ دیوانوں کا دیوانہ ترا دیوانہ

اور عاشق میں ہی کیا۔ ایک اگر ہی تو نیاز
بے نیازی بھی وہاں۔ ناز بھی معشوقانہ

شبِ تاریک میں عشاق کا حافظ ہی خدا
شمع روشن کو جلانے کا ملا پروانہ

اونکی محفل میں نہیں عاشق و معشوق کی خبر
دونوں جلتے ہیں۔ ادھر شمع۔ اودھر پروانہ

عاقلو کان نہ رکھو غزلِ حافظ پر
بے تکی باتیں ہیں بکنے دو کہ ہی دیوانہ

کہیں ڈھونڈنے سے ملا نہ تو تری شان جل جلالہٗ
تھکی ہاری کہتی ہی جستجو تری شان جل جلالہٗ

کوئی دوست ہو کہ ترا عدو اوسے بخشتا ہی نوالہ تو
ترا فیض عم نوالہٗ تری شان جل جلالہٗ

یہی جانتے ہیں خدا ہی تو نہ سمجھ سکے تجھے کیا ہی تو
کہ ورائے فہم ورا ہی تو تری شان جل جلالہٗ

ترے بندے کیوں نہ ہوں سرخرو جو دے اپنے بندوں کو حکم تو
کبھی فاسجدوا کبھی واعبدوا تری شان جل جلالہٗ

ترا ایک جلوہ ہی سو بسو نہیں چار سو نہ ہزار سو
نہ جہت میں تو ہی نہ سو میں تو تری شان جل جلالہٗ

کوئی پھول ہو کوئی رنگ ہو کسی رنگ میں کوئی ڈھنگ ہو
ہی ترا ہی رنگ تری ہی بو تری شان جل جلالہٗ

تری ذات پردے میں ہی نہاں تجھے پردے کا ہی نہاں عیاں
ہی چھپا ڈھکا ترے روبرو تری شان جل جلالہٗ

کہیں آن تیرے جمال کی کہیں شان تیرے جلال کی

تری شان جل جلالہ۔ تری شان جل جلالہ

تری ذات کیا تری شان کیا۔ ہی بری مکان و مقام سے
ترا لامکاں ہی مقام ہو تری شان جل جلالہ'

وہ چمک جو ذرے کی تاب ہی وہ جھلک جو قطرے کی آب ہی
وہ ہی تو ہی تو وہ ہی تو ہی تو تری شان جل جلالہ'

وہ ترا جمال۔ کہ پرتو مہ و مہر میں ہی پڑا ہوا
وہ جلال اعظم شانہ' تری شان جل جلالہ'

تری ذات نکتہ نواز ہی۔ ترے نکتے نکتے میں راز ہی
ترا قرب اور رگِ گلو تری شان جل جلالہ'

مری ہست و بود کی نیستی۔ ہی دلیل تیرے وجود کی
میں ہوں نیست ہستیِ محض تو۔ تری شان جل جلالہ'

کوئی قطرہ آنکھ سے جب گرا۔ تو یہ جا کے سجدے میں دی صدا
کہ وضو سے دی مجھے آبرو تری شان جل جلالہ'

ہی دعاے حافظ بینوا کہ عدم کو کوچ ہو جب مرا
تو زبان پہ ہو یہ گفتگو تری شان جل جلالہ'

ردیف (ی)

نگاہِ پاک نے مستِ شراب کر کے مجھے
مجھی کو لوٹ لیا بیحجاب کر کے مجھے

دل اُنکے خال کے سودائیوں میں یوں اوڑھا
خدا نے نقطہ دیا انتخاب کر کے مجھے

ترے طفیلِ عطا کی ہیں بخششیں سو سو
مرے کریم نے جو جو حساب کر کے مجھے

خودی سے آئی بچانے کو بیخودی میری
چھپا لئے آئی ہی میرا حجاب کر کے مجھے

مرا یہ ظرف کہاں ہی کہ رکھ سکوں پردہ
نہ راز دار بنا بار یاب کر کے مجھے

مجھی سے پوچھ لے یارب مری خطا کی سزا
ڈبو دے بحرِ عطا میں عتاب کر کے مجھے

بھلا ہوا کہ ہوا کے حوالے کر نہ دیا
خدا نے خاکِ درِ بوتراب کر کے مجھے

جلایا عشق نے دل کو تو دل نے دی یہ صدا
ملیگا کیا تجھے ظالم کباب کر کے مجھے

نصیب میں ہو اگر رتبۂ فنا فی اللہ
تو پالے کفِ دریا حباب کر کے مجھے

ہی موت یہ کہ نبی کے فراق میں سو بار
قضا نے چھوڑ دیا انتخاب کر کے مجھے

میں ذرّہ تھا مجھے ذرّے سے آفتاب کیا
پھر اب نہ ذرّہ کرو آفتاب کر کے مجھے

یہ لطف ہائیے تو بسمل پھڑک پھڑک جائے
ملے ہیں جتنے مزے اضطراب کر کے مجھے

قضا ہی آگے میں پیچھے مگر نہیں معلوم
کہ پہلی ہی کدھر انتخاب کر کے مجھے

جواب دیکے وہ کہتے ہیں کیوں سوال کیا
جواب پوچھتے ہیں لاجواب کر کے مجھے

وہ آگئے۔ تو اُڑی نیند میری آنکھوں کی
گئے۔ تو محوِ تمنائے خواب کر کے مجھے

کہاں نصیب کہ وہ بےحجاب آئیں نظر
ذرا جھلک ہی دکھا دیں حجاب کر کے مجھے

گلہ رہا یہی میرے جلے بھُنے دل کو
کسی نے منھ نہ لگایا کباب کر کے مجھے

نہ کام کا نہ زمین آسمان کا رکھا
کسی کی برقِ نگہ نے خراب کر کے مجھے

اُڑائی آہ کے جھونکوں نے خاک تربت کی
دکھائی یوں مری مٹی خراب کر کے مجھے

میں مر ہی جاؤں نگاب سوت ہجر میں حافظ
قضا جو چھوڑ گئی انتخاب کر کے مجھے

ترے کوچے کی مٹی ہم نے چٹکی بھر اوٹھالی ہی
ہزاروں حسرتوں پر اک سرے سے خاک ڈالی ہی

یہ اپنی اپنی قسمت ہر اک اُسکی نرالی ہی
کہیں شانِ جمالی ہی کہیں شانِ جلالی ہی

ہاں ہوں ضعف سے میں پست ہمت میری عالی ہی
پڑی افتاد جو مجھپر وہ گر پڑ کر اوٹھالی ہی

ملایا پہلے اک ڈورے سے حق نے قرب کا ڈورا
پھر اس ڈورے کی اک پھانسی گلے میں میرے ڈالی ہی

نہیں چھپنے کی۔ گو چھپ چھپکے بیٹھے سات پردوں میں
وہی پتلی تو ہی جو رات دن کی دیکھی بھالی ہی

جوانی کی ہوی آمد۔ تو ہنسکر بول اوٹھی طفلی
یہ آنے والی شب کی شب ٹھہر کر جانے والی ہی

ابھی رخصت ہوا ہی صبر خلوتخانۂ دل سے
وہی منزل۔ وہی گھر ہی۔ مگر کچھ خالی خالی ہی

پھٹے حالوں جو دیکھا۔ رحم انھیں بے اختیار آیا
ہمارے زخم کا مرہم ہماری خستہ حالی ہی

حیا کا قدرتی پردہ کسی شکل اوٹھ نہیں سکتا
وہ پیاری شکل یوں قدرت نے پردے سے نکالی ہی

میں اپنے چارہ گر کی عقل پر رہ رہکے ہنستا ہوں
وہ کہتا ہی کہ اب کچھ کچھ طبیعت پر بحالی ہی

کلیجا آج تھر تھر کانپتا ہی۔ دل لرزتا ہی
الٰہی خیر مجھ پر کیا مصیبت آنے والی ہی

خدا نے زردی رخ دی ہی درد دل چھپانے کو
کہے دیتا ہی نکھرا رنگ۔ چہرے پر بحالی ہی

جو دیکھا ناامیدی کو تو بولیں حسرتیں دل کی
سمٹکر تم بھی آ بیٹھو۔ جگہ تھوڑی سی خالی ہی

تکلف سب اوٹھا دو بے تکلف تم اوٹھو بیٹھو
تمھیں تم ہو مرے دل میں یہ گھر غیروں سے خالی ہی

سب اپنی اپنی کہتے ہیں میں چپکے چپکے سنتا ہوں
خموشی نے بھی میری۔ بات میں بات اک نکالی ہی

مرا نغمہ کہیں ٹکرا نہ لے گردوں سے ای حافظ

زمینِ شعر نالوں نے مرے سر پہ اوٹھا لی ہے

قدم اوٹھتا نہیں۔ میں تھک گیا ہوں نزار نالی ہے
بھرے ہیں پاؤں طیبہ منزلوں ہے۔ ہاتھ خالی ہے

نگاہِ شوق ہے۔ نظارہ ہے۔ روضے کی جالی ہے
نئی اک راہ سو آہوں کی آنکھوں نے نکالی ہے

ٹپکتا ہے غمِ ہجر بنی ہیں اشک ریزی سے
کہ جامِ چشم اک ٹوٹا ہوا جامِ سفالی ہے

یہ کہ کنگرہ غمِ حضرت نے میری سینکاوی کی
گڑھا کھودا ہے۔ اس میں صبر کی بنیاد ڈالی ہے

غمِ حضرت نہو تو غم غلط ہوتا نہیں دل کا
انھیں حضرت کے خوش کرنے کو میں نے غم کی پالی ہے

پسندِ حق نہ ٹھہرا ساتھ اُنکے سایے کا رہنا
وہ پیاری پیاری صورت نور کے سانچے میں ڈھالی ہے

رسول اللہ کے ہیں۔ رسول اللہ والا ہوں
میں اُنکا نام لیوا ہوں۔ مرا اللہ والی ہے

خدا کے گھر گئے تو پاؤں۔ اسکو ملکے سجدے
جو سچ پوچھو۔ تو پیشانی بڑی تقدیر والی ہے

سنا جس سے عبارت ہے۔ وہ ہے اک خانہ زاد اُنکی
حیا کہتے ہیں جسکو۔ اک کنیز آنکھوں کی پالی ہے

رہِ طیبہ میں جو کانٹا ہے۔ وہ ہم رنگ ہے گل کا
ببولوں کی ہر اک ڈالی مجھے پھولوں کی ڈالی ہے

[illegible] ہو تصویر مولے کی
خیالِ جنبشِ لب نے پھر اُس میں جان ڈالی ہے

مرا مولےٰ علی مولےٰ۔ نبی مولےٰ۔ خدا مولےٰ
بجاے خود ہر اک مولےٰ مرا مولے الموالی ہی

وہ مولےٰ اپنے بندوں کا ہی۔ بندے اُسکے مولےٰ ہیں
میں بندہ اُسکے بندوں کا ہوں مولے الموالی ہی

اُنھیں تشریف لے آنا۔ کوئی جلوہ دکھا جانا
شبِ گورِ غریباں۔ کچھ اندھیری کچھ اُجالی ہی

جواہر بھی خذف ریزوں میں مل جاتے ہیں ڈھونڈھے سے
خدا کی سب خدائی کیا خدا والوں سے خالی ہی

مری بگڑی بنانے والے کا شہرہ جو سُن پایا
بھلے چنگوں نے بھی بگڑی ہوی صورت بنالی ہی

دیے جا دونوں ہاتھوں سے۔ دیے جا دونوں ہاتھوں سے
ابھی تیرے گدا کا دامنِ امّید خالی ہی

اُسی در پر لگی ہیں ٹٹّیاں امّیدواروں کی
اُسی در سے امید ایک ایک کی بر آنے والی ہی

اُڑا لے خاک جتنی چاہے دنیا میں بشر حافظ
ہی خاکی خاک آخر۔ خاک وقفِ پایمالی ہی

ترے چمن سے دلِ داغدار لیکے چلے
بہار لوٹنے آئے تھے۔ خار لیکے چلے

کسی نے سرمہ خریدا۔ کسی نے خاکِ شفا
ہم اُنکی راہگزر کا غبار لیکے چلے

ترے فراق کا صدمہ ہی اس قدر بھاری
کہ بار بار گرے۔ بار بار لیکے چلے

تجلّی آپ کی۔ یا سوزِ غم کی چنگاری
جو حکم ہو وہ دلِ بیقرار لیکے چلے

جو زندگی کے مزے تھے۔ وہ سب ہیں چھوڑے
سسکنے کے لیے اک جانِ زار لیکے چلے

نہ رکھنے کا ہی۔ نہ کمبخت پھینک دینے کا
بغل میں ہم وہ دلِ بیقرار لیکے چلے

شمار حسرتِ دل کا دمِ وداع نہ پوچھ
ہم ایک آئے تھے لیکر ہزار لیکے چلے

جواب کبھی ہو صبا کا مدینے کو جانا
تو ملکِ ہند سے میر اغبار لیکے چلے

دوبارہ قصدِ زیارت کیا ہی پیری میں
اخیر عمر ہی ناپایدار۔ لیکے چلے

نہ تن میں جان ہی باقی۔ نہ جان میں طاقت
ہم اپنی ہستیِ بے اعتبار لیکے چلے

بغل میں اور ہی کیا۔ اک پرلئے بس کا دل
یہ چلے چلے دلِ بے اختیار لیکے چلے

یہ آرزو ہی کہ داخل ہوں جاں نثاروں میں
نثار کرنے کو اک جانِ زار لیکے چلے

وہ صدمہ جسکے اوٹھا لینے کی نتھی قدرت
ہم آج (قدرتِ پروردگار) لیکے چلے

وہ بارِ غم جو ہو اک ناتواں کی قسمت میں
ہزار بار گرے لاکھ بار لیکے چلے

بہارِ زیست تو سب ختم ہو گئی حافظ
لحد میں ساتھ خزاں کی بہار لیکے چلے

اُنکی قسمت ہی۔ ملی جنکو محبت اُنکی
جنکی قسمت میں محبت نہیں قسمت اُنکی

درد کی چوٹ ہی پوشیدہ امانت اُنکی
دل میں رکھی ہی چھپاکر یہ ودیعت اُنکی

میری صورت یہ ہوی دیکھکے صورت اُنکی
میری حیرت سے بڑھی جاتی ہی حیرت اُنکی

وہ ہیں مالک۔ وہ ہیں مختار۔ ہمارا کیا ہی
سینہ اُنکا ہی۔ دل اُنکا ہی محبت اُنکی

وہ نظر آئیں نہ آئیں۔ ہم اسی میں خوش ہیں
آنکھ کے سامنے پھر جاتی ہی صورت اُنکی

ناتواں او ڈھلکے کمر باندھ بھی لینگے تو کیا
بندھ نہیں سکتی ہی ٹوٹی ہوئی ہمت اُنکی

گر پڑے سب جا کے تھکے ماندے بنی کے در پر
گر پڑے کیا کہ ٹھکانے لگی محنت اُنکی

چیز اپنی تھی کبھی ہم دیکھنے آئے ہوتے
دل میں سنتا ہوں کہ رہتی ہی محبت اُنکی

عمر کیا کاٹیں مصیبت میں مصیبت والے
عمر کٹتی ہی نہ کٹتی ہی مصیبت اُنکی

میں سمجھتا ہوں مرا دل ہی محبت میں اسیر
دل یہ کہتا ہی کہ مجھ میں ہی محبت اُنکی

دل بیتاب ذرا یہ تو سمجھ لے جی میں
دی ہوئی کسکی ہی یہ کوفت یہ کلفت اُنکی

حسرتیں جی کی نکل جائیں اگر جیتے جی
رہتے دم ساتھ نہ لیجاوں میں حسرت اُنکی

تنگیِ دل کی بھی ہی کوئی نرالی ترکیب
کہ نہ نکلی کبھی گھبرا کے بھی حسرت اُنکی

جان آنکھوں سے نکلتی ہوئی رک جائیگی
آکھڑی ہوگی اگر سامنے صورت اُنکی

دل ہی سینے میں۔ نہ ہی گھر کی محبت دل میں
گھر کیے بیٹھی ہی سینے میں محبت اُنکی

داغ درہم سے ہوں۔ یا داغ کے درہم دل میں
بھرے قبضے میں ہی سب دی ہوئی دولت اُنکی

اُنکے عاشق ہیں خریدے ہوئے بندے اُنکے
اُنکی ادنے نگہ لطف ہی قیمت اُنکی

دیکھے جاتے ہیں بگڑے ہوئے بیماروں کے
دیکھی جاتی نہیں بگڑی ہوئی حالت اُنکی

زخم دل شکر کو منھ کھولے ہوے ہی حافظ
زخم ہو منھ جو کروں منھ سے شکایت اُنکی

حضرتِ دل ہیں مجھے جان سے کھونے کے لیے
خضر آئے ہیں مری ناو ڈبونے کے لیے

مرنے والوں کو تمھارے۔ جو ہی رونا تو یہی
مر بھی جائیں تو نہ آئے کوئی رونے کے لیے

بس کر اے دیدۂ تر۔ جانے نہ کھو وقتِ وداع
آبرو رکھ لے مرے دامنِ تر کی یارب
میرا ہونا ہی نہ ہونے کے برابر ہونا
بیخودی سے میں کہاں جا کے چھپوں یا اللہ
اہلِ مسند کی کھلیں قبر میں جا کر آنکھیں
جلتے جاگتے جب مر گئے اونکے مہجور
لختِ دل۔ لختِ جگر بہتے ہیں آنسو ہو کر
انکو دل کھو لکے آنکھوں سے لہو رو سینگے
دل میں جو داغ ہیں اشکوں سے چھڑا ینگے نہیں
سیکڑوں درد ہیں۔ اک دل ہی مرا ایک جگر
غم کے طوفان میں ہے حضرتِ دل کی کشتی
بیخودی میں بھی وہی شکل رہی پیشِ نظر

ابھی اک عمر پڑی ہے تجھے رونے کے لیے
کہ ٹپکنے لگے اشک اور بھگونے کے لیے
کہ نہ ہونے کے لیے ہوں میں نہ ہونے کے لیے
ڈھونڈھنے آئی ہے مجھکو۔ مجھے کھونے کے لیے
نملا خاک بجز خاک بچھونے کے لیے
تب شبِ گور ملی چین سے سونے کے لیے
ہاں جگر بہہ چلا ہے۔ دل چاہیے رونے کے لیے
غم نہیں۔ اشک جو باقی نہیں رونے کے لیے
ملے جتنے بھی تو چکے ہیں دھونے کے لیے
سیکڑوں رنج ہیں۔ دو آنکھیں ہیں رونے کے لیے
اک تباہی سہی تباہی ہے ڈبونے کے لیے
آپ سے جا کے۔ مزے آپ میں ہونے کے لیے

نئی بندش۔ نئے مضمون۔ نکالے حافظ
دُرِ ناسفتہ ملے ہمکو پرونے کے لیے

سنہ ۱۳۲۲ھ

عجیب لطف عرب میں ملا اذانوں سے
سنیں سُریلی سُریلی صدائیں کانوں سے

عرب کے قصے جو سن پائے قصہ خوانوں سے
اوڑی ہی۔ رہی سہی نیند اور ان فسانوں سے

ہجومِ غم بھی ہی دل میں۔ وفورِ یاس بھی ہی
بھرا پُرا ہی یہ گھر آج میہمانوں سے

بدن سے تاب و تواں۔ سر سے ہوش۔ دل سے قرار
نکیں نکلے چلے جاتے ہیں مکانوں سے

زمینِ روضہ سے کیا نسبت آسمانوں کو
زمینوں کو تو ہی نسبت بھی آسمانوں سے

فرشتے شہرِ خموشاں میں کر رہے ہیں سوال
جواب مانگنے آئے ہیں بیزبانوں سے

شجر حجر بھی تو ہیں کلمہ گو بشر تو بشر
زبان والے تو کیا سُن لو بیزبانوں سے

شراب خانوں میں کیسی شراب اوڑتی تھی
شراب اوڑ گئی کیسی شرابخانوں سے

دعائیں مانگنے والے وہی۔ دعائیں وہی
اثر کو پوچھو تو جاتا رہا زبانوں سے

فقیر کی بھی ہی چودہ برس کی یاد اللہ
حریمِ روضۂ مولا کے پاسبانوں سے

ہی آن آن۔ ترقی پزیر شان اُنکی
یہ ایک آن ہی اُنکی ہزار آنوں سے

ہزار جان تصدق وہاں کے جینے پر
جہاں کی موت ہی بہتر ہزار جانوں سے

تمھارے زائروں کی بیخودی سے یہ ڈر ہی
کہ جیتے جی نہ نکل بھاگیں جسم جانوں سے

وہ مثلِ تیرِ نگہ پہنچے پل میں اتنے قریب
خدا سے فاصلہ کمتر تھا دو کمانوں سے

دل و دماغ کہاں۔ شعر کیا کہیں حافظ
اودھار مانگنے جائینگے نوجوانوں سے

درد جو تم نے دیا۔ ہم نے چھپا رکھا ہی
دل سے۔ چھاتی سے۔ کلیجے سے لگا رکھا ہی

کچھ تو دیدار میں ایسا ہی مزا رکھا ہی
روزِ محشر کے لیے جسکو اوٹھا رکھا ہی

اک تجلی کے لیے بس ہی مرا خرمن صبر
ایک بجلی کے لیے ڈھیر لگا رکھا ہی

نام دھرتے ہیں ترے عشق میں کیا کیا نادل
مجھکو دیوانوں نے دیوانہ بنا رکھا ہی

جان لیتی ہی تو لیلئے اجل۔ انکار نہیں
دل تو ہو لئے کے لیے ہم نے لگا رکھا ہی

نہ اہدو۔ ہم نہیں روضے سے کہیں جلانے کے
خلد کو جاؤ تمھیں۔ خلد میں کیا رکھا ہی

رخ سے پردہ ہی اوٹھانا تو اوٹھا دو ورنہ
پردۂ صبر مرا چاک ہوا رکھا ہی

دل میں ارمان بھی ہی۔ درد بھی ہی۔ داغ بھی ہی
گھر میں سب کچھ مرے سونے کا دیا رکھا ہی

ہدفِ تیرِ ملامت تو نہ بن جائے وہ دل
ہدفِ تیرِ نگہ جس کو بنا رکھا ہی

کون سا شعر کروں پیش۔ یہی ہی پس و پیش
ایک دیوان کا دیوان لکھا رکھا ہی

ہی وہ کثرت۔ جو بتاتی ہی پتا وحدت کا
ہی وہ وحدت۔ جسے کثرت میں چھپا رکھا ہی

آشنا تیرِ حقیقت سے۔ زبانیں کیا ہوں
یہ وہ معنے ہی جو لفظوں سے جدا رکھا ہی

شک نہیں شک نہیں۔ اسمیں کوئی نکتہ ہی ضرور
دل میں نقطہ جو سویدا کا لگا رکھا ہی

نورِ ایماں کا خدا نے جو دیا ہم کو چراغ
کعبۂ دل میں اسے ہم نے جلا رکھا ہی

تمکو بگڑے ہوے حالوں کا بنانا ہی پسند
ہمنے بگڑا ہوا احوال بنا رکھا ہی

میری آہوں کے ہیں جھونکے جو سلامت حافظ
ایک دن بیچ کا پردہ بھی اوٹھا رکھا ہی

سنہ ۱۳۲۴ھ

جب ضعف بڑھ گیا۔ تو مری آہ گھٹ گئی ۔۔۔ رسّی بہت دراز تھی ظالم کی۔ کٹ گئی

عمرِ عزیز۔ ہو گئی نشو و نما کی نذر ۔۔۔ جتنا ہیں روز روز بڑھا عمر گھٹ گئی

لوٹا کیا میں دولتِ دیدار خواب میں ۔۔۔ سوتے سے تھے بخت۔ چونک پڑے۔ نیند اوچٹ گئی

ہی رات دن۔ مدینے کی اک دھن لگی ہوی ۔۔۔ دل ہٹ گیا وطن سے۔ طبیعت اوچٹ گئی

جو دوڑ کر چلا۔ وہ سمجھ لو کہ اب گرا ۔۔۔ عمرِ رواں جو تیز چلی۔ جلد کٹ گئی

کی قدر مجرموں کی شفاعت نے روزِ حشر ۔۔۔ اتنے گناہ نکلے۔ کہ میزان ہٹ گئی

رحمت نے مجرموں کا کیا پاک سب حساب ۔۔۔ مدِّ گناہ۔ اک مدِ فاضل تھی۔ کٹ گئی

مر مر کے۔ ہجرِ طیبہ میں کاٹی ہی زندگی ۔۔۔ یوں زندگی کو کاٹتے اک عمر کٹ گئی

مشتاق۔ ایک جلوے میں غش کھا کے گر پڑے ۔۔۔ ٹٹّی لگی ہوی تھی جو در پر۔ وہ ہٹ گئی

اہی مالکِ سفید و سیہ۔ مجھکو دے پناہ ۔۔۔ صبحِ قیامت آئی۔ شبِ گور کٹ گئی

پیری کی صبح۔ دیکھیے کیا کیا دکھاے رنگ ۔۔۔ میری شبِ شباب تو غفلت میں کٹ گئی

قطعِ حیات - اصل میں ہی حاصلِ حیات
تھی عمر ایک کشت - کہ پکتے ہی کٹ گئی

بھاگا عدم کو - چھوٹ کے قیدِ حیات سے
رسّی مرے گلے میں پڑی تھی - وہ کٹ گئی

شکوہ شبِ فراقِ نبی کا عبث - عبث
بدلے میں دن کے بڑھیگا - اگر رات گھٹ گئی

حافظ یہ سن - یہ فکر - یہ فکرِ سخن کی دُھن
افکار میں - رہی سہی عقل اور کٹ گئی

شکرِ خدا کہ راہِ عرب جلد کٹ گئی
ڈوری کھنچی زمین کی - دوری سمٹ گئی

ہو ہو کے ذبح - دیکھی ہی صبحِ امید آج
میرے گلے پڑی تھی شبِ یاس کٹ گئی

ہجرِ نبی میں - پیتے ہیں جی بھر کے خونِ دل
جب کوئی بوند بچ رہی - آنکھوں میں بٹ گئی

راتوں کو زائروں کے چلے اتنے قافلے
گردِ سفر میں چادرِ مہتاب اٹ گئی

ہاتھ آئی خوب دولتِ دیدار حشر میں
بھاری رقم اُدھار تھی - کیا سہل پٹ گئی

ہجرِ نبی میں جان اکیلی گئی نہیں
نومیدیوں کے ساتھ لیے ٹھٹ کے ٹھٹ گئی

مشتاقِ دید تھی - رہی مولے کی منتظر
آنکھوں میں آکے جان دمِ نزع ڈٹ گئی

روضے کی بو - مہکتی ہی گلزارِ خلد میں
شانِ خدا - کہاں سے کہاں یہ لپٹ گئی

مجھکو لواءِ حمد کے سایے نے دی پناہ
پھٹکی نہ پاس دھوپ - بہت دور ہٹ گئی

ای مرگ - جان لیلے - مراد دے چھوڑ دے
کیا زندگی کے ساتھ مصیبت بھی کٹ گئی

قیدِ تعلقات سے - مر کر ملی نجات
پھانسی پڑی ہوئی تھی گلے میں - وہ کٹ گئی

آغوش کھولے - تھی مری مشتاق میری قبر
پہنچا جو میں - تو پیار سے مجھکو لپٹ گئی

پوچھا گناہگاروں کو رحمت نے پیشتر
شرما کے بیگناہوں کی صف پیچھے ہٹ گئی

ہجرِ نبی میں جان بدن سے ہوی جدا
کیسی کڑی گھڑی تھی جدائی کی - کٹ گئی

چھپن ۵۶ برس کے سن میں وہ فکرِ سخن کہاں
حافظ کی جتنی عمر بڑھی - عقل گھٹ گئی

تھے محوِ دید خواب میں ہم - نیند اوچٹ گئی
دل سے نکل رہی تھی جو حسرت - پلٹ گئی

سودا ہی میرے سر میں سلامت - تو غم نہیں
دشتِ عرب میں جا کے اگر عقل کٹ گئی

خوشبو سے مست - جھومتی چلنے لگی نسیم
چادر ذرا جو آپ کے چہرے سے ہٹ گئی

جب ضبطِ درد - ہجرِ نبی میں نہ ہو سکا
اک چیخ میرے دل سے نکلکر - ڈپٹ گئی

صورت غلافِ کعبہ کی - رہکر نگاہ میں
آنکھوں کی پتلی بنگئی - ایسی سمٹ گئی

پلّے پر اپنی امتِ بیکس کے تھے حضور
ٹھہری غلط گناہوں کی میزان کٹ گئی

نعمت ہوی سوا - تو ہوی شکر میں کمی
مقدار جتنی بڑھ گئی - قدر اتنی گھٹ گئی

آئی جو عید ملنے کو ہجرِ نبی میں موت
پھیلا کے دونوں ہاتھ - گلے سے لپٹ گئی

سرمہ سوادِ شب کا - فلک نے لگا لیا
سرخی شفق کی - آنکھ میں جتنی تھی - کٹ گئی

کر لے زمینِ طیبہ جو مٹی مری قبول
سمجھوں۔بڑی رقم تھی جو فدیئے کی پٹ گئی

سودا اسے سجدہ تھا یہ جبیں میں بھرا ہوا
کعبے میں پاؤں سے بھی کچھ آگے جھپٹ گئی

تیرے گدا کو۔تھوڑی بہت بھی۔بہت ہی بھیک
نوکر نہیں جو سمجھے کہ تنخواہ کٹ گئی

بندھ کر امیدِ طیبہ۔ہوئی دستبردِ یاس
دل کی گرہ۔جو کھلنے نہ پائی تھی۔کٹ گئی

شرما کے اشکِ شرم سے تر دامنی مری
گٹھڑی سی بندھ کے ہو گئی۔ایسی سمٹ گئی

حافظ۔وہ دل کی بات ہی ظاہر حضور پر
آ آ کے بار بار جو لب تک۔پلٹ گئی

مسدود بابِ روضہ ہوا۔بھیڑ چھٹ گئی
پہنچا میں کب۔کہ نعمتِ دیدار بٹ گئی

کمزور تکتے رہ گئے روضے کو دور سے
طاقتوروں کی بھیڑ تو آگے جھپٹ گئی

سیدھا گیا عرب کو۔جو تھا بخت سامنے
الٹا پھرا میں گھر کو۔جو قسمت پلٹ گئی

آئی نہ تابِ دید۔درِ روضہ جب کھلا
تھی سامنے کھڑی ہوئی دیوار۔ہٹ گئی

اوٹھا نہ رہ نوردیِ طیبہ کو اک قدم
گھر کی زمین۔پاؤں سے میرے۔لپٹ گئی

ملتا نہ تھا مزاج ہی فردِ گناہ کا
آیا جو سامنے قلمِ عفو۔کٹ گئی

دیوانگی میں خوب کٹیگی عرب کی راہ
احمق تھی میری عقل کہ رستے سے کٹ گئی

قیدِ وطن سے چھوٹ کے سوے عرب چلے
بیڑی پڑی تھی پاؤں میں مدت سے کٹ گئی

امیدِ طیبہ قطع ہوئی۔ ہی ہجومِ یاس
سو شاخیں اور نکلیں۔ جو اک شاخ چھٹ گئی

محفل ہیں۔ نعتِ پاک نے سب کو مزہ دیا
شیرینیِ کلام۔ مٹھائی تھی۔ بٹ گئی

وجہ معاش کچھ ہو۔ تو ہجرت کا نام لوں
کیونکر کٹیگی عمر۔ اگر راہ کٹ گئی

اندازہ کیا بتاؤں گناہوں کی پوٹ کا
اتنا ذخیرہ تھا۔ کہ مری قبر پٹ گئی

روضے سے کیا پھرے کہ ہوا کام ہی تمام
اُلٹی چھری سے گردنِ عشّاق کٹ گئی

انسان تھا جو قربِ الٰہی کا شیفتہ
حبل الورید آکے گلے سے لپٹ گئی

فکرِ سخن کو فکرِ شکم کھائے جاتی ہی
حافظ قلم کو روک طبیعت اوچٹ گئی

ابروے نبی قبلۂ اربابِ صفا ہی
کہتے ہیں جسے کعبۂ دل۔ قبلہ نما ہی

یادِ قدِ بے سایہ نے یہ پست کیا ہی
سایہ مرا کہتا ہی کہ تو سایہ مرا ہی

دل کھو کے مدینے کا اک ارمان بچا ہی
لے دے کے یہ سرمایہ پس انداز ہوا ہی

مشتاقِ زیارت جو ضعیفی میں چلا ہی
گر گر کے اوٹھا ہی۔ کبھی اوٹھ اوٹھ کے گرا ہی

اُس در کا لبِ شوق کو بوسہ جو ملا ہی
بوسے نے لبِ شوق کا منھ چوم لیا ہی

دل دیکے لیا ہی سر و سامانِ محبت
جو کچھ کہ ملا ہی مجھے کچھ کھو کے ملا ہی

کعبے سے میں جیتا نہ پھروں ہند کو یارب
مخلوق کہیگی کہ ترے گھر سے پھرا ہی

اک نالۂ غم طیبہ میں نکلا مرا ساتھی
اک دردِ جگر میری رفاقت کو اٹھا ہی

نالوں سے عیاں دردِ دروں کی ہی شکایت
اشکوں سے ٹپکتا ہی کہ دل ٹوٹ گیا ہی

پیمانہ مری عمر کا بھر جاے تو بھر جاے
جی لذّتِ غم سے نہ بھریگا نہ بھرا ہی

ای لغزشِ پا کیوں گری جاتی ہی کھڑے سے
ہی کوے نبی مجھکو گرا دے تو مزا ہی

ہی زندۂ جاوید جو طیبہ میں ہوا دفن
جیتا جو پھر آیا ہی وہ مر مر کے جیا ہی

عصیاں سے کیا اشکِ ندامت نے مجھے پاک
پانی نے سے مرا دامنِ تر خشک ہوا ہی

اک جلوے کا سائل ہوں کہ کچھ ہوش بجا ہو
کہتے ہیں تجلّی تو مری ہوش ربا ہی

ہوں سر خوشِ وحدت مجھے کثرت کی خبر کیا
یہ کون ہی وہ کون ہی یہ کیا ہی وہ کیا ہی

جیتا رہے جب تک کوئی مرتا رہے تجپر
مرتا رہے تمپر یہی جینے کا مزا ہی

آہوں کی صدا اسنکے کہاں بے اثری نے
رُک جائیگی خود چلکے یہ گئی دن کی ہوا ہی

بت اور کریں سجدے کی بندے سے تمنّا
ہی بندگی ایسی ہی تو بندے کا خدا ہی

جو حسرتیں دل میں تھیں وہ سب مر گئیں گھُٹ کر
کیا موت نے بس اک یہی گھر دیکھ لیا ہی

بے پردہ اُنھیں دیکھ سکے تاب ہی کسکو
بے پردگیِ حسن بھی اک پردہ بنا ہی

جب اوٹھکے میں روضے کو چلا ہوں تو گرا ہوں
جب وقت پڑا ہی تو وہ بیوقت پڑا ہی

حافظ ہی کُہن مشق مضامین نئے ہیں

شاعر ہی پُرانا مگر انداز نیا ہی

پیچ سب کھل گئے رہائی کے
نکلے پھندے گرہ کشائی کے

لطف ہیں یار ہی آشنائی کے
چھپکے پردے ہیں پارسائی کے

داغ پر داغ جبہہ سائی کے
قرعے ہیں قسمت آزمائی کے

خاکساروں کو کیا دکھاتے ہو
دبدبے شانِ کبریائی کے

کیسے خاکے اُڑا رہے ہیں غنی
فقر کی ہیئتِ گدائی کے

عمر بھر میری حاجتوں کو رہے
ناروا شکوے ناروائی کے

تھک کے جاتے ہیں لکھتے لکھتے آہ
لکھنے والے مری بُرائی کے

کیا یگانہ ہی کیسا بیگانہ
جب سے دعوے ہیں آشنائی کے

داغ سجدے کے اُنکے در سے ملے
سکّے بیٹھے ہیں جبہہ سائی کے

جان تن سے جدا نہیں ہوتی
اُف رے صدمے تری جدائی کے

پہنچے نالوں کے بدلے گردوں تک
شہرے نالوں کی نارسائی کے

نہ فرشتے بچے - نہ جن - نہ بشر
ہائے انداز دلربائی کے

حرف آئے نہ حرفِ قسمت پہ
نہ مٹیں داغ جبہہ سائی کے

صبر چلتا ہوا ہی اک پُرزا
کیا چلن ہیں گریز پائی کے

جان ہو جائے نذرِ استقبال — نکلیں ارمان پیشوائی کے

زخمِ دل پیتے ہیں لہو کے گھونٹ — بند رستے ہیں لب کشائی کے

راہِ طیبہ میں ضعف ولغزش نے — پاوں چومے پیادہ پائی کے

ہی تجلّی خدا نمائی کی — پردے میں اونکی خود نمائی کے

دیدے اپنے ندیدے پھرتے ہیں — پھوٹے کاسے لیے گدائی کے

دوڑی آئی نظر ترحم کی — اہی خوشا بخت بینوائی کے

راہِ طیبہ میں آبلوں نے پیے — پاوں دھو کر برہنہ پائی کے

ہو اگر کوئی دیکھنے والا — پردے کھل جائیں خود نمائی کے

ہاں کسی دل کی پھانس پر بھی نگاہ — دیکھیں ناخن گرہ کشائی کے

جامِ جم سے سوا ہیں اُس در پر — ٹھیکرے ہاتھ میں گدائی کے

آکے تر دامنی نے دھو ڈالے — کچّے دھبّے تھے پارسائی کے

تمنے کیا کچھ چھپا کے رکھا ہی — ایک پردے میں خود نمائی کے

راہِ طیبہ میں ایڑیاں رگڑیں — ہاتھ جوڑے شکستہ پائی کے

بُت بنے ہونگے جب۔ تو بت ہونگے — ابتو پُتلے بنے خدائی کے

ہائے یہ بھیک بھی نہیں ملتی — ہیں بھکاری تری گدائی کے

ساتھ ممتاز کے گئے حافظ
حوصلے بھی سخن سرائی کے

مِرے صوفی ہیں صافی بھی مصفی بھی مصفا بھی
یہ دھو دیتی ہیں گردِ دل بھی کھو دیتی ہیں سودا بھی

صدا بھی لن ترانی کی ۔ گری برقِ تجلّا بھی
کلیم اس سے زیادہ کچھ سنا بھی تم نے دیکھا بھی

مسیحا کہنے بھی ڈرتا ہے جی جانِ مسیحا کو
مسیحا بھی تصدق آپ پر ۔ جانِ مسیحا بھی

تمھارے مرنے والے مرتے ہیں طیبہ کے مرنے پر
نہیں تو جیتے رہنے کا نتھا کوئی سہارا بھی

جنوں کا ولولہ اُٹھتے ہی پاسِ ننگ و نام آیا
کبھی جی کھول کر رونے نہ پائے ہم تو رسوائی

جو ہو کچھ بھی کھٹک دل میں نبی کی نوکِ مژگاں کی
نہ آئے یک سرِ مو حشر تک محشر کا کھٹکا بھی

ہے جتنا خشک و تر عالم میں سب ہے اونکے قبضے میں
اونھیں کا قطرہ ہے ذرّہ ہے سادہ بھی سماوا بھی

پڑھے لکھے نہیں کچھ بھی ۔ مگر پھر بھی یہ عالم ہے
وہ پڑھ لیتے ہیں سب کی لوحِ پیشانی کا لکھا بھی

ہیں آنکھیں ڈبڈبائی ۔ فرطِ غم سے دل بھر آیا ہے
چھلکنے کے لیے آمادہ ہیں ساغر بھی مینا بھی

لگی ہے چوٹ دل پر ۔ اور مُہرِ خامشی لب پر
میں گویا اک تماشا ہوں کہ ساکت بھی ہوں گویا بھی

اگر نکلے یہ حسرت ۔ یہ تمنا ۔ وائے ناکامی
تمھیں ہو جی کی حسرت بھی تمھیں دل کی تمنا بھی

میں سمجھا راہِ طیبہ میں دُرِ یکدانہ ہاتھ آیا
پڑا تلوے میں جس دم چلتے چلتے ایک چھالا بھی

بڑی ہے بات کلیوں کا چٹکنا پھول کا کھلنا
ترے بے حکم کیا ممکن کھڑکنے پائے پتّا بھی

ہے وہ ظلِ خدا بے سایہ۔ ہم سب آ اسکے سایے میں
عجب بندہ ہے مولا کا کہ بندوں کا ہے مولا بھی

تمھیں ہم جان دینے کو تمھیں پر مرتے رہنے کو
اسی خاطر تو اب تک جیتے بیٹھے ہیں مسیحا بھی

سو اُس سنگ در کیسے اور بھی پتھر ہزاروں تھے
اگر سر پھوڑنا۔ پھوٹی ہوئی قسمت میں ہوتا بھی

جگہ اتنی تو خالی ہے کہ دل میں حُبِّ دنیا سے
کہ اک گوشے میں آ بیٹھے سمٹکر فکرِ عقبےٰ بھی

رہِ طیبہ میں کام آ جائے حافظ برہنہ پائی
اگر تقدیر سے رہ جائے چُبھکر ایک کانٹا بھی

ہیں دردناک صدائیں بلند آہوں کی
کہ دل کے پار ہوئیں برچھیاں نگاہوں کی

جُھکا رہا تھا گناہوں کا بوجھ گردن کو
شریک آ کے ہوئی شرم بھی گناہوں کی

سیاہ نامے کو دھوئینگے پاک کرینگے سیاہ
اندھیری رات کسوٹی ہے روسیاہوں کی

سما سکینگی نہ دو پوٹیں ایک تربت میں
کُھدے علیحدہ تربت مرے گناہوں کی

بندھا جو رخت سفر کا تو ساتھ جا نسکی
کچھ ایسی بھاری تھی گٹھری مرے گناہوں کی

فراقِ شہ میں چلا آنسوؤں کا جب لشکر
تو جھنڈیاں تھیں بلند آگے آگے آہوں کی

بھلے کو جیتے ہی جی نفس ہو گیا کشتہ
بھلے کو پہلے ہی جڑ کٹ گئی گناہوں کی

ہے زائروں کو شتابی۔ سفر ہے دور و دراز
سروں سے پھینک دی ہیں گٹھریاں گناہوں کی

نظارہ کرکے پھرے۔ چھا گئی گھٹا غم کی
نظر میں کوندتی ہیں بجلیاں نگاہوں کی

خدا نے جنکا کہا آج تک نہیں ٹالا
چلے وہ لیکے سفارش مرے گناہوں کی

خدا نے تمکو کیا مالکِ سفید و سیاہ
تمہارے ہاتھ ہی اب شرم روسیاہوں کی

وہ تیز دھوپ۔ وہ محشر کا دن۔ خدا کی پناہ
سیاہی اور بھی چمکیگی روسیاہوں کی

میں کس شمار میں روزِ شمار ہوں حافظ
کہ کچھ رہی نہیں گنتی مرے گناہوں کی

ہی نیکیوں سے بھلی وہ بدی گناہوں کی
چھپی تلی ہی جو محبوب کی نگاہوں کی

مزہ ہو۔ حشر میں پرسش ہو جب گناہوں کی
سفید اوڑکے ہو رنگت ہی روسیاہوں کی

چلا پھرا تھا قلم عفو کا ابھی کچھ دور
کٹی پڑی تھیں ہزاروں میں گناہوں کی

گناہگار ہی پوچھے گئے دمِ پرسش
کسی نے بات بھی پوچھی نہ بیگناہوں کی

کبھی سے جسنے علی و نبی کو دو جانا
پھری پھری نظر آئی نظر نگاہوں کی

نبی کے درد رسیدوں کا ضبط جب ٹوٹا
اثر نے دوڑ کے لیں بلائیں آہوں کی

ہماری آنکھوں نے تاکی ہی روضے کی جالی
یہ ایک راہ ملی ہی ہزار راہوں کی

رہِ مدینہ میں چھائی تھی بیخودی ایسی
کہ گر پڑی کہیں گٹھری مرے گناہوں کی

وہ اولٹے پاؤں۔ جگر تھامے روضے سے پھرنا
وہ ٹکٹکی مری حسرت بھری نگاہوں کی

خدا کے ہاتھ ہی فتح و شکست ای حافظ

اکیلی توبہ ہے - اک فوج ہے گناہوں کی

بجھا دے پیاس ساقیا کبھی کبھی شراب سے
کہ تیرے پیاسے آئے ہیں جلے بھنے کباب سے

نہیں ہے سایہ کا پتا وہ خود ہیں سایۂ خدا
پناہ اونکے سایے میں ملیگی آفتاب سے

لکھے مری کتاب میں گناہ بیحساب تھے
حضور نے بچا لیا حساب سے کتاب سے

سوال کس سے کیجیے جواب کس سے لیجیے
تمھارے مست بچ گئے سوال سے جواب سے

ملا تھا خاکسار کو دل ایک مشتِ خاک سا
ملا دیا وہ خاک میں لگا کے بوتراب سے

عذاب ہجر آپ کا ثواب وصل آپ کا
ہے ڈر کسے عذاب سے غرض کسے ثواب سے

جھلک ہی اونکی دیکھی تھی کہ میری آنکھ کھل گئی
نصیب سوتے تھے پڑے جو اوٹھکے دیکھوں خواب سے

چمک ملک میں رات دن ہیں دونوں عارض آپ کے
دوچند ماہتاب سے سہ چند آفتاب سے

سلامیوں کا یا نبی نہیں سلام بیغرض
مشرف اونکو کیجیے سلام کے جواب سے

کلام سیدھا سادہ سا ہے اک نوائے بینوا
چمکنے کا نہ مدعا نہ مطلب آب و تاب سے

یہ حافظ آپ کا گدا جہان سے نڈر چلا
طلب کریگی سلطنت خراج کیا خراب سے

۱۳۲۷ھ

پردہ اوٹھنے کی گھڑی جب سر محفل آئی
آ ٹپکنے کے لیے بیخودیِ دل آئی

ایک چٹکی میں ابھی تجھکو مسل ڈالونگا
کسی پہلو بھی اگر کل تجھے اے دل آئی

جان روتی ہی لہو۔ اونکے پسینے کے لیے
یہ شہیدوں میں کہاں ہونے کو شامل آئی

ایک کاغذکا ہی سولے مرا اللہ محتاج
میری نیکی سے بُرائی مری فاضل آئی

ای عدم کے سفری۔ ہی یہی تکیہ تیرا
ابتو کاندھوں سے اُتر۔ گور کی منزل آئی

عمرہ و حج کے جب ارکان کیے پورے ادا
قابلیت ترے دربار کے قابل آئی

خوشدلی کا تھا وہاں دخل پھری اولٹے پاوں
بیدلی۔ کوچۂ محبوب سے بیدل آئی

دل ہی بیتاب بھی۔ شیشے سے بھی نازک۔ اوپر
صبر کی۔ دل کے دبانے کے لیے سل آئی

عید اوسکی ہی جو تھا بسترِ بیماری پہ
تیری تصویر تصوّر میں گلے مل آئی

حسنِ بیرنگ کا آئینہ بنایا اوسکو
ذات کی جب نگہِ پاک سوءِ ظل آئی

ہم سرے ہی سے ہوے ہیں ترے عاشق پیدا
جان قالب میں جب آئی۔ تری بسمل آئی

دل کی قسمت ہی۔ توجہ کی نظر کا ہی کرم
روشنی مہر کی ذرّے کے مقابل آئی

زندگی ہی کہ مری موت ہی۔ دم یا دمِ تیغ
سانس جو آئی۔ مری جان کی قاتل آئی

لیکے جنسِ دلِ خستہ جو میں پہنچا تو کہا
ہاں یہ سوغات مری نذر کے قابل آئی

حشر تک چلکے تری پردہ سرا تک پہنچے
یہ مسافت تھی۔ کہ منزل پس منزل آئی

گرہِ دل کہ سوا تیرے کسی سے نہ کھُلے
بڑی مشکل سے مرے ہاتھ یہ مشکل آئی

پردہ کھولیگی مرا - مجھکو کریگی رسوا
تو کہاں بیخودیٔ دل سرِ محفل آئی

کشتیٔ عمرِ رواں خوش ہی کنارہ ہی قریب
ڈوب ہی جائیگی جبس دم لبِ ساحل آئی

حافظ اونسٹھ برس اس عمرِ رواں کے گزرے
آج درپیش مجھے ساٹھویں منزل آئی

ضمیمہ عرس شریف ۲۲ ربیع الاول ۱۳۲۸ھ

مرادِ دل فضلِ رحمٰن سے فدائے فضلِ رحمٰن ہی
ہی مجھپر فضلِ رحمٰن یہ دعائے فضلِ رحمٰن ہی

ہمارے کام کی حامی دعائے فضلِ رحمٰن ہی
ہمارا بوجھ ہاتھوں سے اُٹھائے فضلِ رحمٰن ہی

کوئی کیا جانے - اسکو فضلِ رحمٰن یا خدا جانے
خدا کے ساتھ جو کچھ ماجرا ہی فضلِ رحمٰن ہی

رموزِ معرفت پوشیدہ ہیں ہر رمز میں اوسکی
وہی عارف ہی جو رمز آشنائے فضلِ رحمٰن ہی

قبولِ حق نشرف جسکا - اجابت ہی ہدف جسکا
وہ تیرِ بیخطا تیرِ دعائے فضلِ رحمٰن ہی

قضا کے وہ اشاروں میں - قدر ہی اوسکے پیاروں میں
نرالی سب ادائوں سے ادائے فضلِ رحمٰن ہی

فنافی الشیخ سے چلکر - فنافی اللہ تک پہنچے
تعالی اللہ - کیا بجتِ رسائے فضلِ رحمٰن ہی

فنافی اللہ - بقاباللہ - جبپر آگیا صادق
فنائے فضلِ رحمٰن ہی - بقائے فضلِ رحمٰن ہی

ذرا دیکھو تو دل کے آئنے میں چشمِ باطن سے
جمالِ حق جمالِ حق نمائے فضلِ رحمٰن ہی

نہیں رکتا ہے کوئی مدعا دل کا۔ نہیں رکتا — دعائے فضلِ رحمٰن ہے۔ دعائے فضلِ رحمٰن ہے

بھلا ہو سب مریدوں کا۔ مریدوں کے مریدوں کا — دعائے فضلِ رحمٰن ۔ مدعائے فضلِ رحمٰن ہے

بصیرت والے پل میں آنکھ اوٹھا کر دیکھ لیتے ہیں — کہ اونچا ہے وہ سر جو زیرِ پائے فضلِ رحمٰن ہے

مرادآباد کی گلیاں ہوں۔ سر آنکھوں سے چلنا ہو — مری آنکھوں کا سرمہ خاکِ پائے فضلِ رحمٰن ہے

وہی دل ہے کہ نازوں سے پلا تھا میرے سینے میں — وہی دل ہے کہ جی سے مبتلائے فضلِ رحمٰن ہے

ہیں ٹکڑے بھیک کے جھولی میں یا شقے ہیں قسمت کے — گدا ہیں شاہ جسکے۔ وہ گدائے فضلِ رحمٰن ہے

ہمارے عیب کا پردہ کبھی کا کھل گیا ہوتا — بھلے کو اپنے دامن میں چھپائے فضلِ رحمٰن ہے

وہ قدموں سے چھڑا دینا۔ چھڑا کر پھر بلا لینا — میں راضی ہوں اوسی پر جو رضائے فضلِ رحمٰن ہے

دیا ہے سب کچھ اپنے فضل سے رحمٰن نے مجھکو — مگر میں جانتا ہوں سب عطائے فضلِ رحمٰن ہے

ہیں یوں تو کام سب موقوف اپنے اپنے وقتوں پر — مگر ہاں۔ وقت پر جو کام آئے فضلِ رحمٰن ہے

بگڑنا اور بننا۔ خاصہ ٹھہرا ہے عالم کا — جو عالم کی بنی بگڑی بنائے فضلِ رحمٰن ہے

یہ کہ کہکر دلِ بیتاب کو فرقت میں سمجھایا — تصوّر فضلِ رحمٰن کا۔ بجائے فضلِ رحمٰن ہے

مرے احمد میاں کو دیر تک رکھے خدا قائم — یہی ہے ذاتِ واحد جو بجائے فضلِ رحمٰن ہے

حدیثِ من رانی کی طرح اللہ والوں کو — لقائے احمدی عینِ لقائے فضلِ رحمٰن ہے

سلامت رحمت اللہ۔ نعمت اللہ دونوں شہزادے — ولا جنکی حقیقت میں ولائے فضلِ رحمٰن ہے

جسے اس گھر میں دیکھو۔ آفتاب آسا چمکتا ہے
الٰہی شاد رکھ۔ آباد رکھ اس خانوادے کو

وہی پرتو۔ وہی نور و ضیائے فضلِ رحمٰن ہے
کہ ظاہر ہیں بقا اسکی بقائے فضلِ رحمٰن ہے

صدا یہ گونجتی ہے۔ گنبدوں میں قصرِ جنت کے
کہ حافظ عندلیبِ خوشنوائے فضلِ رحمٰن ہے

سر یہ کہتا ہے کہ ہم کام آئینگے
اونکے در پر جاکے جو مر جائینگے

ہند میں کعبہ کہاں۔ کسکا طواف
پاؤں رستے میں اگر رہ جائینگے

لیچلیں ساتھ اونکی صورت کا خیال
مر گئے پر جانِ تازہ پائینگے

تیر زخموں پر چلاؤ شوق سے
گھر میں بیٹھے بیٹھے چکّر آئینگے

کون ساتھی ہے عدم کی راہ کا
قبر میں تنہا پڑے گھبرائینگے

اپنے ہی ایمان۔ اپنے ہی عمل
لب اگر کھولے تو منہ کی کھائینگے

رحمت اونکی بولی ہمکو دیکھکر
آئے ہیں تنہا۔ اکیلے جائینگے

آخر اک دن قبر سے اوٹھینگے ہم
ساتھ کیا لائے ہیں جو لیجائینگے

اور جنت میں کھلیگا گُل نیا
ایسے ہی مجرم تو بخشے جائینگے

حد بھی کچھ دیدار کے بھوکوں کی ہے
اوٹھتے ہی اُن پر فدا ہو جائینگے

روضے کے گل بوٹے یاد آجائینگے
وہ ترس کھائینگے یا ترسائینگے

اب تو قدموں سے جدا ہونے نہ دو	ٹھوکریں در در کی کب تک کھائینگے
دل میں روضے کو نہ کیوں رکھ لیجئیں	خلد میں پھر کس سے جی بہلائینگے
بوئے طیبہ لا نہیں دیتی صبا	آتے جاتے پاؤں کچھ گھس جائینگے
سجدوں کو اک جھلک بھی ہی بہت	دیکھنا سجدے میں سب گر جائینگے
جان کام آئی نہ اونکی راہ میں	ہم نکمّے اور کس کام آئینگے
ہوا گر شورِ تبسّم کا کرم	دل کے سب زخموں کے جی بھر جائینگے
ہاں ادھر پیاری ادا سے اک نگاہ	دل کے سب شکوے گلے مٹ جائینگے
مستحق دیکھینگے بے پردہ جمال	لیکے ہم اپنا سا مُنھ رہ جائینگے
ہمکو بے مانگے بہت کچھ مل چکا	لوگ مُنھ مانگی مرادیں پائینگے

قطعہ

میری بیماری کو کیا سمجھیں طبیب	نسخے اُلٹے سیدھے کچھ لکھ جائینگے
خود غلط۔ انشا غلط۔ املا غلط	اوسکی صحت وہ کیا فرمائینگے

کون جانے حضرت حافظ کی قدر
جب نہ ہونگے تو بہت یاد آئینگے

۲۲ ربیع الاول سنہ ۱۳۲۹ھ عرس شریف میں

فضلِ رحمٰن کے نام کے صدقے — نام کے فضلِ تام کے صدقے

گنجِ مقصود ہی مراد آباد — اس مبارک مقام کے صدقے

یہ مقام اور یں قیام پذیر — اس مقام و قیام کے صدقے

دور دورہ ترا رہے ساقی — ہیں ترے دورِ جام کے صدقے

اب نہ رکھ اس رحیق کو مختوم — بوے مسک الختام کے صدقے

ہاں دیے جا علی الدوام مدام — اس مدام اس دوام کے صدقے

ہی عطیہ ترا یہ شربِ مدام — اپنے شربِ مدام کے صدقے

کہکے پردہ نگاہ میں پھرنا — اس روش اس خرام کے صدقے

فضلِ رحمٰن ہی چودھویں کا چاند — ایسے ماہِ تمام کے صدقے

مہر و مہ گھومتے ہیں گردِ مزار — دونوں ہیں صبح و شام کے صدقے

چھ مہینے سے تھا میں گرمِ سفر — اس حصولِ مرام کے صدقے

حاضری طیبہ کی نصیب ہوئی — حجِ بیت الحرام کے صدقے

بنکے مہمان خوب لوٹے مزے — خوانِ الوانِ عام کے صدقے

سب کا پہنچا دیا سلام و پیام
اس سلام اس پیام کے صدقے

گوشِ دل سے سنا جوابِ سلام
وَعَلَیکُمُ السَّلام کے صدقے

رہکے بائیس دن ہوا رخصت
بختِ ناساز کام کے صدقے

آہ۔ پل مارتے ہی عیش کی صبح
ہو گئی غم کی شام کے صدقے

جان ساتھ آئی۔ دل ہوا اوٹھکر
گنبدِ سبز فام کے صدقے

خیر سے پھر میں اپنے گھر آیا
فضلِ خیر الانام کے صدقے

گھر سے آیا ہوں اب مرادآباد
سفرِ چند گام کے صدقے

نگہِ رحم آئی خوش کرنے
دلِ ناشاد کام کے صدقے

مجھسے گرتے کو روک تھام لیا
آپ کی روک تھام کے صدقے

نام زندہ ہی فضلِ رحمٰں کا
احمدِ زندہ نام کے صدقے

رحمت اللہ۔ نعمتِ حق ہی
جان اس پیارے نام کے صدقے

نعمت اللہ۔ رحمتِ رب ہی
فضلِ ربِّ انام کے صدقے

رہے یہ گھر بھرا پُرا یا رب
قصرِ عالیمقام کے صدقے

حافظا اک صدقہ خوار اس گھر کا
فضلِ رحمٰں کے نام کے صدقے

ساتھ دے تقدیر وہ تدبیر ہونی چاہیے
بن پڑے تدبیر وہ تقدیر ہونی چاہیے

دل کی نصب العین شکلِ پیر ہونی چاہیے
زینتِ آئینہ یہ تصویر ہونی چاہیے

چوٹ وہ دل پر پڑے جسکی صدا ہو آہ آہ
دردِ دل کی آہ میں تاثیر ہونی چاہیے

غیر ممکن ہی کہ دلدوزی سے چوکے وہ نگاہ
لیکن اپنے دل میں جائے تیر ہونی چاہیے

بس نکر میری ہی رسوائی برائے عشقِ نبی
میری رسوائی کی بھی تشہیر ہونی چاہیے

خوابِ غفلت میں گزاری ہیں نے ساری زندگی
موت ایسے خواب کی تعبیر ہونی چاہیے

وہ تصوّر میں ہوں باتیں جو تصوّر میں نہ آئیں
سامنے وہ بولتی تصویر ہونی چاہیے

کس سے خلوت میں کرے بیکس تصوّر بات چیت
پاس کوئی بولتی تصویر ہونی چاہیے

نام اوس تقصیر کا ہی جرمِ عشقِ مصطفے
مستحقِ رحمت کی جو تقصیر ہونی چاہیے

مجھسے دیوانے کو خود باندھے تری زنجیرِ زلف
میری دیوانی تری زنجیر ہونی چاہیے

سیرت اچھی جب نہو صورت کو لیکر کیا کریں
صورتِ سیرت بھی اک تصویر ہونی چاہیے

مرنے والے پہلے مر جانے سے پہلے مر تو جائیں
اتنی اونکی موت میں تاخیر ہونی چاہیے

دستِ بستہ پا بجولاں حاضری کا حکم ہو
غائبانہ ایسی کچھ تقصیر ہونی چاہیے

کچھ تو فرمانا پڑے اونکو لبِ اعجاز سے
اس قدر جادو بھری تقریر ہونی چاہیے

آڑ ہو تدبیر کی۔ تقدیر پہ ہو اعتماد
لاکھ تدبیروں کی یہ تدبیر ہونی چاہیے

جو مزہ تعزیر میں ہی - وہ کہاں تقصیر میں
کہہ ندیں - تعزیر میں تقصیر ہونی چاہیے

دل ہو یا آنکھوں کا پردہ - یا ہو سینے کی کتاب
ہر مرقع میں تری تصویر ہونی چاہیے

کم سے کم تر دامنی پر چار آنسو ہی گریں
کچھ تو آخر شرم دامنگیر ہونی چاہیے

عفو کے قابل نہ کچھ تقصیر مجھسے ہو سکی
اس سے بڑھکر اور کیا تقصیر ہونی چاہیے

یا میں کام آجاؤں اوسکے - یا وہ میرے کام آئے
اولٹی سیدھی آہ میں تاثیر - ہونی چاہیے

لائیے حافظ کہاں سے خوبی و لطفِ سخن
بندشِ ممتاز و طرزِ میر ہونی چاہیے

دل ہو گیا خاکستر الفت نہ تیری نکلی
جب راکھ کریدی ہی یہ آگ دبی نکلی

جو حسرتیں ہیں دل میں باہر ہیں سہی گنتی سے
ان حسرتوں میں کوئی نکلی ہوی بھی نکلی

جو تیر کہ چٹکی سے نکلا وہ کہاں پلٹا
دل سے جو فغاں نکلی شیشے سے پری نکلی

جھونکوں نے خزاں کے گو لوٹا چمنِ دل کو
ڈالی غمِ مولے کی پھولی ہی پھلی نکلی

جب آئے سرِ میزاں مولے مرے پلّے پر
بدلی ہوی نیکی سے عاصی کی بدی نکلی

بیمارِ محبت کی کیا جان - طبیعت کیا
یہ آئی ہوی پائی - وہ نکلی ہوی نکلی

کونین کی فکروں کا انبوہ جو دل میں تھا
اک فکرِ معیشت بھی گوشے میں پڑی نکلی

پہلے تو پڑی دل پر پھر دل سے کلیجے پر
تیغِ نگہِ مولے کیا چلتی ہوی نکلی

نوکِ مژہ حسرت نکلی جو تصور سے
دُکھتا ہوا دل بولا یہ پھانس بُری نکلی

ارمان بھرے دل میں حسرت کا خزینہ ہے
حسرت ہے کہ حسرت بھی ارمان بھری نکلی

کیا درد بھرا دل ہے حافظ ترے سینے میں
جو آہ کبھی نکلی وہ درد بھری نکلی

یہ کہکر اونکے در پر سر کو ٹپکوں - خیر ہو سر کی
پٹکنے کی صدا یہ ہو - الٰہی خیر پتھر کی

اجل کا وقت جب آیا - بجایا کوچ کا ڈنکا
گھڑی جب آگئی سر پر - نہ دی مہلت گھڑی بھر کی

یہ ہے رازِ محبت - دل کی دل ہی میں ہیں باتیں
نہ جانے پائے باہر بات گھر سے - بات ہے گھر کی

مجازی سے حقیقی کی طرف دل کھنچ گیا آخر
بتوں نے کی ہیں خدمت سپرد اللہ کے گھر کی

نبی کی یادِ مژگاں سے عجب کیا پھوٹ کر رونا
چلی جاتی ہے دل کے آبلوں سے چھیڑ نشتر کی

تجلّی سے جلا تھا طور عشقِ مصطفےٰ سے ہم
وہ پتھر ہو کہ دل - ہے چوٹ دونوں پر برابر کی

پلک جھپکی کہ چلکر فرش سے تا عرش ہو آئے
وہی زنجیرِ در ہلتی - وہی گرمی تھی بستر کی

مجھے رستہ بتا کر ہوش میرا ہو گیا راہی
پڑا تکتا ہوں راہِ طیبہ میں اب راہ رہبر کی

بھلا ہے یا بُرا - اک فیصلہ تو ہو گیا آخر
کہ تھی امیدواری عمر بھر کی - یاس دم بھر کی

ہے سینہ وہ پریخانہ - جہاں دل جلکے ہنستی ہے
محبت مصطفےٰ کی - مصطفےٰ کی آلِ اطہر کی

بہادی کر کے پانی آبرو موتی کی اشکوں نے
گرے کیا آپ آنکھوں سے - گرا دی قدر گوہر کی

نہ دل میں وہ مسرّت ہی نہ قوت ہی نہ جمعیت تمھارے جاتے ہی جاتی رہی رونق مرے گھر کی
میں سمجھونگا۔ مجھے اکسیر کا رتبہ ملا جس دن بقیعِ پاک میں رکھکر مری مٹی برابر کی
ہوائے روضہ میں غش آگیا ہی بلبلِ جاں کو صبا روضے سے لے آ پنکھیا کوئی گلِ تر کی

یوہیں شیریں کلامی کی کرو تکرار ای حافظ
اگر لب چاہتے ہیں چاشنی قندِ مکرر کی

ہوس پوری نہ ہوگی ایک ٹھوکر سے مرے سر کی صدا نکلیگی ٹھوکر سے۔ ہوس ہی اور ٹھوکر کی
خدا جانے کچھ اوسکے دم میں دم ہی یا نہیں باقی رگِ وحشت! اوچھلکر دیکھنا تو نبضِ نشتر کی
جو تمکو دیکھتا تو آپ ہی آئینہ بن جاتا ہی نے دیکھے ہوئے تو آئنہ حیرت سکندر کی
چُرا لایا ہی داغِ دل کا جلوہ چورِ مہندی کا ہتیلی پر دھری ہی روشنی دُزدِ دلاور کی
اوڑایا مشک و عنبر کو تری زلفِ معنبر نے دماغوں کو اوڑائے دیتی تھی بو مشک و عنبر کی
خمیر آکر ملایا ہی مرے اربع عناصر میں محبت نے ابو بکر و عمر و عثمان و حیدر کی
مرے کنبے کے سب چھوٹے بڑوں کو صدق نے دیا آب کہ آخر ہی یہ ذرّیت ترے صدیقِ اکبر کی
بنی ہی میرے دم پر۔ ہاں خبر لو۔ ورنہ سُن لوگے بنی دم بھر میں چلتی سانس تھی مہمان دم بھر کی
نمازوں کا مزہ جب ہی۔ کھڑی ہو سامنے صورت مصلّائے نبی کی مسجد و محراب و منبر کی
اشارے میں تمھارے۔ فتحِ بابِ مکہ و کعبہ ہی انگشتِ شہادت یا کلید اللہ کے گھر کی

ہمارے لختِ دل کا سنگِ اسود سے پڑا سودا
یہ پتھر لعل کی قیمت ہے۔ قیمت لعل پتھر کی

نبی کی خاکِ در کا ذرّہ ذرّہ مہرِ انور ہے
بڑی سی بھی بڑی ہے بھیک چھوٹی بھی بڑے گھر کی

وہی ہو تر زباں وصفِ دُرِ دندانِ حضرت میں
جسے ڈھونڈے سے ہاتھ آجائے کلی آبِ گوہر کی

محبت کی کسک سے چپکے چپکے دل یہ کہتا ہے
بنیگی میرے دم پر۔ تو جو میرے پاس سے سر کی

تہیدستی سے حافظ رہ نجائے ہاتھ مل مل کر
ڈھلی جاتی ہے خلق اب کے خبر ہے حجّ اکبر کی

پھرے سر مارتے لیکن ہوس نکلی نہیں سر کی
ہوس تھی ٹھوکروں کی ٹھوکریں کھانے کو در در کی

زبانیں سوکھی جاتی ہیں۔ کڑی ہے دھوپ محشر کی
خموشی کہہ رہی ہے۔ خیر مانگو دامنِ تر کی

لبِ حضرت کے بوسے کا مزہ چکھنا ملے کب تک
گھُلی جاتی ہے اس غم سے حلاوت آبِ کوثر کی

صبا جالی کے رستے۔ کچھ خبر لے جاتی۔ لے آتی
یہ پھرنے والی باہر کی۔ ہے جلنے والی اندر کی

ذرا سے صورِ اسرافیل کی گپ چپ ہے کہنے کو
یہی سوتا ہوا فتنہ خبر دیتا ہے محشر کی

تری حرمت کے گاہک ہر طرف سے ٹوٹے پڑتے ہیں
یہی سستی سے سستی جنس ہے بازارِ محشر کی

جُھکا جو سر یہاں۔ وہ سر خدا جانے کہاں پہنچا
ہے اونچی عرش سے بھی سرزمیں محبوب کے در کی

تباہی کا خطر تھا مجھکو۔ جوشِ دیدۂ تر سے
تباہی میں پڑی خود ناو آخر دیدۂ تر کی

الٰہی! دی ہیں دو آنکھیں تو حصہ بھی ملے دوہرا
زیارت ہو ترے گھر کی۔ ترے محبوب کے گھر کی

کہاں طاقت۔ اوٹھائے شور و شر سر۔ اونکے کوچے میں
کہ ہی اک لات کا فتنہ۔ قیامت ایک ٹھوکر کی

میں خاک اوس در کی ہوتا۔ خاک پسکر سرمہ ہو جاتی
مری آنکھوں کا سرمہ ایک چٹکی خاک اوس در کی

بطِ مے جسکی شہرت ہی۔ وہ بط کب ہی وہ برتن ہی
سیہ مستوں کی محفل میں اوڑا کرتی ہی بے پر کی

غمِ طیبہ میں سِل بھی صبر کی رکھ لوں۔ مگر پہلے
جگر لوہے کا۔ دل فولاد کا۔ چھاتی ہو پتھر کی

ہی مصرع "چشم بند و گوش بند و لب بہ بند" اچھا
یہی رخنے ہیں جنکو جانتے ہو کھڑکیاں گھر کی

خدا رکھے سلامت روزنوں کو میرے سینے میں
دریچوں سے ہوائیں آ رہی ہیں کوے دلبر کی

ترے لیکے دردِ سر کے۔ دردِ سر سے کہتا ہوں
مرے سر سے نہ ٹل جانا قسم تجھکو مرے سر کی

ترا مجرم گدا حافظ ۔ ہی سائل تری رحمت کا
کھڑا ہی دیر سے پھیلائے جھولی دامنِ تر کی

مری آنکھوں میں لختِ دل ہیں لڑیاں لعلِ احمر کی
ہی ان دونوں گھروں میں لوٹ اک اُجڑے ہوے گھر کی

جبیں نذرِ زمیں کی۔ چومی جاتی چوکھٹ اُس در کی
یہ قدر اوس خاک پتھر کی جو کی۔ تو خاک پتھر کی

سرِ شوریدہ پر طاری ہی اب تک وجد کی حالت
خدا جانے کہ لذت کس قدر تھی ایک ٹھوکر کی

ترے بیمار کو موت آئے۔ نہیں کچھ نزع کی کلفت
ہی کلفت یہ مٹی جاتی ہی کلفت زندگی بھر کی

تُلے تھے زخمیوں کے دیدۂ تر پھوٹ بہنے پر
ہنسی آئی جو زخموں کو۔ ڈبو دی دیدۂ تر کی

ہوے دیوار و در اُجلے تو دیکھا۔ کچھ نہیں گھر میں
سفیدی کیا پھری گھر پر کہ قلعی کھل گئی گھر کی

مری گٹھری گناہوں کی نہ لیگا کوئی ترے میں
لیے جاتا ہوں ساتھ اپنے کمائی زندگی بھر کی

رگِ گردن کو کٹوا کر۔ جدائی کے مزے چکھے
پڑیں میرے گلے جتنی بلائیں لی تھیں خنجر کی

بنی کے سنگِ در پر سر کو پھوڑا امت گیا سودا
بڑی سر توڑ کوشش کی تو ہمنے یہ مہم سر کی

کیا دربار سے رخصت۔ نکالا شہر سے باہر
ہماری حالتِ ابتر کی حالت اور ابتر کی

چھڑایا ہمکو قدموں سے۔ تو ہم کورسے چلے آئے
جمایا نقشِ پا کو دل میں۔ یہ چھاتی ہی پتھر کی

ہی امت تشنہ لب کوثر کی۔ کوثر تشنہ لب اسکا
بجھا کر پیاس امت کی۔ بجھیگی پیاس کوثر کی

طوافِ کعبہ تک ہی دورِ وحشت۔ پھیر قسمت کا
یہ چکر ایک گردش کا ہی۔ گردش ایک چکر کی

تردد تھا۔ گھڑی دیدار کی کس دن مقرر ہو
مقرر کی گھڑی بھی تو قیامت کی مقرر کی

نہ سوجھے کچھ مجھے۔ ایسے ترے جلوے سما جائیں
کہ آنکھوں میں جگہ خالی نہ رہنے پائے تل بھر کی

اذانِ کعبہ کی آواز نے۔ بسمل کیا مجھکو
گلے پر چل گئی گویا چھری اللہ اکبر کی

صدا حافظ کی ہی۔ دیدو خدا کے واسطے دیدو
فقیر پا شکستہ کو جگہ چھوٹے سے بستر کی

وفورِ اشکِ چشمِ تر میں یا کوزے میں دریا ہی
حریفِ کوزہ دریا کیا ہو جو دریا میں کوزہ ہی

الٰہی! حیرتِ دیدار سے کیا میرا نقشہ ہی
میں جسکو دیکھتا ہوں۔ وہ مجھے حیرت سے تکتا ہی

ترا جلوہ ہی بے پردہ۔ مگر کہنے کو پردہ ہی
ترے پردے رہے نے بے پردگی کا پردہ رکھا ہی

ترے بدنامِ عاشق کا بھی کیسا نام نکلا ہے — کہ چرچے کی ہے بدنامی - تو بدنامی کا چرچا ہے

کلیجے سے زیادہ درد تیرا ہمکو پیارا ہے — کلیجے سے لگا کر درد تیرا ہم نے رکھا ہے

چھپا کر میٹھے میٹھے درد کو سینے میں رکھا ہے — مزے لے لیکے دل کہتا ہے گُڑ چوری کا میٹھا ہے

نگاہِ مصطفےٰ دل کو کبھی گھر سے نکالیگی — ابھی تو تیر اوسکا گھر بنا کر دل میں بیٹھا ہے

میں ننگے پاؤں خارستانِ دشتِ طیبہ میں پھرتا — یہ وہ کانٹا ہے جو اب تک مرے دل میں کھٹکتا ہے

مری آنکھوں میں آکر دیکھ لیں سرکار آنکھوں سے — یہی دو در ہیں جن میں ہو کے سیدھا دل کا رستہ ہے

جبیں گھس لے بنی کے سنگِ در پر آکے ای صندل — اوٹھاتا ہوں جو سر تو درد سر کے ساتھ اوٹھتا ہے

مدینے جانے والے حسرتیں دل کی نکالینگے — مدینے جانے والوں کو کوئی حسرت سے تکتا ہے

نہ بستر پر بھی چین آیا جگر کے دل کے ہاتھوں سے — جدھر کروٹ بدلیے - درد کا پہلو نکلتا ہے

کوئی زائر مدینے جاتے ہی اللہ کہہ دیتا — کہ اک ہندی تمھارا مرنے والا مرنے والا ہے

گئی جب عقل بیکس چھوڑ کر حضرت کے شیدا کو — تو آکر حضرتِ سودا نے سر پر ہاتھ پھیرا ہے

عبث تدبیر کو الزام دیں - تقدیر کو روئیں — کہ ہونے کو وہی ہوتا ہے جو قسمت میں ہوتا ہے

ہمارا بھی نیاز ایسا نہیں کوئی گیا گزرا — وہ شانِ بے نیازی پر کریں جو ناز زیبا ہے

مدینے کے تصور سے بھلا ہوتا نہیں جی کا — تصور پھر تصور ہے مدینہ پھر مدینہ ہے

وہ اک جلوہ تمھارا جس کے لاکھوں دل تمنائی — یہ اک کمبخت دل میرا - کہ ناکامِ تمنا ہے

ذرا سے خاک کے پتلے کو دی ہیں قدرتیں کیا کیا ۔ یہ پتلا خاک کا اللہ کی قدرت کا پتلا ہے
الٰہی ایک وہ دن تھا کہ ہیں طیبہ میں پھرتا تھا ۔ وہی میں ہوں وہی طیبہ مری نظروں میں پھرتا ہے
دلِ خستہ سے ہو کیونکر تحمّل سخت جانی کا ۔ لہو کے گھونٹ پی پی کر دہانِ زخم رِستا ہے
مجھے روکیں مجھے زنجیر سے باندھیں مگر پھر بھی ۔ وہی میں ہوں وہی طیبہ مری نظروں میں پھرتا ہے
نہ سمجھانے سے سمجھوں میں ۔ تو سمجھیں لوگ دیوانہ ۔ نہ ٹھہرانے سے ٹھہرے دل تو وہ پارا ٹھہرتا ہے

ابھی تک یاد ہے روضے سے چلنا ہند کو حافظ
کہ پھر کر ہر قدم حسرت بھری نظروں سے دیکھا ہے

بڑے دانا ہیں جنکے آگے دامن آج پھیلا ہے ۔ بہت سے بھی بہت ۔ جتنا وہ دیدیں مجھکو تھوڑا ہے
میں خود گھر کو چلا آیا ۔ عرب نے کب نکالا ہے ۔ خدا کو مُنھ دکھانا ہے ۔ عرب کا پیٹھ پیچھا ہے
یہ گھونگھٹ ہی نرالا جس سے جلوہ آشکارا ہے ۔ چھپانا کب ہے پردے میں ۔ دکھانے کا یہ پردہ ہے
وہ پوچھیں مہرباں ہوکر ۔ مرا بیمار کیسا ہے ۔ کوئی کہدے کہ مرتا ہے ۔ وہ فرمائیں کہ اچھا ہے
میں کیا جانوں کہ آنکھوں پر مری غفلت کا پردہ ہے ۔ کسی نے کی خبر ۔ پایا ہے کوئی خواب دیکھا ہے
نکر پردہ کہ یوں بھی کون تجھکو دیکھ سکتا ہے ۔ تری بے پردگی خود سیکڑوں پردوں کا پردہ ہے
مدینے جانے کو کیا صاف سیدھا دل کا رستہ ہے ۔ طوافِ کعبہ کرکے جانے میں کچھ پھیر پڑتا ہے
مچلنا دیکھکر دل کا جو گھبرا کر کہا میں نے ۔ ابھی کیا تھا ابھی کیا ہے ۔ تو دل بولا ابھی کیا ہے

مروت ہو بھی منھ دیکھے کی تو حدِ مروت تک
محبت کی بُری ہی چوٹ سے - اوٹھانا مزے لیکر
ہمارے مرغِ جاں کو بھی جگہ تھوڑی سی مل جاتی
جبیں کیوں آستانِ پاک سے اوٹھکر چلی آئی
نہ ہو تقدیر میں کھانا - تو نعمت کیا کرے لیکر
یہ دو آنکھوں سے چھپ جانا - یہ اک دل کو نظر آنا
خوشی پہنچی ہی ڈرتے ڈرتے مشکل سے دلِ زار تک
تسلّی کے لیے وہ ہاتھ رکھتے بھی تو کیا رکھتے
طبیبِ مہرباں! رخصت ہو - بس اب مہربانی کر
بھلا ہو بیقراری کا - ترے بیمار کو جس نے
ترے زائر کے ہر نقشِ قدم پر رشک ہی مجھکو
مرے دل سے نکلتے موت آتی ہی تمنا کو
بھلا ہو درد کا - بیدرد اوٹھا بھی تو رضے رو پر
شبیہ اتنی بڑی پوری - ذرا سا خوردبیں شیشہ
اودھر نور نے دو دھوئے پتلی بیٹھی ہیں دو آنکھیں

ہماری پتلیاں اونکی طرف ہیں - کیا تماشا ہی
عجب دل ہی کلیجے کا - عجب دل کا کلیجا ہی
درختِ روضہ پر بےگنتی چڑیوں کا بسیرا ہی
نشانِ سجدہ کا ہیکو ہی - بدنامی کا ٹیکا ہی
پھنسیگا حلق میں جاکر جو سونے کا نوالہ ہی
یہ کیس چھپنے میں چھپنا ہی - یہ کیس پردے میں پردہ ہی
قدم رکھتی نہیں اندر - ترا ڈر دل میں بیٹھا ہی
ہیں دل میں آبلے ہی آبلے چھونے سے دکھتا ہی
مجھے رہنے دے میرے حال پر - مجھ میں رہا کیا ہی
پڑا دیکھا جو بستر پر - اوٹھایا ہی - بٹھایا ہی
میں اپنے گھر پڑا ہوں - وہ ترے رستے میں بیٹھا ہی
تمنا مرگ کی بھی اب تو اک عمر کی تمنا ہی
بُرا ہو ضبط کا کمبخت نے کب ساتھ چھوڑا ہی
ہماری آنکھ کے تِل میں ترے رخ کا نقشہ ہی
اودھر تر دامنی کا ایک دھبا - وہ بھی کچّا ہی

وہ چھالے کہاں کچھ ہیں داغ سینے میں
اثر معلوم ہی اپنا ٹپک کر گیا کرے آنسو
دعا تک مانگنی آتی نہیں وہ بینوا ہوں میں

مرے سینے کا اک اک داغ آئینے کا چھالا ہی
گرہ میں آبرو کو باندھکر موتی نے رکھا ہی
دعا کو بھی اگر اوٹھتا ہی خالی ہاتھ اوٹھتا ہی

جھکی ہی زائروں کی بھیڑ حافظ اک ذرا دم لو
درِ اقدس کا بوسہ لیا کوئی منھ کا نوالا ہی

۲-جمادی الاولے ۱۳۳۱ھ مطابق ۲۰-اپریل ۱۹۱۲ء

بعالمِ شدت درد

عرض حال کردو فی الحال شفا یافت

سرورِ دین دود وا سرِ درد کی
ہر دوا کے واسطے ہی کوئی درد
ہاتھ پہلو پر ہی پہلو میں ہی درد
ہی بھلے کو درد تیرا لا دوا
اب وہ خاکِ درِ وہ سنگِ در کہاں
ہلتے ہی اون کے لبِ اعجاز کے

ہی چڑھائی میرے سر پر درد کی
درد تیرا ہی دوا ہر درد کی
قدر ہی دل کے برابر درد کی
دل کو بیماری ہی بہتر درد کی
ہو تسلّی خاک پتھر درد کی
جان ہوتی ہی فنا ہر درد کی

درد خود بڑھ کر دوا ہو جائے گا
دل جگر تنگ ہو اگر۔ تو صبر ہو
دل کے ٹکڑے ہیں جگر ہے پاش پاش
پھوڑ لے سر آستانِ پاک سے
سر کے بل جاتا ہوں راہِ درد میں
درد سر میں کس بلا کا بھر گیا
چڑھ رہے ہیں ابخروں پر ابخرے
مرغِ جاں ہے نغمہ پروازِ اثر

گرد وا سے قدر بڑھ کر درد کی
ہے کوئی حد بھی مقرر درد کی
ہے شکایت اب تو گھر گھر درد کی
بس یہی ہے اک دوا سر درد کی
لگ نہ جائے سر کو ٹھوکر درد کی
رہ گیا سر۔ پوٹ بن کر درد کی
ہے چڑھائی آج سر پر درد کی
ہے یہ چڑیا دست پرور درد کی

کیا مجرب نسخہ حافظ کو ملا
ہے دوا نعتِ پیمبر درد کی

بیمارِ محبت کو شفا کیوں نہیں دیتے
کشتوں کو وہ ٹھوکر سے جلا کیوں نہیں دیتے
آنسو تری جالی کو بہا کیوں نہیں دیتے
ہم بھی تو ذرا دیکھیں جو پردے میں چھپے ہے
تم چاہو تو آنکھوں کو سبھی کچھ نظر آ جائے

جب درد دیا ہے تو دوا کیوں نہیں دیتے
فتنے ترے سوتے ہیں جگا کیوں نہیں دیتے
لڑکوں کا گھروندا ہے مٹا کیوں نہیں دیتے
تم دیکھنے والوں کو دکھا کیوں نہیں دیتے
کل سارے ترے پردے ہیں اٹھا کیوں نہیں دیتے

اس ضبط محبت کا بھی ہی کوئی ٹھکانا ۔ حبیب ٹوٹتے ہیں دل تو صدا کیوں نہیں دیتے

پیاسا ہوں دم نزع۔ اوترتا نہیں پانی ۔ تم شربت دیدار پلا کیوں نہیں دیتے

ہو جائے نہ مٹی ہوس مرگ مدینہ ۔ مٹی کو ٹھکانے سے لگا کیوں نہیں دیتے

پردے میں رہو شوق سے جلوہ نہ دکھاؤ ۔ پردے ہی سے آواز سنا کیوں نہیں دیتے

جو راہ بتا دیتے ہیں دیوانہ سمجھکر ۔ رستہ مجھے طیبہ کا بتا کیوں نہیں دیتے

ادھر نجد سے دامن کی ہوا پر تو میں غش ہوں ۔ غش میں مجھے دامن کی ہوا کیوں نہیں دیتے

آجائے ابھی ہوش میں دیوانہ تمہارا ۔ بو زلف معنبر کی سونگھا کیوں نہیں دیتے

بیٹھے ہیں جہاں دل میں کئی تیر تمہارے ۔ اک تیر وہاں اور لگا کیوں نہیں دیتے

دل پر درم داغ محبت کا ہو قبضہ ۔ چلتا ہوا سکہ ہی بٹھا کیوں نہیں دیتے

کی ہمنے خطا۔ تم سے مجھے دل کو لگایا ۔ تم آپ لگی دل کی بجھا کیوں نہیں دیتے

مرنے کا مزہ چکھنے کو مرتا ہوں میں تم پر ۔ مرنے کا مزہ مجھکو چکھا کیوں نہیں دیتے

بھاگے ہوئے بندے کو پکڑوا کے بلا لو ۔ جو کی ہے خطا۔ اوسکی سزا کیوں نہیں دیتے

بادشہ کونین سے کہلائیے حافظ
دل سے غم کونین بھلا کیوں نہیں دیتے

دو قدم چلنا ہی بھاری۔ شوق طیبہ دل میں ہے ۔ میں تو رستے میں پڑا ہوں دل پڑا منزل میں ہے

دونوں جلتے ہیں۔ گر دوری حضوری کا ہو فرق — میں سیہ خانے میں پہنچے۔ شمع اوس محفل میں ہے

دل تڑپ کر ہو گیا پہلو سے باہر بھی۔ تو کیا — شکر تو یہ ہی۔ ابھی دل کی تمنا دل میں ہے

سر رگڑ کر اونکی چوکھٹ پر کرونگا یہ سوال — کم سے کم ٹھوکر بھی کوئی قسمت سائل میں ہے

میری رسوائی کو طیبہ سے خبر لادے صبا — کچھ اگر خالی جگہ اونکی بھری محفل میں ہے

کھول سکتا ہی نہیں اسکو کوئی اونکے سوا — یہ بڑی خوبی ہمارے عقدۂ مشکل میں ہے

چشم زخم اسکو نہ پہنچے۔ اسکا پردہ ہے ضرور — ٹوٹی پھوٹی سی جو اک لذت شکست دل میں ہے

ایک سینہ دو ہیں پہلو۔ ایک پہلو میں ہے دل — اسکے آگے یہ نہ پوچھو۔ کون ہی جو دل میں ہے

سہل انکاری ہی سے اے کاش فرمادیں حضور — تیری مشکل کوئی مشکل ہی تو کس مشکل میں ہے

دل کی آنکھیں کیسی ہیں کیا جانیں ہمسے بے بصر — مردمک تو مردمک۔ نقطہ بھی کوئی دل میں ہے

اونکی صورت کے تصور سے کہو ٹھہرے ذرا — جان تھوڑی سی ابھی باقی تن بسمل میں ہے

ضعف مجھسے پوچھتا ہے ہر قدم پر راہ میں — کیا خمیر خاک طیبہ تیری آب و گل میں ہے

آنکھ کہتی ہی۔ سنا تھا اوٹ میں تل کی پہاڑ — کوہ جو ملک عرب کا ہی۔ وہ میرے تل میں ہے

وہ مدینہ جسکی منزل سیکڑوں منزل ہی دور — اوس مدینے والے کی منزل ہمارے دل میں ہے

ہوش کیوں رخصت ہوا جاتا ہی۔ اوسکا کیا بگاڑ — اونکا جلوہ جس قدر ہی آنکھ میں ہی دل میں ہے

حق بھی ہی حق کو حق۔ باطل کو باطل جانیے — اک حد فاصل بھی تو آخر حق و باطل میں ہے

اسنے کھویا - اوسنے رکھا ہی یہ فرقِ فکر و شغل | جو لبِ ذاکر سے نکلا - وہ دلِ شاغل میں ہی

ہر تمام ماہ بھر ہی روئے شہ ماہِ تمام | ماہِ کامل ہے ایک شب کامل مہ کامل میں ہی

ڈوبنے کی فکر ہی اک ناو - اوس پر ہم سوار | ناو بھی وہ ناو - جو ڈوبی غمِ ساحل میں ہی

تہ کو پہنچے وہ - جو بحرِ معرفت میں ڈوب جائے | دست و پا کیوں مارئیے - رکھا ہی کیا ساحل میں ہی

ایک وہ ہیں جو بھرے ہیں محفلِ سرکار میں | ایک میں ہوں جسکی رسوائی بھری محفل میں ہی

اتنوانی بھی نہیں ذوقِ حضوری میں خبر | اونکی محفل میں دل ہے یا اونکی محفل دل میں ہی

کاش ہو اونکی شمعِ محفل کا میں پروانہ بنوں | اونکا پروانہ بنی وہ شمع - جو محفل میں ہی

رشک ہے جس شمع کی جلتا ہی میرا دل وہ شمع | رات بھر ہو کر کھڑی جلتی ہی اوس محفل میں ہی

کوئی پردیسی - تمنا دل سے نکلے ساتھ ساتھ | اوسکو آنکھیں دیکھ لیں جسکی تمنا دل میں ہی

خواب میں آیا وہ - جسکی یاد سوتے جاگتے | جسکا سونا بھاگنا - وہ دیدۂ غافل میں ہی

جی خدا کی دل نبی کی ہے امانت میرے پاس | جی کی حسرت جی میں ہی دل کی تمنا دل میں ہی

امتثالِ امر ہی - افکار میں فکرِ غزل
طرح کچھ مشکل نہیں حافظ بڑی مشکل میں ہی

دیکھو واعظ! نہ چھڑا بادۂ احمر ہم سے | ہم ہیں وہ رند کہ ہی وعدۂ کوثر ہمسے

سر کو ٹکراؤں جنوں میں تو نکلتی ہے صلہ | ہائے کیوں روٹھ گئی آپ کی ٹھوکر ہمسے

بیخودی کا ہو بھلا، جس نے ہماری نہ سُنی / لیے جاتی ہے کہاں، ہمکو چھڑا کر ہم سے

شرم رکھ لے مرے اعمال کی اے داورِ حشر / رنگ دفتر کے نظر آتے ہیں کچھ درہم سے

کسی قابل ہوں، تو جلوے سے رہیں کیوں محروم / ذرّے ذرّے کو تو دیکھو جو ہے کمتر ہمسے

یادِ مژگانِ بتی میں رگِ جاں کھنچتی ہے / نہ رہیں دور یہ چبھتے ہوئے نشتر ہمسے

اہلِ جنت کہیں جنت کو نہ پھر دارِ قرار / پہنچے دو چار اگر اور بھی مضطر ہمسے

نیند لی ہے، چین لیا، صبر لیا، ضبط لیا / اور کیا مانگ رہا ہے دلِ مضطر ہمسے

بیخودی میں کوئی، ناصح! تری سنتا بھی تو ہو / بات کہنا ہے نہ کہنے کے برابر ہمسے

اپنے قابو کی ہے وہ بات، نہ اپنے بس کی / جس کا کرتا ہے تقاضا دلِ مضطر ہمسے

تم ہو اللہ کے پیارے، تمھیں زیبا ہے یہ ناز / ایک اللہ ہی اللہ ہے برتر ہمسے

صاف سب ہمسے رہیں، اہلِ صفا، اہلِ غبار / اک فقط گردِ کدورت ہو مکدّر ہمسے

دیدۂ تر بھرے بیٹھے ہیں جو پونچھے آنسو / دھو دھائے ہیں مگر دل ہے مکدّر ہمسے

واسطہ پردۂ تنزیہ کا، تقصیر معاف / یہ بتا دے کہ ملا کیا تجھے چھپ کر ہمسے

روے حضرت کی صفت پوچھتے کیا ہو حافظ / یہ تو قرآن ہی سن لیجیے ازبر ہمسے

غم نہیں خاک، جو دنیا ہو مکدّر ہمسے / ایک راضی ہو خدا، ایک پیمبر ہمسے

کوئی سنتا نہ ہو۔ تو شوقِ عرب کا دُکھڑا — دلِ مضطر سے کہیں ہم دلِ مضطر ہمسے
نذرِ یار سے۔ یہ کہتے ہیں نبی کے بیمار — بات کرنا نہ کبھی آنکھ ملا کر ہمسے
کرتے ہیں نذرِ اجل مفت۔ ابھی جانِ عزیز — روضۂ پاک میں پہنچا دے جو لیکر ہمسے
حسنِ یوسف کے سوا کسکی۔ زلیخا کو خبر — پوچھیے حضرتِ یعقوب پیمبر! ہمسے
کس طرح دیں دُرِ دندانِ نبی سے تشبیہ — کیوں خفا ہوتے ہیں گرجے ہوئے گوہر ہمسے
تو ہی پہنچا دے یہ فریاد نسیمِ سحری! — نہیں کٹتا ہی شبِ ہجر کا پل بھر ہمسے
نہ شفاعت کے لیے کوئی ملیگا تمسا — نہ گنہگار ملیگا کوئی بڑھکر ہمسے
ایک جلوے کی جھلک دیکھ لی بالا بالا — حضرتِ ہوش! ملا کیا تمھیں اوڑکر ہمسے
دیدۂ دل سے تو اوجھل نہیں دم بھر پل بھر — ظاہری اوٹ میں ہی گنبدِ اخضر ہمسے
ہائے وہ قطعۂ پاک۔ آہ یہ مٹھی بھر خاک — ہو مکدر بھی تو کس سے ہو مکدّر ہمسے
ہم جو طیبہ سے پھرے۔ پھر نہ کیا رخ بھی ادھر — کبھی سیدھا نہ ہوا پھر کے مقدر ہمسے
وہی اک سعیِ صفا۔ ایک طوافِ کعبہ — خاکِ حرمت ہوئی سجدے ہوئے پتھر ہمسے
۲ دو قدم روضہ ہے۔ سنبھلے ہوئے اے لغزشِ پا — تو گرا دیگی تو کیا لیگی گرا کر ہمسے

اب تو قصداً بھی بھلائی نہیں جاتی حافظ
وہ مزیدار اوچٹتی ہوئی ٹھوکر ہمسے

ضعف کا تھا یہ سلوک آپکے در پر ہمسے
کہ جھکا کر پھر اوٹھایا نہ گیا سر ہمسے

صبر سے نسبتِ دل - دل ہے سبک صبر وہ سل
شیشے پر تو نہ دھرا جائیگا پتھر ہمسے

چبھ گیا دل میں کسی کوچے کا تنکا تنکا
جانکر پھانس - نہ چھینے کوئی نشتر ہمسے

صبر کی تاب کہاں - طاقتِ فریاد کہاں
دلِ مضطر سے وہ کیونکہ ہو - یہ کیونکر ہمسے

آج دیدار نہیں - کل سہی - کل ہی کیا دور
یہی کیا کم ہی کہ ہی وعدہ محشر ہمسے

زہر کا گھونٹ ترے ہجر میں ہی آبِ حیات
غم جدائی کا جدا ہوگا تو مر کر ہمسے

ہمیں حق ہے ہمیں جو یعلو بھی ہی لا یعلے بھی
ہم اکیلے ہیں - مقابل ہیں بہتّر ہمسے

پاؤں وحشت کے جو نکلے تو یہ صحرا سے کہا
ہاتھ دو ہاتھ ہی چھوٹی تری چادر ہمسے

ہاتھ ملتے - چلے روضے سے یہ ہم کہتے ہوے
رہگیا چھوٹ کے دامانِ پیمبر ہمسے

تیرے کوچے میں پڑے ہیں تو پڑا رہنے دے
ضعف ایسا ہی کہ اوٹھتا نہیں بستر ہمسے

صفِ مژگاں کو لیے - کہتی ہیں آنکھیں رو کر
پردہ در کے لیے لیجیے جھالر ہمسے

ہمسے طیبہ میں کہا نا اب تو چلو - پھر آنا
تو نے اے نفس! دغا کی ہی یہ مکہ ہمسے

ہوش کہتا ہی - وہ لو آگئے میں جاتا ہوں
بیخودی کہتی ہی - باتیں ہوں گھڑی بھر ہمسے

غم ہم کا رہبت - فاقے کا غم کھائے بلا
چھین سکتا ہی کوئی رزق مقدّر ہمسے

جیتے جی گو رسے بدتر نہ ہو کیوں گھر حافظ

رہگیا چھوٹ کے محبوب کا گھر دور ہمسے

التجا سرکی بھی گر کر در شہ پر ہمسے
ہوئی سرکار شفاعت جو بدوں کی گاہک
اپنی ہی حق نگہ سے یہ ذرا پوچھ نہ لو
پھیر لایا فقط اک پھیر مقدر کا ہمیں
ہم تو اک شربت دیدار کے پیاسے ہیں فقط
پوچھنا کیا۔ جو وہ پوچھیں ہمیں بیماری میں
شوق آنکھوں ہی کو ہے۔ دل میں تو جلوے ہیں بھرے
تو صبا! روضے کو جا۔ دل کی تمنا تو نہ پوچھ
اوسکے افسر کو تو ٹھوکر بھی لگا دینگے نہ ہم
درد اُٹھنے کو اُٹھا ہے۔ مگر اتنا ہو کرم
سا سات آنکھوں میں پڑے ہیں یہاں ایک نہ دو
اور لے لیں ترا سودا جو ملے سر کے عوض
چھوٹنا شہر پیمبر سے ۔ کیسے تھا ۔ ہمکو
ہائے رونا دم رخصت ۔ وہ پکڑ کر جالی

چھوڑ جا ہمکو یہیں چھوٹے نہ یہ در ہمسے
کوئی ڈھونڈے نہ ملا حشر میں بدتر ہمسے
اور دیکھے ہیں تو دیکھے ہیں مضطر ہمسے
ہم مدینے سے پھرے اور مقدر ہمسے
میٹھی باتیں نہ کر اے شربت کوثر ہمسے
اچھے اچھوں میں بھی کوئی نہیں بہتر ہمسے
کیا چھپاتے ہو جمال رخ انور ہمسے
کہی جاتی نہیں منھ بھی ترا پا کر ہمسے
مانگے افسر کے عوض جو تری ٹھوکر ہمسے
اک ذرا ٹھہر اے دل! بیٹھیے ہٹ کر ہمسے
انکو ملنا ہو جو اغیار سے چھپ کر ہمسے
کوئی لے لے ترے سودے کے عوض سر ہمسے
کس سے تھا چھوٹنے کو شہر پیمبر ہمسے
اور حسرت تھی کہ روتی تھی لپٹ کر ہمسے

دامنِ تر کی خبر لیجیے پہلے حافظ
یوں تو جھپکیگی نہ جھپکی مژہ تر ہمسے

جھوم کر وجد میں - کہتا ہی یہی سر ہمسے
کہ بھلائی نہیں جاتی ہی وہ ٹھوکر ہمسے

نہیں جاتا ہی مدینے کو عریضہ لیکر
ہم سمجھتے ہیں کہ اوڑتا ہی کبوتر ہمسے

بخش دیں وہ جو خطا ہی وہ خطا عینِ صواب
یوں خطائیں تو ہوا کرتی ہیں اکثر ہمسے

آہ کی سینہ پھونکا - ضبط کیا جان گھٹی
جو گزرتی ہی - گزرتی ہی یہیں پر ہمسے

ای صبا جان ہی اس کام کے بدلے حاضر
بات کرلیں وہ اگر پردہ اٹھا کر ہمسے

دفترِ شافعِ محشر میں لکھا ہی چہرہ
اور کچھ پوچھ نہ ای داورِ محشر ہمسے

لاکھ پردوں میں بھی بے پردہ نظر آئیگا
لاکھ پردے میں چھپے وہ رخِ انور ہمسے

دلِ مشتاقِ زیارت نے دمِ نزع کہا
تو کہاں جائیگی ای جان نکل کر ہمسے

اسمیں قدسی ہو - کہ ہو عرشِ بریں کا تارا
اون سے بڑتر نہ ملیگا کوئی - کمتر ہمسے

ہم تو سو بار اگر مر کے جئیں ای عیسے
نہ ہو وصفِ لبِ جاں بخشِ پیمبر ہمسے

آہ وہ درد جسے زخم کلیجے سے لگائے
ہائے وہ زخم - جو ملا کر نہ رہے مرہم سے

کیا خطا تیرِ نگہ کی - جو ادھر ہو سیدھا
ہوتی رہتی ہیں خطائیں بھی تو اکثر ہمسے

نہ بدی کی ہوئی پرسش نہ بدی کی تھی کوئی
ایسے اچھوں سے تو اچھے رہے بدتر ہمسے

آے دن کی یہ تڑپ۔ روز کی چھل بل کیسی	کیوں چھپاتا ہی پتے کی دل مضطر ہمسے

بھر گیا عمر کا پیمانہ لبالب حافظ
اب چھلکتا ہی نہ سنبھلیگا یہ ساغر ہمسے

آج پچھا ہے کے ہیں بگڑے ہوے تیور ہمسے	کھائی چغلی دہن زخم نے کیا مرہم سے
مدد ای ضعف! نہ چھوٹے در سرور ہمسے	یوں گرا دے کہ اُٹھا جاے نہ گر کر ہمسے
درد کہتا ہی یہ پہلو میں چمک کر ہمسے	چھیڑ کرتا ہی یہ دیکھو دل مضطر ہمسے
جو خطا کی وہ خطا بخش سمجھکر تجھکو	یہ خطا ہمسے ہوی ہمسے۔ مقرر ہمسے
رونگٹا رونگٹا پتلا ہی سیہ کاری کا	کوئی نیکی نہ ہوی بال برابر ہمسے
حضرت پیر فلک کو نہ سمجھنا تھوڑا	او تنے ہی نیچے ہیں جتنے ہیں اوپر ہمسے
ضبط ٹوٹا دل خستہ کا تو نکلی یہ صدا	تو ابھی آہ کہاں جائیگی کھنچکر ہمسے
کیا عجب! قبر سے جب قد کے تصور میں اوٹھیں	حشر کے روز قیامت ملے اوٹھکر ہمسے
لب فریاد سے کہتا ہی فلک۔ بس خاموش	نہ رہا جائیگا نالے ترے سنکر ہمسے
عقل چکی ہیں۔ بشر عقل کے چکر میں نہ آے	یہ پہیلی ہی اگر پوچھے خضر دور ہمسے
یوں تو ہونیکو ہیں دنیا میں بہت خانہ بدوش	نہ سبکدوش وہ ہمسے ہیں نہ بیگھر ہمسے
ارے بجلی ابھی تو گر پڑے۔ لوٹے۔ تڑپلے	تو نے دیکھے ہی کہاں ہیں ابھی مضطر ہمسے

ہوی کافور نہ سوزش تری ای زخم جگر
کیا کلیجا تو ٹھنڈا نہ ہوا مرہم سے

نکلے جاتے ہو کدھر۔ چھوڑ کے حافظ گھر بار
خیر ہی۔ کچھ تو کہو جان برادر ہمسے

منتظر پاؤں کہ کب جھک کے ملے سر ہمسے
سر کو یہ ڈر کہ نہ لے لیں کہیں چلکر ہمسے

تیری ٹھوکر ہی میں جو لذت ہی کسی شی میں نہیں۔
پوچھ لے۔ ٹھونک بجا کر۔ تری ٹھوکر ہمسے

جان قضے میں پڑی ہی۔ تن بیجاں ہی یہاں
ابتو بیگھر ہیں بہت ہند میں گھر گھر ہمسے

خاک طیبہ کی ہو۔ طیبہ کے ہوں پتھر۔ ہم ہوں
دور ہو۔ دور ہو۔ ای بالش و بستر ہمسے

یا خدا ہم ہوں۔ ترا گھر ہو ترے گھر کا طواف
سہے جاتے نہیں گھر بیٹھے کے چکر ہمسے

دامن زخم جگر پر ہی نمک کا پھاہا
لذت درد کا پردہ ہی ڈھکا مرہم سے

لڑکے پھر لڑکے ہیں۔ ای پای جنوں آہستہ
پیچھے رہجائیں نہ پھینکے ہوے پتھر ہمسے

سر شوریدہ کو ٹھوکر سے نہ رکھیے محروم
کہ اوٹھائی نہیں جانے کی یہ ٹھوکر ہمسے

ہیں بد اعمال تو اپنے لیے۔ پھر۔ اور کو کیا
نہ ہو برہم۔ رہے سیدھی صف محشر ہمسے

آنکھیں پھوٹیں۔ جو ہو غائب کبھی۔ حاضر غائب
وہ ترا روزن دیوار۔ ترا در۔ ہمسے

آکے بس جا دل ویراں میں کہ ہی چوپڑ کا ڈر
اب رکھایا نہیں جاتا ہی ترا گھر ہمسے

گرم رو۔ برہنہ پا۔ دشت عرب۔ دھوپ کڑی
راستے میں پڑے جلتے رہے پتھر ہمسے

تیغ ابروئے نبی سے جو مرے دلکو ملے
سئے جاتے نہیں وہ زخم کے منھ پر ہمسے

دل کم ظرف کی اک آہ سے بھانڈا پھوٹا
کی گئی ہضم نہ کھائی ہوئی ٹھوکر ہمسے

دولتِ فقر۔ خداداد ہے دولت حافظ
تاب کیا چھین سکے کوئی تونگر ہمسے

تضمین قطعہ

چلے جب حضور سوئے فلک بَلَغَ العُلیٰ بِکَمَالِہٖ
تو نہ پوچھو رخ کی چمک دمک کَشَفَ الدُّجیٰ بِجَمَالِہٖ

وہ ہیں بے نظیر دریں چہ شک حَسُنَت جَمِیعُ خِصَالِہٖ
اُنھیں دیکھ لیں تو کہیں ملک صَلُّوا عَلَیْہِ وَآلِہٖ

مسدس

چلے شاہ چڑھ کے براق پر تو وہاں گئے صفت نظر
نہ براق کا تھا جہاں گذر۔ نہ تھے بس میں روح امیں کے پر

نہ کوئی رفیق نہ راہبر۔ نہ کوئی ادھر نہ کوئی اُدھر
نہ ملی پھر آگے کوئی خبر۔ مگر اس قدر مگر اس قدر

بَلَغَ العُلیٰ بِکَمَالِہٖ کَشَفَ الدُّجیٰ بِجَمَالِہٖ
حَسُنَت جَمِیعُ خِصَالِہٖ صَلُّوا عَلَیْہِ وَآلِہٖ

وہ گلِ حدیقۂ اصطفا۔ گہرِ خزینۂ اجتبا
وہ ملا ہوا تھا جدا۔ وہ خدائے پاک سے جا ملا

کہیں نام تھا نہ حجاب کا۔ تھا ایک پردہ اٹھا ہوا
کہیں حبذا کہیں مرحبا۔ کہیں یہ ترانہ یہ شور تھا

بَلَغَ الْعُلٰی بِکَمَالِہٖ کَشَفَ الدُّجٰی بِجَمَالِہٖ
حَسُنَتْ جَمِیْعُ خِصَالِہٖ صَلُّوْا عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ

وہ جو انبیا کا امام تھا اُسے گھر میں شغل منام تھا
پھر ادب کے ساتھ کلام تھا۔ کہ وصال حق کا پیام تھا
تو یہ جبرئیل کا کام تھا۔ کہ جگا کے پیش سلام تھا
ابھی زیب بیت حرام تھا۔ ابھی لامکاں میں مقام تھا

بَلَغَ الْعُلٰی بِکَمَالِہٖ کَشَفَ الدُّجٰی بِجَمَالِہٖ
حَسُنَتْ جَمِیْعُ خِصَالِہٖ صَلُّوْا عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ

چمن ارم ہے چمن چمن۔ کہیں یاسمن کہیں نسترن
یہ ملا جواب شہ زمن ہیں انھیں کے بھائی ابوالحسن
وہ لوائے سرور انجمن کوئی پوچھتا ہے کھڑا کہ سن
ہوئے آگے بڑھ کے جو گامزن نہ رہا تفاوت ما و من

بَلَغَ الْعُلٰی بِکَمَالِہٖ کَشَفَ الدُّجٰی بِجَمَالِہٖ
حَسُنَتْ جَمِیْعُ خِصَالِہٖ صَلُّوْا عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ

نہیں عقل کو سر جستجو۔ نہ زبان قابل گفتگو
نہ نسیم و غنچہ نہ رنگ و بو۔ نہ ہی فوق و تحت نہ پشت و رو
نہ ہی بحر و بر نہ ہی آب جو۔ نہ ہی آب و گل کی نشست و شو
نہ جہت وہاں ہے نہ میں نہ تو۔ میں حضور راز عیاں ہو

بَلَغَ الْعُلٰی بِکَمَالِہٖ کَشَفَ الدُّجٰی بِجَمَالِہٖ
حَسُنَتْ جَمِیْعُ خِصَالِہٖ صَلُّوْا عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ

ہوئے آرہ سپہر جو شہ امم ملیں آنکھیں فرش قدم بقدم نہ وہاں تھی غم کی وہاں بہم نہ ہمکو وجود کہاں ہی نہ کہیں عدم	ملی آگے بڑھکے حدِ قدم نہ وہاں ہے دم نہ وہاں ہے ہم ہوا ظل و ذات میں وصل ہم رہا دو کماں سے فصل کم

بلغ العلیٰ بکمالہ کشف الدجیٰ بجمالہ
حسنت جمیع خصالہ صلوا علیہ وآلہ

ہو مقتدائے امم مرے پیشوا یہی التجا یہی مدعا کہ مرے نبی یہ کرو دعا بحضور داورِ کبریا	تمہیں اپنی آل کا واسطہ حسنین کا ختنین کا بھرے جام عمر کا جب قضا ہو نوا سے حافظ بینوا

بلغ العلیٰ بکمالہ کشف الدجیٰ بجمالہ
حسنت جمیع خصالہ صلوا علیہ وآلہ

خمسہ بر غزل قدسی

مصطفیٰ جب ہوئے گرم سفر نیم شبی بقدومش ہمہ گفتند چہ قدسی چہ نبی	تھے فرشتے ہمہ تن محو زیارت طلبی مرحبا سید مکی مدنی العربی

دل و جاں باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

کیا دری کیا عربی کیا یمنی کیا حلبی حبذا اصل علی آپ ہیں نبیوں کے نبی	مانتے آئے ہیں سب آپ کی عالی نسبی مرحبا سید مکی مدنی العربی

دل و جاں باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

اک نظر شانِ جمالی کا دکھا کر عالم
ہاتھ سے تھامے ہوئے دل۔ وہ کہیں کھا کے قسم
پوچھو یوسف سے جمیل آپ یا وہ ہیں کہ ہم
منِ بیدل بجمالِ تو عجب حیرانم

اللہ اللہ چہ جمالست بدین بوالعجبی

آپ آئے ہمہ تن رحمتِ عالم ہو کر
سب سے بدتر ہوں میں ہاں اک نگہِ رحم ادھر
نیک و بد کوئی ہو۔ رحمت کی نظر ہے سب پر
چشمِ رحمت بکشا سوئے من انداز نظر

ای قریشی لقبی ہاشمی و مطلبی

عالموں سے بنی آدم کو سوا ہی رتبہ
تم ہو عالم سے بھی۔ آدم سے بھی سب سے اعلیٰ
ایک سے ایک کے رتبے ہیں زیادہ کیا کیا
نسبتے نیست بذاتِ تو بنی آدم را

برتر از عالم و آدم تو چہ عالی نسبی

الاماں وہ تفِ خورشید۔ وہ ہولِ عرصات
اُنکا صدقہ۔ رہے پیاسے جو لبِ نہر فرات
اُمتی تیرے تجھی سے ہیں طلبگار نجات
ما ہمہ تشنہ لبانیم و توئی آبِ حیات

رحم فرما کہ زحد میگزرد تشنہ لبی

آسماں سے بھی تم گزرے۔ کہاں کے بر دوشت
لامکاں تک گئے تم کیسی جناں کی گلگشت
کہیں رضواں لیے کوثر۔ کہیں سورج لیے طشت
شبِ معراج عروجِ تو ز افلاک گزشت

بسکہ بسکہ رسیدی ز ہیچ ثنی

تو نے تقسیموں کو زبانِ عربی پہ ہی عبور
عربوں کی ہو بشارت۔ عربی خود ہیں حضور
اہلِ جنت بھی زباندانِ عرب ہیں ضرور
ذاتِ پاکِ تو درین ملکِ عرب کرد ظہور
زاں سبب آمدہ قرآں بزبانِ عربی

پھلے پھولے ترو تازہ۔ شجر و برگ تمام
ملتے ہیں بارھوں مہینے ثمرِ پختہ و خام
شجر و برگ ہیں پھل پھول کو۔ بفضل دوام
نخلِ بستانِ مدینہ ز تو سرسبز مدام
زاں شدہ شہرۂ آفاق بشیریں رطبی

تیرے کوچے کا ہوں کتا۔ تیرے کوچے کی قسم
سگِ دنیا کہو مجھکو سگِ دنیا سے بھی کم
توبہ توبہ یہ خطا۔ وہ تو ہی آہوئے حرم
نسبتِ خود بسگت کردم و بس منفعلم
زانکہ نسبت بسگِ کوئے تو شد بے ادبی

سنکے شہرہ کہ مدینے میں درِ فیض ہی باز
قصہ کوتاہ کیے طی سفر دور و دراز
چلدیے ملکوں سے دیکھا نہ نشیب اور فراز
بر درِ فیضِ تو استادہ بصد عجز و نیاز
رومی و طوسی و ہندی یمنی و حلبی

[illegible] نعت حافظ کو بھی ڈھب کی سوجھی
[illegible] کہ یہ کہنے کو چلا ہی قدسی
ہو لیے ساتھ کہ آمین کہینگے ہم بھی
سیدی انت حبیبی و طبیب قلبی

آمده سوی تو قدسی پی درمان طلبی

مخمس بر غزل حضرت خواجہ حافظ شیرازی علیہ الرحمہ

چھاتی کو کر دیا ہو جب درد نے دوپارا
کیا صبر کی ہو طاقت کیا ضبط کا ہو یارا
لیتا ہے کہ جا رہا ہی قابو سے دل ہمارا
دل میرود ز دستم صاحبدلاں خدارا
دردا کہ رازِ پنہاں خواہد شد آشکارا

دریا چڑھا ہوا ہی طوفاں ہی بلا خیز
اب ڈوبتی ہی کشتی چلنے لگی ہوا تیز
دیکھی نہیں تباہی ایسی مصیبت انگیز
کشتی شکستگانیم ای بادِ شرطہ برخیز
باشد کہ باز بینیم آں یارِ آشنا را

کلیاں چٹک رہی تھیں گل کھل رہے تھے گل گل
چنپا چنبیلی جوہی لالہ ہزارہ سنبل
ساقی لیے ادا سے لبریز ساغرِ مُل
در حلقۂ گل و مل خوش خواند دوش بلبل
ھاتِ الصَّبُوحَ ھُبُّوا یا اَیُّھا السُّکاریٰ

میں اک فقیر گدا ہوں تم صاحبِ کرامت
تم آفریں کے لائق میں قابلِ ملامت
اتنا بھی عرض کرنے دیتی نہیں ندامت
ای صاحبِ کرامت شکرانۂ سلامت
روزی تفقدی کن درویشِ بینوا را

پست و بلند یکساں ہی جب نظر ہو پست
ہو دوست یا کہ دشمن نیکی کرے در و بست
سن لیجیے نصیحت یہ مختصر ہمہ دست
آسایش دو گیتی تفسیر ایں دو حرفست

با دوستاں تلطف با دشمناں مدارا

چپ ہو کے بیٹھ ای دل ہی ناپسند ہر چند
اوسکی رضا سے راضی اوسکی قضا سے خرسند
ذلت کے در کھلے ہیں عزت کے راستے بند
در کوے نیکنامی ما را گزر ندادند

گر تو نمی پسندی تغییر کن قضا را

فقر و فنا کا رتبہ ظاہر اگر ہو تجھپر
مسند کو مارے ٹھوکر تکیے کو سمجھے بر تر
قیصر رہا نہ سنجر دارا نہ ہی سکندر
آئینۂ سکندر جام جم است بنگر

تا بر تو عرضہ دارد احوال ملک دارا

آنِ جمال اوسکی تنہا نہیں زباں زد
شانِ جلال بھی ہی جسکی نہیں کوئی حد
امید و بیم اگر ہی دن رات کر خوشامد
سرکش مشو کہ چوں شمع از غیرتت بسوزد

دلبر کہ در کفِ او موم است سنگِ خارا

زاہد کو کیا دکھاؤں آنکھوں میں اوسکی ہی دھند
سمجھاؤں اوسکو کیونکر اوسکا تو ذہن ہی کند
ہی کچھ عجب مزے کا اک جرعۂ مے تند
آں تلخ وش کہ صوفی ام الخبائثش خواند

اشہی لنا و احلی من قبلۃ العذارا

ہی نیست جنسِ ہستی مہنگی ملے کہ سستی
سمجھو فراخ دستی آئے جو تنگدستی

چھوڑو نہ فاقہ مستو تم شغلِ مے پرستی
ہنگام تنگدستی در عیش کوش و مستی

کاین کیمیائے ہستی قاروں کند گدا را

حافظ کی وضعِ رندی مقبول ہو کہ مردود
بیخود سے کیا اولجھنا وہ جانے اور معبود

اوسکو عبث نصیحت اوسکو ہی پند بے سود
حافظ بخود نپوشید این خرقۂ مے آلود

ای شیخِ پاکدامن معذور دار ما را

۲۲ ربیع الاوّل شب ۱۳۲۶ھ بموقع عرس شریف پڑھی نظم

یہ سیہ کار اور سرتا پا گناہ
بھاگ کر جس نے کہیں پائی نہ راہ

یہ بندہ کارو ذلیل و روسیاہ
پھر یہیں ہر پھر کے آیا عذرخواہ

بر در آمد بندۂ بگریختہ
آبروے خود بعصیاں ریختہ

یہ نکمّا۔ یہ گرفتارِ وبال
حاضر اب در پر ہی باصد انفعال

جو رہا تھا غیر حاضر پارسال
دست بستہ۔ پا شکستہ خستہ حال

بر در آمد بندۂ بگریختہ

آبروے خود بھیاں ریختہ

فضلِ رحمٰن مرشدِ عالی مقام — آپ آقا حافظ اک بھاگا غلام
اب اگر مقبول ہو جائے سلام — شرم رہ جائے سرِ دربارِ عام

بر در آمد بندۂ بگریختہ
آبروے خود بھیاں ریختہ

عرس شریف ۲۲ ربیع الاوّل سنہ ۱۳۳۲ھ

ترجیع بند

فضلِ رحمٰن بمن سوختہ سامان مدد دے — فضلِ رحمٰن تو صد فضلِ رحمٰن مدد دے
حرمتِ جانِ نبی رحمتِ یزداں مدد دے — مدد دے کن مدد دے کن مدد دے ہاں مدد دے

فضلِ رحمٰن بمن بیدل و بیجاں مدد دے
دل فدایت مدد دے جان تو قرباں مدد دے

گو نکلتی ہی بمشکل ترے بیجاں کی صدا — کرتی ہی جان کو بسمل ترے بیجاں کی صدا
سنگ بیتاب ہی محفل ترے بیجاں کی صدا — بس یہی ہی ترے بیدل ترے بیجاں کی صدا

فضلِ رحمٰن بمن بیدل و بیجاں مدد دے

دل فدا ایت مددے جان تو قرباں مددے

دل بیتاب ٹھہر جائے اگر تم چاہو
پھر تڑپنے کی نہ ٹھہرائے اگر تم چاہو
درد اوٹھ اوٹھ کے نہ تڑپائے اگر تم چاہو
جان میں جان ابھی آئے اگر تم چاہو

فضل رحمٰن بمن بیدل و بیجاں مددے
دل فدا ایت مددے۔ جان تو قرباں مددے

تن بدن کی ہو خبر اس قدر اوسان کہاں
ہتا گلے میں پٹے حالون جو گریبان کہاں
صبر کی تاب کہاں ضبط کی وہ آن کہاں
سینے میں دل وہ کہاں دل میں وہ اجابن کہاں

فضل رحمٰن بمن بیدل و بیجاں مددے
دل فدا ایت مددے۔ جان تو قرباں مددے

دل میں نادم ہوں سمجھتا ہوں میں جیسا میں ہوں
جس سے رسوا بھی چلے بچلے وہ رسوا میں ہوں
جسکو مرنا بھی نہ آتا ہو وہ زندہ میں ہوں
جسکو جینا بھی ہے اک موت وہ جیتا میں ہوں

فضل رحمٰن بمن بیدل و بیجاں مددے
دل فدا ایت مددے۔ جان تو قرباں مددے

بھیڑ سی بھیڑ ہے در پر ترے دیوانوں کی
ہیبت کو شمع سے لگ جاتی ہے پروانوں کی
اک جماعت سی جماعت ہے پریشانوں کی
بیدلوں کی کوئی گنتی ہے نہ بیجانوں کی

فضلِ رحمٰن بمنِ بیدل و بیجاں مددے
دل فدایت مددے جان ہو قرباں مددے

ہم خوشامد سے ثنا خواں سہی تیرے ہی تو ہیں باؤلے ہی سہی۔ ہاں ہاں سہی تیرے ہی تو ہیں	ہم جو دانا نہیں۔ ناداں ہی سہی تیرے ہی تو ہیں لاکھ بیدل سہی۔ بیجان سہی تیرے ہی تو ہیں

فضلِ رحمٰن بمنِ بیدل و بیجاں مددے
دل فدایت مددے۔ جاں ہو قرباں مددے

جو مرید آئے ہیں در سے ترے جائیں کہاں گھر تو اک گھر ہی ترا گھر سے ترے جائیں کہاں	یہ پلا کرتے ہیں لنگر سے ترے جائیں کہاں در تو اک در ہی ترا در سے ترے جائیں کہاں

فضلِ رحمٰن بمنِ بیدل و بیجاں مددے
دل فدایت مددے۔ جاں ہو قرباں مددے

ہو گئے بیجان بھی پہلو میں نہیں دل کو قرار دل و جان میں ہیں ہم اُن بن یہ بڑھی آخر کار	جان قالب میں ہے بیدل کہ ٹھہرنا دشوار اپنو دل جان سے ہی۔ جان ہے دل سے بیزار

فضلِ رحمٰن بمنِ بیدل و بیجاں مددے
دل فدایت مددے۔ جاں ہو قرباں مددے

ہے درم نقد گدا لعل و گہر کچھ بھی نہیں	پاس جز دستِ تہی۔ دولتِ زر کچھ بھی نہیں

نذر کرنے کو بجز دیدۂ تر کچھ بھی نہیں
دیدۂ تر میں بجز لختِ جگر کچھ بھی نہیں

فضلِ رحمٰن بمن بیدل و بیجاں مددے
دل فدایت مددے جاں بتو قرباں مددے

دل کیا آپ ہی نذرِ نظرِ پیر ہدے
ملک الموت کو دی جان کہ ہو نذرِ خدا

قبر میں دیکھو تو منہ کھولے حافظ کا ذرا
لب نہ ہلتے ہوں نکلتی نہ ہو لب سے یہ صدا

فضلِ رحمٰن بمن بیدل و بیجاں مددے
دل فدایت مددے جاں بتو قرباں مددے

سلام سنہ ۱۳۲۸ھ

السلام ای شافعِ محشر لقب
السلام ای قاسمِ جنت لقب

انبیا میں تاج والے السلام
ای مرے معراج والے السلام

میرے مولے امیرے والی السلام
آپ ہیں مولے الموالی السلام

السلام ای پادشاہِ دادرس
السلام ای خلق کے فریادرس

السلام ای مہر و ای ماہِ تمام
آپ کا دن آپ کی رات السلام

السلام ای دینے والے داد کے
سننے والے آپ ہیں فریاد کے

السلام ای عزتِ فرشِ زمیں
فخرِ آدم، فخرِ حوّا! السلام
اَنْتَ حَامِدٌ اَنْتَ اَحْمَدُ اَلسَّلَام

السلام ای سرورِ کون و مکاں
تمسے آدم تمسے حوّا السلام
رگ شناسِ نحنُ اقرب السلام

ہے زبردست آپ کا دینِ متین
آپ کے اصحاب پر پیہم سلام
آپ پر نازل کلام اللہ کا
آپ کا انعام ہے مشہورِ عام
آپ کا جلوہ ہے دن رات السلام
السلام ای مصطفےٰ ثم السلام
نورِ خالق آپ کا نور۔ السلام
آپ پر قرآن نازل۔ السلام
السلام ای پرتوِ مرآتِ حق

السلام ای زینتِ عرشِ بریں
فخرِ مریم، فخرِ عیسےٰ! السلام
یا محمدؐ یا محمدؐ اَلسَّلَام

السلام ای مفخرِ کون و مکاں
تمسے موسےٰ تمسے عیسےٰ السلام
اُدْنُ مِنّی کے مخاطب السلام

آپ کے اصحاب ہیں رکنِ رکین
آپ کے احباب پر ہر دم سلام
آپ پر ہر دم سلام اللہ کا
ہو عطا جاگیر ہیں دار السلام
آپ ہیں نورِ سمٰوات السلام
السلام ای مجتبےٰ ثم السلام
آپ ہیں نورٌ علےٰ نور السلام
آپ کا ہے دین کامل۔ السلام
السلام ای اولِ آیاتِ حق

السلام ای آپ ہیں مشکل کشا — السلام ای آپ ہیں حاجت روا
السلام ای شاہِ والا السلام — السلام ای میرے مولےٰ السلام
السلام ای شمع ایوانِ رُسُل — السلام ای صدرِ دیوانِ رُسُل
السلام ای فخرِ آدم السلام — السلام ای جانِ عالم السلام
تیرے گھر ہی دین و ایماں السلام — السلام ای دین و ایماں السلام
السلام ای نورِ دل۔ نورِ نظر — السلام ای رب کے منظورِ نظر
قبلۂ دل! کعبۂ جاں! السلام — نورِ عرفاں۔ نورِ ایماں! السلام
تجھسے زیب و زینِ ایماں السلام — تیری الفت عینِ ایماں السلام
السلام ای اولِ کل انبیا — السلام ای افضلِ کل انبیا
السلام ای بلبلِ گلزارِ کُن — السلام ای نو گلِ گلزارِ کن
السلام اللہ کی شان السلام — دل تصدق۔ جان قرباں السلام
ناسخِ ادیانِ ماضی السلام — آپ سے اللہ راضی السلام
السلام ای عرش منزل السلام — لامکاں کے شمعِ محفل! السلام
ای مقیمِ آسماں۔ تم پر سلام — ای مکینِ لامکاں۔ تم پر سلام
السلام ای حشر میں سب کے شفیع — شان تیری پیش حق سب سے رفیع

السلام ای عاصیوں کے عذر خواہ
حافظِ بیدست و پا کے دستگاہ

السلام ای مہرِ پنہاں تم پہ عیاں
ہو نہ ظاہر غیر پہ دردِ نہاں

بیدلوں کے آپ دلدار السلام
غمزدوں کے آپ غمخوار السلام

آپ ہیں لیٰسین و طٰہٰ السلام
قابلِ اوحیٰ فاوحیٰ السلام

منتہی تم - اور سب ہیں مبتدی
مقتدا تم - اور سب ہیں مقتدی

فرش کی معراج تیری خاکِ پا
عرش کی سرتاج تیری خاکِ پا

آسمانوں پر تمھاری آب و تاب
مہر و مہ ذرے ہیں تم ہو آفتاب

ہو تمھیں تو نورِ مہر و ماہ کے
تمسے سب کچھ ہی سوا اللہ کے

اللہ اللہ کیا ہی رحمت کی نگاہ
ہم گنہگار اور تم ہو عذر خواہ

باغِ طیبہ ہی تمھارا خانہ باغ
تم خدا کے گھر کے ہو روشن چراغ

ہیں عیاں اعمالِ امت آپ پر
اور حالی حالِ امت آپ پر

بیکسوں کا کون ہی تیرے سوا
بے بسوں کا کون ہی تیرے سوا

ناتوانوں کا سہارا کون ہی
بیچارہ نوں کا سہارا کون ہی

حشر میں کنبا قبیلہ کچھ نہیں
بے وسیلے کا وسیلہ کچھ نہیں

حشر کے دن کسکو کسکی فکر ہی
جسکو دیکھو - اوسکو اپنی فکر ہی

اپنے سب ہیں غیر سب کا آپ غیر
بھائی بیٹا بیبیاں ماں باپ غیر

ایک نیزے پر کھڑا ہی آفتاب
ہو رہا ہی ذرّے ذرّے کا حساب

تولے جاتے ہیں ترازو میں عمل
تول میں ممکن نہیں کچھ پیچ بل

بال سے باریک ہی راہِ صراط
دیکھیے کیونکر ہو طے راہِ صراط

راہِ پل ہی تیز تر تلوار سے
گرتے ہیں کٹ کٹ کے جسکی دھار سے

پل کے نیچے نار کے شعلے شدید
ترجمان نعرۂ ھَلْ مِنْ مَّزِیْد

المدد ای میرے غمخوار المدد
المدد میرے مددگار المدد

ہی عیاں مشکلکشائی آپ کی
میں ہوں مشکل میں دُہائی آپ کی

دینے والا کون آئے داد کا
سننے والا کون ہی فریاد کا

ہاں خبر لو حافظِ مجبور کی
امّتی ہی ۔ امّتی ہی ۔ امّتی

آپ مولے ہیں وہ ایک ادنےٰ غلام
دست بستہ عرض کرتا ہی سلام

دل فدا و جاں نثار و سر بکف
گر قبول افتد زہے عزّ و شرف

اک گزارش کی اجازت دیجیے
جو گزارش میں کروں سن لیجیے

کیوں حضوری سے مجھے رکھا ہی دور
کیا لکھا ہی میری قسمت میں حضور

ہی بھی قسمت میں زیارت یا نہیں
ہی بھی قسمت میں یہ دولت یا نہیں

مبتلائے رنج و غم کب تک رہوں
یَا دَوَائِیُ یا طَبِیْبِیُ اَلْغِیَاث

کیا دکھائیں دیکھیے میرے نصیب
کب بلائیں دیکھیے سرکار آپ

بتیس سال امیدواری میں کٹے
تا کجا امیدواری - الغیاث

اپنے بس تک ہمنے مارے ہاتھ پاؤں
یا نبی اب طاقت دوری نہیں

ہے جدائی کی کوئی حد الاماں
دل کو یہ کہہ کے سمجھاتا ہوں میں

دیکھ پیش اب جاتی ہے حکمت کوئی
ایک دو دن ہو تو کام آئے فریب

ایسے بہلانے کا ہو کیا اعتبار
کچھ گئے - کچھ ہو بھی آئے با نصیب

جانے والے جا چکے - ہم رہ گئے

التجا کس سے کروں کس سے کہوں
یَا غِیَاثِیُ یَا حَبِیْبِیُ اَلْغِیَاث

دیکھیے کب تک رہوں میں بے نصیب
کب دکھائیں دیکھیے دیدار آپ

بتیس سال اس بیقراری میں کٹے
تا کجا یہ بیقراری - الغیاث

اب نہیں چلتے ہمارے ہاتھ پاؤں
یا نبی اب تابِ مجبوری نہیں

یا غیاثی یا محمد الاماں
دیکھ اب جاتا ہوں اب جاتا ہوں میں

دیکھ اب بن آتی ہے صورت کوئی
ہائے کب تک دل مرا کھائے فریب

اب نہیں دل کو بھی میرا اعتبار
اک ہمیں جانے نہ پائے یا نصیب

آنے والے آ چکے - ہم رہ گئے

دل نہیں مایوس اب تک زینہار
آپ کی رحمت کا ہی امیدوار

ناامیدی کام ہی شیطان کا
ناامیدی میں ہی ڈر ایمان کا

دل میں ہی کچھ یاس بھی کچھ آس بھی
آسرے کے ساتھ کچھ وسواس بھی

گو ہے میرا ٹوٹا پھوٹا آسرا
ہے تو آخر آپ ہی کا آسرا

یا نبی کچھ تو سہارا دیجیے
شرم میری آس کی رکھ لیجیے

ٹوٹے دل میں شوق ہی ارمان ہے
شوق کا ارمان کا طوفان ہے

ابکے یہ ارمان دل میں رہ نجائے
ابکے یہ طوفان دل میں رہ نجائے

رہ نجائے پھر ادھورا یہ سوال
ابکے تو ہو جائے پورا یہ سوال

ہند ویرانہ۔ عرب میں زیب و زین
اور دونوں میں ہی بعد المشرقین

میں چلوں مشرق سے مغرب کی طرف
پہلے حج پھر ہو زیارت کا شرف

گڑگڑا کر کر رہا ہوں یہ سوال
التجا رد ہو نہ جائے ابکے سال

یا نبی اپنے نواسے کا طفیل
کربلا کے بھوکے پیاسے کا طفیل

میں ہوں زار و خستہ جان و بینوا
بھوکا پیاسا آپ کے دیدار کا

بھوک پیاس اب حد سے گزری آہ آہ
بھوکے پیاسے پر کرم کی ہو نگاہ

نظم جو مکہ مکرمہ روداد سالانہ مدرسہ صولتیہ کے لیے بھیجی شوال المکرم ۱۳۲۹ھ

ہائے وہ شام و سحر تھے جو کبھی پیشِ نظر — سحر و شام نظر میں ہیں وہی شام و سحر

ہائے وہ دائرے کے بیچ میں سنگِ اسود — ہائے وہ مرکزِ اسلام۔ وہ اللہ کا گھر

ہائے وہ صحنِ حرم۔ ہائے وہ میزاب و حطیم — ہائے وہ قبۂ زمزم۔ وہ مقام و منبر

وہ منارے۔ وہ موذن۔ وہ اذانیں دلکش — کان کیا۔ جان بھی قربان خوش الحانی پر

ہائے وہ وقت تہجد کا سہانا پیارا — اونچی آواز وہ ترحیم کی میناروں پر

ہائے ہر وقت کا وہ لطفِ طوافِ کعبہ — اور ماثور و موثر وہ دعائیں ازبر

ہائے وہ رکنِ یمانی وہ دعائے حسنات — جسکو سنکر کہیں آمین فرشتے ملکر

ہائے وہ چاشنیِ بوسۂ سنگِ اسود — جسکے ملنے سے ملے روح کو جانِ دیگر

سنگ اسود کہوں یا دیدۂ دل کی پتلی — وہ مرا نورِ نظر۔ آنکھ کا منظورِ نظر

ملتزم سے وہ لپٹنا۔ وہ بکا۔ وہ زاری — ملکے رخسار کبھی دستِ طلب پھیلا کر

داد فریاد۔ پکڑ کر وہ غلافِ کعبہ — پردہ پوشی کی تمنا وہ حضورِ داور

دیدۂ طور کا سرمہ وہ سیاہیِ غلاف — اور وہ روح فزا نور۔ وہ دلکش منظر

ہائے وہ زائروں کی سعیِ صفا و مروہ — جسکے اتمام کا ضامن ہی خدائے برتر

ہند پر خاک پڑے - جسنے گیے خاک مزے — کیا کروں خاک اوڑاؤں میں کہ ڈالوں سر پر

دیکھنا پھر نہ ہوا کعبۂ مقصد کا نصیب — ہوگئی کسکی الٰہی مری آنکھوں کو نظر

چھوٹکر خاکِ حرم سے یہ ہوا ہوں بیقدر — پھر نہ اوٹھا صفتِ اشک نظر سے گرگر

کیا کروں - کس سے چھپاؤں میں - دکھاؤں کسکو — کہ نہ دیدے سے نہ دیدے ہیں مرے دیدۂ تر

دیدۂ سر کا ہو محسود نہ کیوں دیدۂ دل — کہ نظارے کے عوض دل میں تصور کا ہی گھر

اوسکے جی سے کوئی پوچھے جسے یاد آتا ہو — وہ نظارہ - وہ تماشا - وہ سماں - رہ رہکر

ہاے وہ کاہ جسے یاد ہوں مکے کے پہاڑ — ہند میں کوہِ الم ٹوٹ پڑا ہو جسپر

دل ہی پالو ہے کا ٹکڑا - کہ نہ پھڑکے تڑپے — اور پھر دل بھی وہ دل - چوٹ پڑی ہو جسپر

غول کے غول چلے جاتے ہیں اوڑتے زائر — ہند میں ایسی اوڑی شہرتِ حج "اکبر"

اس مسرت میں کہ اب باندھینگے چلکر احرام — اپنے جامے سے ہوئے جاتے ہیں زائر باہر

آبلے پاوں میں اس پاک سفر سے جو پڑیں — میں تو اون آبلوں کے پاوں پیوں دھو دھو کر

اگلا حج کسنے کیا - کون جیا - کون مرا — کہ ہر اک سال کا پلہ ابھی تا سالِ دگر

مرنا مرنا ہی - مگر زیست عرب کا مرنا — جینا جینا ہی - مگر ہند کا جینا دو بھر

موت یہ ہی کہ عرب سے میں پھر آیا جیتا — جینا مرنے سے ہوا - جینے سے مرنا بدتر

کبھی سینے میں کبھی دل میں کبھی آنکھوں میں — ہند میں ڈھونڈ پھرا شوقِ عرب کو گھر گھر

گو برس دن سے جدا ہوں۔ مگر اب تک ہی یہ ہم
وہی بطحا۔ وہی صحرا وہی سودا۔ وہی ہم

کسی کروٹ کسی کل چین نہیں درد بغیر
تکیے ہیں پہلووں کے۔ دردِ دل و دردِ جگر

المدد المدد ای جاذبۂ شوق مدد
الحذر الحذر اس صدمۂ دوری سے حذر

پھر وہ دن ہو کہ اوٹھے ہند سے دانہ پانی
جو ظفر کا ہی وسیلہ۔ وہی پیش آے سفر

دے خدا مقدرت و ہمت و توفیق آہی
پھر اوٹھوں اوٹھ کے کمر باندھوں اوٹھاؤں بستر

اب تو بس ایک تمنا ہی جو سن لے اللہ
ایک دے دے مجھے نالہ۔ مرے نالے کو اثر

آہ سے نالہ سوا۔ نالے سے ہو آہ سوا
ہاے دل آہ کہے۔ نالہ کہے ہاے جگر

در و دیوار بھی ہلتے نہیں اب نالوں سے
اوڑ گیا کیا مری تقدیر کا دنیا سے اثر

روح کھنچتی ہی مدد کر مدد ای جذبۂ شوق
دیر کا وقت نہیں۔ لے خبر اب جلد خبر

آبلے دل کے تپکتے ہوے تھے بے گنتی
رات کاٹی ہی چمکتے ہوئے تارے گن گر

میں تو سمجھانے سے اک بار سمجھ بھی جاؤں
دل کی پوچھو تو ہی مجھسے بھی زیادہ مضطر

اب تو نالوں کا یہ ہی شور کہ جی ڈرتا ہی
کرۂ خاک کو رکھ لیں نہ اوٹھا کر سر پر

صبر کر اے دلِ مجبور۔ غنیمت ہی یہی
کہ ہی گھر بیٹھے ہوے بزمِ تصور میں گزر

حرم پاک کا جس وقت تصور آیا
دور سے دیکھ کے دی درد نے تعظیم اوٹھ کر

جی بھر آتا ہی۔ تصور جو یہ آجاتا ہی
کہ نہ دیکھا حرمِ پاک اب تجھے جی بھر کر

میرے مخدوم نے بھیجا ہی مجھے اک نامہ — ہی یہ ارشاد کہ کچھ ہند سے بھیجوں کہکر
اس نظر سے یہ مجھے ناظرِ فخری نے کہا — نظرِ فخر سے دیکھیں مجھے میرے ہمسر
مجھسے کھایا نہیں جاتا ہی غمِ دوریِ دوست — دوست یہ جانکے خوش ہیں کہ ہی غم کا خوگر
دوست کو مجھسے یہ شکوہ کہ ہمیں بھول گیا — اور میری ہی یہ حالت کہ نہیں اپنی خبر
دوستوں کو ہی گلہ مجھسے کہ چپ چپ کیوں ہی — خامشی مجھسے یہ کہتی ہی کہ بس اُف بھی نکر
خامشی کی سنوں یا ناظرِ فخری کی سنوں — کہ ہی ارشادِ مبارک مرے سر آنکھوں پر
اب لکھوں یا نہ لکھوں نظم ہی میری بے نظم — سوچتا ہوں میں یہی ہاتھ میں خامہ لیکر
جسکو کہنا ہی نہ آتا ہو وہ کیا خاک کہے — جسکو لکھنا ہی نہ آتا ہو وہ لکھے کیونکر
اگر ارشاد بجا لانے کا میں قصد کروں — تو سرانجام مرے حوصلے سے ہی باہر
سب سے دشوار نظر آئی جو نافرمانی — عقل بولی کہ لکھو نام خدا کا لیکر
ٹوٹی پھوٹی ہوئی یہ نظمِ حقیر و ناچیز — نظرِ نذر سے لکھتا ہوں کہ ہو نذرِ نظر

بانیِ مدرسہ پر رحمت اللہ مدام — آفریں ناظرِ فخری کی بڑھی ہمت پر
جس نے چندے سے چلا کر یہ بڑھایا اوسکو — جسنے رکھی نہ نظر منفعتِ ذاتی پر
ہمہ تن وقف کیا آپ کو جس نے للہ — سر بسر مدرسے کا بوجھ اوٹھایا سر پر

ایک یہ دُھن ہی - برس بھر کے مہینے بارہ — ایک یہ فکر ہی - دن آتے ہیں آٹھ پہر
یہی کوشش ہی کہ دیدے کوئی بھائی چندہ — پھر یہ حجت نہیں چندہ ہو بہت یا کمتر
لاکھ میں ایک ہی دے - لاکھ نہ دے ایک تو دے — ایک کے بدلے میں دے لاکھ خدائے اکبر
حد سے باہر نہیں اس ایک کا بدلہ اک لاکھ — دین کا مدرسہ ہی حدِ حرم کے اندر

جو یہاں جمع کیا - وہ یہیں برباد ہوا — جو دیا نامِ خدا - جمع ہی اللہ کے گھر
کیا وہ اندوختہ - جو چھوٹ گیا دنیا میں — ہی یہ اندوختہ جو ساتھ چلا وقتِ سفر
عقل کا کام ہی انجام کو پہلے سوچے — منصفی شرط ہی - انصاف کرے آپ بشر

ہائے پھر یاد ہوا مدرسے کا وہ جلسہ — جسکی آراستگی نقش ہی اب تک دل پر
اور سب جائیں - وہاں جا کے تماشے دیکھیں — ایک ہی جا ہوں میں ایک ایک کا مُنھ تک تک کر
سب کی قسمت کہ وہاں چائے کے فنجان ہیں — میری قسمت کہ رہوں خونِ جگر پی پی کر
سالنامہ ہو کُھلا مدرسے کا مکّے میں — فالنامہ ہو مقدر کا یہاں پیشِ نظر

ضعف کہتا ہی کہ اب بند کرو دفترِ شوق — شوق کہتا ہی لکھے جائیے دفتر دفتر

دل کا دکھڑا ہی بڑا اسکی ہی کیا حد حافظ
ختم کر نامے کو اب خامہ سے کہدے بس کر

نظم جو ۲۴ صفر المظفر ۱۳۳۰ھ مطابق ۱۴ فروری ۱۹۱۲ء کو

انجمن اتحاد کے سالانہ جلسہ میں پڑھی

شکر ایزد - قوم میں ہی گرم بزمِ اتحاد
نامرادی اُڑ چلی چلنے لگی بادِ مراد

انجمن کا نام آسکتا نہیں اس بحر میں
انجمن وہ انجمن جو ہی مضافِ اتحاد

میری غیبت میں ہوا سالانہ جلسہ پار سال
آج پھر اوس مجلس سالانہ کا ہی انعقاد

آج ہیں اک سربلندِ قوم صدر آرائے بزم
آج مدت میں ہوا کرسی نشیں نقشِ مراد

صدرِ دنیا - صدرِ دین صدرِ بزم و صدرِ قوم
چارۂ دردِ عناد و مایۂ وارِ اتحاد

یہ جو صدر الدین احمد خاں ہیں صدرِ انجمن
مصدرِ صلح و صلاح و صاحبِ صدق و وداد

آپ کے صدق و صفا پر ازرہِ صدق و صفا
کر دیا صدق و صفا نے صاد و آنکھوں سے صاد

حق نے وہ حق کوشی اور اصلاح کیشی کی عطا
جس سے ہو ابطالِ باطل جس سے ہو فاسد فساد

جمع ہی تھوڑی سی ٹوٹی پھوٹی جمعیتِ غریب
امتِ خیر جو ہمہ خیر الورا ہے - خیر العباد

خیر سے پھر متفق ہیں خیر پر اخیارِ قوم
خیر سے رخصت ہوئے اشرار اکثر خیر باد

کچھ بصارت کچھ بصیرت سے اگر ہم کام لیں
وضع میں صورت میں گو ہوں مختلف افرادِ قوم
دوستی سے ہو غرض ظاہر میں گو ملنا نہ ہو
مرد و زن پیر و جواں ایک ایک پر ہے فرضِ عین
وقت سب ہم کھو چکے اب تن ہی دہی کے سوا
اب کہاں ساماں وہ جسکا کریں ہم بند و بست
ظلمتِ بے امتیازی چھا گئی ہے قوم پر
کوئی ان اللہ کے بندوں سے پوچھے تو ذرا
یہ بتا تا دوراندیشی سے رہکر دور دور
بھائیو! رخصت اگر دے خود فراموشی تمہیں
بھائیو! سوچو تو دل میں تھے تمہارے پیشرو
کیا کمایا تم نے دنیا میں یہاں کیوں آئے تھے
کچھ اگر دیتے رہیں مل کھولکر سرمایہ دار
کوئی تو پورا ہو مقصد انجمن کا یہ نہیں
دوستوں سے جیب پر کیسے درد دل پیدا کرو

نعمتیں دونوں بڑی ہیں اتفاق و اتحاد
سب مرادف لفظ ہوں جن میں ہو معنی اتحاد
جیسے ظاہر میں جدا ہی ایک اک حرفِ وداد
اپنے پورے دشمنِ دیں نفسِ کافر پر جہاد
دے جو دادِ "داد واواز دستِ غفلت داد داد"
اب کہاں اسباب وہ جسکا کریں بست و کشاد
اب نہیں باقی تمیزِ شام گاہ و بامداد
کسکو حق اللہ کہتے ہیں کسے حق العباد
کسکو کہتے ہیں معیشت کسکو کہتے ہیں معاد
خوبیاں اپنے بزرگوں کی کہ وہ بھولے سے یاد
کیسے اہلِ علم کیسے صاحبِ فضل و رشاد
کیا مہیا کر کے رکھا آخرت کا راہ زاد
انجمن کے پاس کچھ سرمایہ ہو کچھ جایداد
کر کے جلسے چھاپ دی ہی سالانہ خوشخط رویداد
دوستی کہتے ہیں نصیبِ دشمناں وجع الفواد

بھائیو! کچھ آپ سنبھلو۔ کچھ سنبھالو ناؤ کو
ناخدائی تو کرو۔ پھر ہرچہ بادا باد

متفق ہو۔ متحد ہو۔ چھوڑ دو اخلاقِ بد
عزتیں حاصل کرو۔ لیکن نہ بے فکرِ معاد

چھوڑ دو بیجا مصارف۔ چھوڑ دو بیجا رسوم
خیرِ جاری پھر ہو جاری اور شر کا انسداد

پرتوِ خورشید سے جس طرح تاریکی ہو دور
بخل کے دفتر کے حق میں سنتِ دہی دستِ داد

قوم کے نادار بچے علم سے محروم ہیں
دو کتب۔ دام و درم۔ لوح و قلم۔ کاغذ مداد

پہلے تھوڑا تھوڑا چندہ جمع کر لو۔ اوسکے بعد
کر دو جاری ایک مکتب رکھکے نوکر اوستاد

ایسی دو تعلیم۔ جو ہو دین و دنیا کے مفید
جس سے دونوں کا بھلا ہو۔ کیا معیشت کیا معاد

ایسی دو تعلیم بچے سلطنت کے ہوں مطیع
ہوں سراپا خیر خواہی۔ ہوں سراپا انقیاد

بھائیو! میری نصیحت پر اگر کر لو عمل
پھر مرا ذمہ کہ پوری ہوگی منھ مانگی مراد

پند گوئی اور حافظ سا سفیہ بے عمل
ناامیدِ مو سفید و روسیاہِ بے سواد

تواریخ تجدید

مسجد آنولہ بہ تعمیر شیخ احسان کریم صاحب سوداگر کلکتہ ساکن آنولہ ضلع بریلی

گشت نو مسجد بفرمانِ کریم
اینچنیں شانیست شایانِ کریم

باد مشکورِ جہاں مقبولِ حق حافظا این مصراعِ کامل سالِ اوست	جدّ و جہدِ شیخ احسانِ کریم جدّ و جہدِ شیخ احسانِ کریم سنہ ۱۳۲۵ھ
کہنہ مسجد ہو گئی بنکر نئی یا خدا مشکور ہو مقبول ہو مصرعِ تاریخ ہی حافظ یہی	ہی تعالیٰ شانہ شانِ کریم جدّ و جہدِ شیخ احسانِ کریم جدّ و جہدِ شیخ احسانِ کریم سنہ ۱۳۲۵ھ
کرد مسجد را درست از جدّ و جہد حافظ این تاریخ جدّ و جہد اوست	آنچناں کو بود شایانِ کریم جدّ و جہدِ شیخ احسانِ کریم سنہ ۱۳۲۵ھ
حبّذا از دستِ احسانِ کریم مصرعِ تاریخ از حافظ شنو سنہ ۱۳۲۵ھ	بر محل مسجد درستی یافتہ بے بدل مسجد درستی یافتہ
احسانِ کریم آں جانِ کریم حافظ گوید مصرعِ سال	کرد چہا با بیتِ خدا مسجدِ اقصٰے بیتِ خدا

سنہ ۱۳۲۵ھ

آپکو شیخ احسانِ کریم | حشر میں دے اللہ جزا
مصرع حافظ ہی تاریخ | مسجد اقصےٰ ابیتِ خدا

سنہ ۱۳۲۵

مسجد شکستہ را تعمیر کرد | کار جنت کرد احسانِ کریم
بہر سالِ ایں عمارت حافظا | گو عمارت کرد احسان کریم

سنہ ۱۳۲۵ھ

چو احسانِ کریم شیخ تاجر | بنای مسجد فرخندہ پے را
کمر بست و بتوفیق الٰہی | رسانیدہ بہ اوجِ کوہ ویرا
براوجِ کوہ بنوشت ست تاریخ | جزاک اللہ فی الدارین خیرا

سنہ ۱۳۲۵ھ

بفرق مسجد احسانِ کریم ست | رسانیدہ بہ اوج کوہ ویرا
براوجِ کوہ سالش خواند حافظ | جزاک اللہ فی الدارین خیرا

سنہ ۱۳۲۵ھ

تم کو اس حُسنِ عمل کی دے جزا | حق تعالےٰ شیخ احسانِ کریم
گنبدِ مسجد میں گونجی یہ صدا | واہ اہا شیخ احسان کریم

سنہ ۱۳۲۵ھ

یہ درستی ایسی مسجد شاندار ۔۔۔ ہی نمودِ شیخ احسانِ کریم
مصرع تاریخ حافظ نے کہا ۔۔۔ واہ جودِ شیخ احسانِ کریم

سنہ ۱۳۲۵ھ

کہنہ مسجد شدہ نو از کفِ احسانِ کریم ۔۔۔ آں کریم ابنِ کریم ست رئیس ابن رئیس
داشت حافظ سرِ تاریخ کہ فرمود سروش ۔۔۔ اُذکُرِ اللّٰہ قیٰماً وّقعوداً ۔ بنویس

سنہ ۱۳۲۵ھ

ہوی مسجد کی درستی تو یہ کی فرمائش ۔۔۔ ایک دیندار نے حافظ سے کہ تم سن کہدو
تھا اسی فکر میں حافظ کہ سنی یہ آواز ۔۔۔ اُذکُرِ اللّٰہ قیٰماً وّقعوداً کہدو

سنہ ۱۳۲۵ھ

احسانِ کریم راست کہ مسجد درست کرد ۔۔۔ بینند اہلِ بینش و صد آفریں کنند
پیچید بہ گنبد از پئے تاریخ این صدا ۔۔۔ ایں کار از تو آید و مردان چنیں کنند

سنہ ۱۳۲۵ھ

عمارت ایسی دلکشا ہے کریم ۔۔۔ کیا ہی کیا ہی واہ واہ کارِ خیر
یہ مصرعہ ہی حافظ اس کا یادگار ۔۔۔ ہو یادگار یا الٰہ کارِ خیر

سنہ ۱۳۲۵ھ

ہی رب کا موردِ احسان کریم ابن رحیم | بنائی جسنے یہ مسجد۔ کہاں ہیں ایسے کریم
تھی فکرِ سالِ عمارت کہ گوشِ حافظ میں | ندا یہ غیب سے آئی۔ ملیگا اجرِ عظیم

سنہ ۱۳۲۵ھ

احسانِ کریم اہل صفا مومنِ کامل | خوش رکھ اُسے یارب کہ ترا خانہ بنایا
آخرِ دلِ حافظ بھی تو ہی خانہ خدا کا | بیساختہ بولا کہ۔ خدا خانہ بنایا

سنہ ۱۳۲۵ھ

سَیُجَدِّدُوْنَ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَال

سنہ ۱۳۲۵ھ

تاریخ وفاتِ مولوی مظہر علی وکیل بریلی

بہ گامے کہ فرسود مظہر علی | رہِ خلد پیمود مظہر علی
منم حافظ خدمت اندیشِ او | کہ مخدوم من بود مظہر علی
چو در گور آسود بشنبۂ صفر | بگفتم کہ آسود مظہر علی

سنہ ۱۳۲۶ھ

تاریخ وفات میر امداد علی صاحب عم اکرم میر سید

اظہر حسن صاحب وکیل

ہی نور کا تڑکا۔شب یلدا ہوی کافور — کافورِ سحر سے ہی جدھر دیکھو ادھر نور
تاریخ ہی پہلی مہِ پاکِ رمضان کی — جو فوت ہوا اس ماہ میں ہوتا ہی وہ مغفور
ہی روز دوشنبہ کا جسے کہتے ہیں اثنین — ہر شہر میں ہر قریے میں جو یہ ہی مشہور
امداد علی- آلِ نبی- سیّدِ نوری — اس عالمِ ظلمت سے ہی پردہ اونھیں منظور
لو جاتی ہی اوس سیّدِ نوری کی سواری — اپنوں کو جگر گوشوں کو چھوڑے ہوے مہجور
سر سے بڑے بوڑھے کا اوٹھا جاتا ہی سایہ — کیا کیجیے- ہی فرشِ زمیں سخت۔ فلک دور
واصل ہوے باقی سے وہ- باقی ہی تصور — پھرتے ہیں وہ آنکھوں میں جو نظروں سے ہیں مستور
اللہ اللہ رونے کی آخر کوئی حد بھی — وہ دیدۂ خونبار رہیں- یا وہ بنیں ناسور

حافظ نے جو کی فکر تو ہاتف نے صدا دی
کہدو کہ ہی مغفور کی تاریخ بھی مغفور
سنہ ۱۳۲۶ھ

تاریخ طبع دیوان نعتیہ مولوی حسن رضا خانصاحب حسن بریلوی

بحمد اللہ حسن کا چھپ گیا دیوانِ نعتیہ — ہی عقبےٰ کے لیے روحوں کو لاثانی غذا توشہ

یہ روحانی سفر توشہ نظر آیا جو حافظ کو
کہا چھپنے کی ہی تاریخ روحانی سفر توشہ
سنہ ۱۳۲۶ھ

تاریخ وفات حضرت حسن ممدوح

حسن پہنچے جو لیکر دفتر نعت
حضور کبریا شاباش شاباش
سر اپردے سے حافظ بہر تاریخ
ندا آئی حسن شاباش شاباش
سنہ ۱۳۲۶

تاریخ وفات والدہ ماجدہ میر اظہر حسن صاحب وکیل

عترتِ قاسمِ جنت آہا
بنتِ خاتونِ قیامت آہا
سیّدہ۔ مستندہ۔ محترمہ
دُرّۃ التاجِ سیادت آہا
صائمہ۔ قائمہ۔ ہر دن ہر رات
وہ عبادت وہ ریاضت آہا
خانہ زاد اونکی ہی عالی نسبی
لونڈی اونکی ہی شرافت آہا
اونکے کاشانے کی ہی پہرے پر
عصمت و عفت و حرمت آہا
خاص نومحلہ کے سادات میں فرد
اللہ اللہ یہ شرافت آہا
پوچھیے سچ تو یہی کیا کم ہی
شرفِ دولتِ نسبت آہا
آپ تھیں تیس ۳۰ برس کی بیوہ
کٹ گئی آج مصیبت آہا

اپنے شوہر سے چلیں ملنے کو کلبۂ سے سوئے جنت آہا
اللہ اللہ یہ سن اور ضعف اور یہ قصد - یہ ہمت آہا
روزہ داروں ہی کے جی سے پوچھو شربتِ مرگ کی لذت آہا
سچ تو یہ ہے - اجلِ ماہِ صیام اچھی خاصی ہے شہادت آہا
نہ نکیرین - نہ پرسش - نہ فشار قبر ہے منزلِ راحت آہا
کیوں یہ رتبہ نہو - ماشاء اللہ کس گھرانے کی ہیں عترت آہا
جنکے اجداد حسن اور حسین دلہنیں جنکی شہادت آہا
جنکے ہیں باپ علی شیرِ خدا مرتضےٰ شاہِ ولایت آہا
جدِّ اعلیٰ تو ہیں سب سے اعلیٰ ختم جن پر ہے نبوت آہا
جنکو بھیجا ہے خدا نے تحفہ سب رسولوں کی رسالت آہا
روز اللہ کی رحمت جن پر خود بھی اللہ کی رحمت آہا
جو ہیں سرتاجِ شفاعت واللہ جنکے سر تاجِ شفاعت آہا
جنکے در پر ہیں فرشتے درباں جنکے گھر کی ہے نبوت آہا
آپ جاتی ہیں بھرا گھر چھوڑے گھر میں ہے عزت و حشمت آہا
جنکے گھر مفت بٹا کرتی تھی روز ایمان کی دولت آہا

اونکے مظہر حسن اکبر فرزند	جنکی چلتی ہی طبابت آہا
اور اظہر حسن اونسے چھوٹے	شغل جنکا ہی وکالت آہا
اونسے جو چھوٹے ہیں سبحان اللہ	سب کی ذریت و عترت آہا
آل بھی آل کی اولاد بھی ہی	سب صحیح اور سلامت آہا
چشم بد دور پھلا پھولا ہی	چمنستانِ وراثت آہا
تر و تازہ رہے شاداب رہے	روز افزوں ہو طراوت آہا
بست و ہشت رمضان تھی کہ ہوئیں	ساتھ ایمان کے رخصت آہا
ختم ہونے نہ دیا ماہِ صیام	ختم کی عمر کی مدت آہا
بنکے مہمانِ خدا جاتی ہیں	کی قبول آپ نے دعوت آہا
ایسی تقدیر کا کیا کہنا - واہ	کیا زبردست ہی قسمت آہا
لوٹ کچھ تو بھی ثواب ای حافظ	کہ یہ موقع ہی غنیمت آہا

اسی مصرع میں ہی پوری تاریخ
کیا زبردست ہی قسمت آہا
سنہ ۱۳۲۶ھ

تاریخ طبع دیوان مجاز مولوی حسن رضا خانصاحب

حسن مرحوم

کلامِ مجازِ جنابِ حسن چھپا جب تو حافظ نے مصرع کہا	وحیدِ زمانہ۔ فریدِ زمن چھپا عاشقانہ ترانہ حسن سنہ ۱۳۲۷ھ

تاریخ طبع مجموعہ نظم خلیفہ عبد الکریم خاں کریم
موسوم بنام تاریخی نوائے نظم کریم
سنہ ۱۳۲۷ھ

قطعہ

شکرِ خداوندِ غفور و رحیم مصرعِ حافظ ہی یہ مطبوع طبع	تازہ ترین چھپ گئی نظمِ کریم حمدِ خدا۔ نعتِ نبیؐ حلیم سنہ ۱۳۲۷ھ

قطعۂ دیگر

نظم کا مجموعۂ زیبا چھپا ہی اگر تاریخ کی حافظ تلاش	کیسا مجموعہ کہ گلدستہ چھپا کہدو۔ منظوم کریم اچھا چھپا سنہ ۱۳۲۷ھ

قطعۂ تاریخِ وفات حافظ سراج احمد امام مسجدِ جامع پیلی بھیت

یکم محرم الحرام ۱۳۲۹ھ

گر گئے پھر چراغ مسجد کو — وائے حافظ سراج احمد آہ

سال کے پہلے دن ہوئی خالی — جائے حافظ سراج احمد آہ

ہم نکلیں منھ کو اور جمعے کی رات — پائے حافظ سراج احمد آہ

ہم جلو میں ہوں اور کاندھوں پر — جائے حافظ سراج احمد آہ

کہدو حافظ یہ مصرعِ تاریخ — ہائے حافظ سراج احمد آہ

۱۳۲۹ھ

تاریخ وفات دخترِ دو سالہ حاجی محبوب علی دلال بمبئی ۱۰ رمضان المبارک ۱۳۲۹ھ

روز جمعہ مطابق ۲۲ ستمبر ۱۹۱۱ء

درِ فردوس پر جس وقت پہنچی — وہ معصومہ تھی جسکی عمر دو سال

تو حوروں نے کہی تاریخ حافظ — کہا۔ آ دخترِ محبوبِ دلال

۱۳۲۹ھ

قطعهٔ تاریخ وفات میر اظهر حسن صاحب وکیل

وا دریغا یا منِ غمخوار من	سیدِ والاگهر اظهر حسن
رخت بربست از سرای بی کشود	شد بمینو چون بهاران در چمن
این سبکروحی نگر وین خاکدان	همچو جان بگذشته و بگذاشت تن
من جدا گشتم از و چون تن ز جان	او برید از همچو من چون جان ز تن
اینقدر هم انتظارت برنتافت	تا ز غربت روی آرم در وطن
او بسیرِ باغ عدن و من هنوز	غرقهٔ افکار در بحرِ عدن
او بپوشد روی و من سر برهنه	من کشیم احرام در بر او کفن
چند پرسی از من و از کامران	تا چه خون خوردم چو لعل اندر یمن
بودم اندر مکه زیر کوه مهار	کاین خبر چون سنگ زد در گوشِ من
زین خبر کوهِ غمم بر سر فتاد	وین غمِ جانکاه شد جانکاهِ من
صبر خوشتر باشد اما چون کند	چون منی رنجورِ زارِ خسته تن
سوز و سازا ولیست اما برگِ کاه	کی تواند ساختن با سوختن
چون شنیدم این خبر از خود شدم	باخبر شد بیخبر از خویشتن

اندراں بیخویشی و ناآگہی — ناگہاں گشتم براہے گام زن
بودم از خود رفتہ امارا ہرو — پیرہی خود بودہ خضر راہِ من
دیدم اندر پیرہی دربر ہدی — جلوۂ مینو بچشمِ خویشتن
من بپاے سرو دیدم چند گام — تا شدم بر قصرِ مینو باب زن
زاں صداے در زدن بہ پارہ — از دروں سو بانگ شد مَن جاء انتَ مَن
گفتمش بر در بیا - در بر کشا — کایں منم حافظ خلیل الدین حسن
مرحبا فرمود و در بکشود زود — رہ سپردم ہمچو بلبل در چمن
پس چہ دیدم آنچہ دیدم دیدنی ست — جلوہ گر بر تختِ زر اظہر حسن
پیش او رضواں بآئینِ نکو — با ادب در نکتہ سنجی حرف زن
حرف زن در سالِ ہجری و مسیح — یافتی اینک جناں اظہر حسن

۵۸۲ ۱۰۴ ۱۲۲۴

سنہ ۱۹۱۰ء — سنہ ۱۳۲۸ھ

مکہ مکرمہ میں سالانہ جلسہ مدرسہ صولتیہ کے موقع پر

حافظ و ہدیۂ مدرسہ — بگو شانزدہ بار مستفعلن

سنہ ۱۳۲۸ھ — سنہ ۱۳۲۸ھ

یہ صولتیہ مدرسہ ہے ایک بوٹا دین کا — پہلے یہ بوٹا تخم تھا مکے میں جو بویا گیا

بوتے ہی جلدی سے اوگا رہکر جما جمکر رہا
گملے ہی میں پیدا ہوا گملے ہی میں پھولا پھلا

پھل پھول جمع شاداب ہیں چھوٹے بڑے طلاب ہیں
سرچشمۂ آداب ہیں مفتاحِ فتحِ باب ہیں

اختر ہیں عالمتاب ہیں عالم کے آب و تاب ہیں
خورشید ہیں مہتاب ہیں دن رات ہے اونکی ضیا

اونکی ہویدا اونکی جھلک گملے سے پہنچی دور تک
سطحِ زمین تا بامِ فلک فوق السما تحت السمک

ذروں میں ہے اونکی چمک تاروں میں اونکی دمک
آنکھوں کی ہیں وہ مردمک مستور ہے اونکی خاکپا

تاریخ بزم بے مایہ
سنہ ۱۳۲۸ھ

اس مدرسے کے سر پر ہے سایۂ رحمت سرتاپا
ہے یہ مجلسِ بے مایہ مایۂ رحمت سرتاپا
کہدو حافظ مصرعِ سال آیۂ رحمت سرتاپا
سنہ ۱۳۲۸ھ

تاریخ مابعد
سنہ ۱۳۲۸ھ

اللہ اللہ میں کہاں - گملہ کہاں وہ ہوا جسکا تھا وہم و گمان
اللہ اللہ - خواب ہے یہ یا خیال خواب میں بھی جو نہ آتا تھا خیال

ہند سے حق نے یہاں پہنچا دیا
تھا کہاں مجھکو کہاں پہنچا دیا

تھا بنانا ہر قدم پر سر قدم
راہرو رکھتے ہیں سر پر قدم

سر اگر پاتا قدم بھر کی جگہ
پاؤں کیوں رکھتے قدم سر کی جگہ

کھائی ہے حق نے قسم جس خاک کی
ہمنے قدر اوس خاک کی کیا خاک کی

یہ بھی ایک اللہ کا احسان ہے
واہ کیا احسان کیا احسان ہے

بزم میں مجھکو کریں عاقل شریک
عاقلوں میں مجھسا لا العقل شریک

میں تو دیوانہ ہوں۔ فرزانہ نہیں
میں حریف بزم سالانہ نہیں

واہ۔ ایسی بزم۔ ایسے باکمال
آہ۔ میری بیکمالی کا کمال

کر نہ دوں میں شور محشر تا بپا
محو۔ حیرت نے کیا سر تا بپا

بند ہے دم ناطقے کا بولتے
سوکھتا ہے منھ مرا لب کھولتے

لب کشائی اور مجھسا بیزباں
کیا کروں۔ پاے ادب ہے درمیاں

کیا کروں۔ مامور ہوں معذور ہوں
عذر کر سکتا نہیں مجبور ہوں

کیا کروں انکار کا یارا نہیں
امتثال امر سے چارہ نہیں

ہزل گوئی بذلہ سنجی ہے مری
ہرزہ پوئی نکتہ سنجی ہے مری

ڈر ہے لفظوں کا بگڑ جائے نہ حرف
میرے حرفوں پر کہیں آئے نہ حرف

پختہ کاروں میں مری خامی ابانت | عالموں میں ہوئی اک عامی کی بات
کیا میں ناچیز اور میرا حوصلہ | کیا ہو وصف صولتیہ مدرسہ
مجکو کیا طاقت کہ اک دفتر لکھوں | مختصر سے مختصر اخصر لکھوں
علم کا چشمہ ہی یا بحر رواں | ہند سے بہتا ہوا آیا یہاں
کرچکا طی بحر و بر جب چشمہ سار | اوسنے پایا آکے مکے میں قرار
کون ہی جسنے بہا یا ہی اسے | پھر بہا کر کون لایا ہی اسے
رحمت اللہ کی آیت کہوں | یا اوسے اللہ کی رحمت کہوں
ہاتھ خالی - دل غنی - محتاج الیہ | رحمت اللہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ
ہی وہ سرچشمہ یہ مکہ مدرسہ | نام رکھا ہی صولتیہ مدرسہ
ہوگیا مدت سے وہ بانی شفیق | رحمت حق رحمت حق میں غریق
مہتمم ہیں ابتو اک فرد فرید | کون مولانا محمد باسعید
اونکی کوشش سے چلا یہ مدرسہ | اسقدر پھولا پھلا یہ مدرسہ
اونکی کوشش سے ترقی علم کی | دن کو دونی - رات کو ہی چوگنی
آج تک گزرے یونہیں لیل و نہار | آج تک اسکا ہی چندے پر مدار
چند روزہ ہی یہ چندے کی بہار | چار دن کی چاندنی بے اعتبار

کاش دیدے دولیتہ کا خطاب	دیکھیے دولت دور صولت مآب
کم سے کم دولت کا عقدہ ہی بہت	پیاسے کو دریا کا قطرہ ہی بہت
مدرسہ۔ دولت کا جلوہ دیکھ لے	علمِ حیّت کا جلوہ دیکھ لے
کاش ہو یہ صولتیہ مدرسہ	پا گئے دولت دولیتہ مدرسہ
کاش آکر جوش میں بحرِ عطا	کہدے لَیسَ البحرُ تُنقِصُہ الدِلا
تشنہ کاموں پر کرم قطرہ کرے	نام قطرہ۔ کام دریا کا کرے
نظم کو حافظ دعا پر ختم کر	مختصر کر مختصر کر۔ مختصر
کہدے با قلب ولسانِ متحد	دُولَۃَ الاِسلام یارَبِّ زِد فَزِد
سال کا مصرع بھی کہدے تابناک	امتحانِ صولتیہ درسِ پاک
	۱۳۲۸ھ

تاریخ وفات حاجی سیّد معصوم علی صاحب بریلوی

معصوم علی کی روحِ رواں	اللہ کی تھی مشتاقِ لقا
دنیا چھوڑا۔ گھر در چھوڑا	جنت کو گئی مشتاقِ لقا
حافظ نے لکھا یہ مصرعِ سال	معصوم علی مشتاقِ لقا
	سنہ ۱۳۲۸ھ

تاریخ وصالِ بزرگی

آہ وصالِ سعیدِ مولاں
حافظ لکھو مصرع تاریخ

سایۂ رحمت آیۂ رحمت
آیۂ رحمت آیۂ رحمت
۱۳۲۸ھ

تاریخ وفات

صالحہ تھی زوجۂ عبد الوحید
پھر تاریخ آئی یہ آوازِ غیب

حافظ اوس نے پایا حسنِ خاتمہ
ادخلوا الجنۃ کنیزِ فاطمہ

رباعی نامِ تاریخی

حق نے تمھیں ای غلامِ احمد اخگر
فرمایش اگر ہی نامِ تاریخی کی

فرزند دیا لختِ جگر لختِ دگر
تاریخی نام ہی غلامِ انور
۱۳۲۸ھ

تاریخ کتاب الخاتون مؤلفہ مرزا عرفان علی بیگ عارف آئی ایس او ڈپٹی کلکٹر

کیا پاک صاف ہی یہ تاریخ جامعِ فن

جو پاکدامنوں کا کرتی ہی نام روشن

تاریخ کہنہ و حافظ تاریخ پاکد امن ۱۳۲۹ھ	ہی پاکدامنان ہندوستان کی تاریخ

تاریخ جلسہ دستار بندی مدرسہ اہل سنت بریلی ۱۲ شعبان المعظم ۱۳۲۹ھ سنہ

سزاوارِ ہر حمد ہی ربِّ عزت — ہی مصداقِ ہر مدح ختمِ رسالت
وہ اول کہ ممکن نہیں جسکا ثانی — وہ ثانی کہ ہمسر نہیں تحتِ قدرت
وہ اول کہ جس سے نہیں کوئی اول — وہ افضل کہ سب افضلوں پر فضیلت
وہ حاضر کہ غائب نہیں کوئی اوس سے — وہ ظاہر کہ ہر غیب اوسکو شہادت
وہ رحمت خدا کی وہ محشر کا دولھا — نچھاور ہو اوس پر درود اور رحمت
ہیں ارکانِ اسلام اصحاب چاروں — کہ چاروں نے ترتیب سے کی خلافت
وہ صدیق و فاروق و عثمان و حیدر — جو پیرو ہو سب کا وہ ہی اہلِ سنت
جو اون سے پھرا وہ عدو ہی نبی کا — نبی کی عداوت خدا کی عداوت
وہ چاروں ہیں محبوب محبوبِ رب کے — محب کو نہ کیونکر ہو اون سے محبت
خدا اون سے راضی خدا سے وہ راضی — خدا نے دیا اونکو انعامِ خلعت
اوس انعام و خلعت کی ہی شرح سن لو — نبی کی وراثت نبی کی نیابت
ائمہ نے پھر دینِ حق کو سنوارا — خدا کی ہو اون پر رضا اور رحمت

وہ ہیں اہلِ ذکر اور وہ مجتہد ہیں
بڑھی فقہ سے دینِ حق میں سہولت

سمجھ لو کہ واجب ہے تقلیدِ شخصی
اگر کچھ سمجھ حق سننے کی ہے عنایت

جو تقلیدِ شخصی کا قائل نہیں ہے
وہ ہے نامشخص۔ نہیں اہلِ سنت

فنِ فقہ کو جانتے بھی ہو کیا ہے
کتاب اور سنت کا عطرِ ہدایت

ائمہ نے پائے جو عالم ہمارے
فنِ فقہ کی۔ کی سپرد اونکو خدمت

انھوں نے خدا کی امانت سمجھکر
حفاظت کی۔ اون پہ خدا کی ہو رحمت

سفیہوں کے حملوں سے اوسکو بچایا
فقیہوں نے کی ہمت و استقامت

وہی سلسلہ ہے اسلے الآن جاری
ہیں پائے ہوئے اہلِ حق فتح نصرت

زمانے کو ہے اس زمانے میں روشن
کہ یہ فتح و نصرت ہے کسکی بدولت

وہ عالم وہ فاضل وہ احمد رضا خاں
وہ سرخیل و سر لشکرِ اہلِ سنت

کیا مدرسہ دین کا جس نے قایم
ہوئی علمِ دین پڑھنے والوں کی کثرت

وہ ہو جاتے ہیں لشکرِ دین میں داخل
جو ہر سال پاتے ہیں فضلِ فضیلت

منافق سے کہدو وہ مومن بھی ہیں
کہ جن میں خدا نے کیا حصر عزت

حمایت کا ہے وقت۔ کچھ خرچ کردو
وہ شی جسکی پاتے ہو دل میں محبت

ملے ذرّہ ذرّہ تو ہو برّ اعظم
جڑے قطرہ قطرہ تو ہو بحرِ رحمت

اگر دین کا زندہ رکھنا ہی تمکو — اگر زندہ دل ہو - اگر کچھ ہی ہمت
اگر مانتے ہو قیامت کو برحق — تو کچھ ساتھ لو زادِ راہِ قیامت
زر و مال ہی کسکا خدا کا دیا ہی — خدا کیلیے کچھ تو کر جاو ہمت
رضاے خدا و نبی کے مقابل — یہ کیا مال ہی جسکو کہتے ہو دولت
اگر مال ہی بھی تو ہی مال کسکا — اگر ہی بھی دولت تو کسکی بدولت
ہی جسکی بدولت وہ محبوب رب کا — خدائی کا آقا، خدا و ندامت
وہ جس کا ہی ارشاد الفقر فخری — فقیر ان در جسکے اہل طریقت
وہ محسن ہمارا - وہ مغنی - وہ معطی — وہ شانِ کریمی - وہ جانِ سخاوت
دیا دینِ حق مفت ہمنے کسوں کو — یہ احسان اوسکا - یہ اوسکی ہی منت
یہاں مفت کی چیز بیقدر ٹھہری — پڑے ہیں سمجھ پر حجاباتِ غفلت
کیے دیتے ہیں مفت برباد اوسکو — خرابی کے لچھن نصیبوں کی شامت
اگر شرم ہوتی تو شرماتے جی میں — جو ہوتی حمیت تو کرتے حمایت
حمایت کا ثمرہ جدا ہمکو ملتا — وہ ثمرہ کہ ہی بہتر باغِ جنت
حمایت کرو یا حمایت میں سستی — وہ ہی شکرِ نعمت سے کفرانِ نعمت
کرینگے اگر ہم حمایت میں سستی — قیامت کے دن اور ہوگی قیامت

ہوا سامنا جب حبیبِ خدا کا	تو کیا منہ دکھائینگے اے وائے حسرت
الٰہی! عطا کر یہ توفیق ہمکو	کہ اس مدرسے کی کریں کچھ حمایت
یونہیں جلسے دستار بندی کے دیکھیں	نظر آئے ہر سال جاہِ فضیلت
پڑھی جائے ہر سال تاریخ کوئی	ہے اس سن کی تاریخ جاہِ فضیلت
	۱۳۲۹ھ

یہ دستار بندی تو ہے سیدھی سادی	مگر اسمیں طرّہ ہے اک شان و شوکت
فضیلت کی دستار کا ہے جو گنبد	صدا اُسمیں گونجی مبارک سلامت
فضیلت کی دستار باندھی یہ سر پر	کہ دستار نے سر سے پائی فضیلت
سفیہانِ عالم کے ہو کر مقابل	پیاپی بڑھا لشکرِ اہلِ سنت
ملا مصرعِ سال حافظ کو پورا	پیاپی بڑھا لشکرِ اہلِ سنت
	۱۳ ۲۹ ھ

تاریخ مسجدِ کلکتہ

حبذا یہ مسجدِ عالی مقام	یہ خوش اسلوبی حسنِ انتظام
بانیِ مسجد ہیں اک مردِ سخی	شیخ احسانِ کریم نیکنام
ہے یہ حافظ مصرعِ سال ایک ہی	ہے یہ اکبھی ثانیِ بیت الحرام
	۱۳ ۲۹ ھ

تاریخ وصال میاں سبحان شاہ صاحب

رباعی تاریخی

سبحان شہ فقیر با فیض و کمال
خورشید جلال کا وصال اے حافظ

چھپکر ہوپردے میں شرفیاب وصال
اعداد ہیں ہی وصال خورشید جلال
۱۳ھ ۱۱

قطعہ تاریخ بنائے عمارت زیارت میاں سبحان شاہ صاحب

حافظ اری فکر سے زیادہ
تاریخ عمارت آج میں لے

اونچی ہی عمارت زیارت
لکھی ہی عمارت زیارت
۱۳ھ ۲۹

رباعی تاریخی

مکّے میں جنھیں علم کی تعلیم ہوئی
انعام کی تقسیم کا حافظ ہی یہ سال

انعام میں تقسیم زر و سیم ہوئی
انعام و عطیات کی تقسیم ہوئی
۱۳۲۸ھ

تاریخ جلسہ دستاربندی مدرسہ اہلسنت بریلی

ہے نوخیزانِ اہلِ حق کے حق میں — فضیلت کی سند دستار دستار
رہے دستاربندی یادِ حافظ — ہے تاریخی عدد دستار دستار
۱۳ ۵ ۳۰

دیگر

تمکو مبارک اور سلامت — اہلِ سنت اوجِ فضیلت
آج بندھی ہیں وہ دستاریں — جنکی رفعت اوجِ فضیلت
حافظ نے بیساختہ لکھا — سالِ فضیلت اوجِ فضیلت
۱۳ ۳ ۵

دیگر

مدرسہ علم اہلِ سنت کا — ہے مقامِ ترقیِ علما
منحصر سنّیوں کی ہمّت پر — ہے قیامِ ترقیِ علما
محترم وہ ہے جسکو ہو ملحوظ — احترامِ ترقیِ علما
اہلِ دیں شاہ چرخ ہیں جتنے — ہیں غلامِ ترقیِ علما

سکۂ ہائے ترقیِ اسلام
ہیں بنامِ ترقیِ علما

خیر جاری سے خاص ہی مقصود
فیضِ عامِ ترقیِ علما

سمجھو آغاز صور پھنکنے کا
اختتامِ ترقیِ علما

ہاں حریفانِ بزم۔ ہو تجویز
ابتو جامِ ترقیِ علما

رکھے اس مدرسے کے دم سے خدا
زندہ نامِ ترقیِ علما

لوحِ محفوظ تک پہنچ کے رہے
اوجِ بامِ ترقیِ علما

خیر سے گزرے چین سے گزرے
صبح و شامِ ترقیِ علما

رہے ساتھی نظامِ عالم کا
یہ نظامِ ترقیِ علما

روز افزوں ترقیاں پائے
اہتمامِ ترقیِ علما

رہے اس مدرسے میں سال بسال
التزامِ ترقیِ علما

مصرعِ سالِ حال ہے حافظ
التزامِ ترقیِ علما
سنہ ۱۳۳۰ھ

تاریخ تالیف رسالہ ایضاح سنت ۱۵ جمادی الاخری سنہ ۱۳۳۰ھ

خوش رہو ای حضرت محمود جان
واہ کیا طرفہ رسالہ یہ لکھا

مسئلے آٹھ ایسے لکھے پُر بہار — ہشت جنت اسکو کہیے تو بجا
غیب بھی معراج بھی مذکور ہی — پھر شفاعت کی صفت جلوہ نما
روک دی نے قیدیِ لامذہباں — مسئلہ تقلید کا بھی حل کیا
زندوں کے سُنّنے سُنانے کے لیے — مُردوں کے سننے کا بھی ہی ماجرا
روشنی کرنا مزار و قبر پر — لکھدیا روشن دلیلوں سے روا
عید کے دن عرس و استسقا کے وقت — ہو علم بہر نشاں اونچا تو کیا
حق میں مفقود الخبر کی زوجہ کے — حکم محکم لکھدیا احناف کا
جابجا لکھیں حدیثیں آیتیں — حجّتوں سے قطع حجت کو کیا
بے سند لکھی نہ کوئی بھی دلیل — مستند کوئی حوالہ دیدیا
رہروں کو شاہراہِ مستقیم — بے رہوں کے واسطے ہی رہنما
تُمّنے کی نیکی مسلمانوں کے ساتھ — دے خدا اسکی جزا خیرا لجزا
پکّے ہیں دنداں شکن آٹھوں جواب — تاب کیا لائیگا کوئی کچھ دِلا
ہاں یہی ہی ہاں یہی ہی ہاں یہی — مذہبِ برحقّ اصحابِ صفا

مصرعِ برجستہ ہی تاریخ سال
مذہبِ برحقّ اصحابِ صفا
۳۰ ۱۳ھ

دیگر

کمالِ علمِ آنحضرتؐ میں جسِ جاہل کو کچھ شک ہو ۔۔۔ سنا دو اُسکو آیہ عَلَّمَکَ مَالَمْ تَکُنْ تَعْلَمْ

یہ مضمونِ نفیس ایسا ڈھلا افتا کے قالب میں ۔۔۔ ہی گویا جانِ افتا عَلَّمَکَ مَالَمْ تَکُنْ تَعْلَمْ

بشر کی تاب و طاقت کیا کہ مومن ہوکے منکر ہو ۔۔۔ کہے جب حق تعالےٰ عَلَّمَکَ مَالَمْ تَکُنْ تَعْلَمْ

مولف قابلِ تحسین ہی جسنے ٹھیک موقع پر ۔۔۔ کیا ہی نقل آیہ عَلَّمَکَ مَالَمْ تَکُنْ تَعْلَمْ

تھی فکرِ سال حافظ کو کہ ہاتف نے کہا کہدو
جواب آیا ہی اچھا عَلَّمَکَ مَالَمْ تَکُنْ تَعْلَمْ
۱۳ ھ ۳۰

تاریخ تولد فرزند خان بہادر رضی الدین احمد خاں صاحب تحصیلدار پیلی بھیت

رضی الدین احمد خاں مبارک ہو مبارک ہو ۔۔۔ نیا لختِ جگر نورِ نظر سرور و سرورِ جاں

ربیع اولیں کی بارہویں ہونا ولادت کا ۔۔۔ ہی فطری پیروی سنّتِ پیغمبرِ یزداں

پلے ماں باپ کے سایے میں یہ مولود یا اللہ ۔۔۔ ہے جس سے کلیجا اونکا ٹھنڈا اور دل فرحاں

اوسے علم و عمل دے، دین و دنیا کی ترقی دے ۔۔۔ ترقی میں ہو محسودِ عالم مثلِ دوراں

برائے سالِ تاریخِ ولادت غیب سے حافظ ۔۔۔ ملا ہی نامِ تاریخی شکور الدین احمد خاں
۱۳ ھ ۲۵

تاریخ وصال سید امداد حسین شاہ ۲۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۶ھ

چو امدادِ حسین آن سیدِ پاک — گنز و دریائے شاہ و گدا فیض
بحق واصل شد از ہاتف شنیدم — بگو حافظ وصالِ شاہِ با فیض
۱۳ھ ۲۶

تاریخ طبع دیوان مولوی عبدالحی بیخود بدایونی

یہ مجموعۂ سحر تاثیرِ بیخود — کہ ہی سحر تاثیر تحریرِ بیخود
عجب بولتی بولچال اسکی پائی — یہ تحریر ہی یا ہی تقریرِ بیخود
عیاں اس سے ہی صورتِ حالِ شاعر — بجا نام اسکا ہی تصویرِ بیخود
یہ حیرت بھی ہی اک تماشا کہ اسکو — ملا سالِ ترتیب تصویرِ بیخود
۱۳ھ ۲۸
معانی کی تصویر لفظوں میں کھینچی — بنے لفظ خود ایک تصویرِ بیخود
ملا آج تصویرِ بیخود کو چھپکر — تعدد سے حکمِ تصاویرِ بیخود

تصاویرِ بیخود کی تاریخ حافظ
کہو بے تکلف تصاویرِ بیخود
۱۳ھ ۲۹

رباعیات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رباعی

ہجر ایک مرض ہی۔ وصل ہی جسکی دوا
مہجور ازل کیوں نہ کرے واویلا
مہجور ہوں۔ مہجور کا دل ہی کتنا
دو[۲] حرف کی مقدار۔ وہ دونوں بھی جدا

دیگر

جو عیش مقدر میں ہی کرنا ہوگا
دکھ درد جو قسمت میں ہی بھرنا ہوگا
مرنے میں یہ رنج ہی کہ پھر جینا ہی
جینے میں خوشی یہ ہی کہ مرنا ہوگا

دیگر

دل ہی غم جانگزا سے خرسند مرا
ہی شکر گزار درد ہر بند مرا
جسکا غم و درد ہی وہ محبوب ہی کون
آقا ہی خدائی کا۔ خداوند مرا

رباعی

جس دم ہوا سوے عرب آہنگ مرا	کیا ضعف نے قافیہ کیا تنگ مرا
جب جا نسکا میں تو گئے ہوش مرے	جب اوڑ نسکا میں تو اوڑا رنگ مرا

دیگر

غائب ہو نظر سے جو مدینہ پیارا	موت آئے اُسے جسکو ہو جینا پیارا
سینے میں ہے نے لئے کیا گھر جب سے	چھاتی سے لگانے کا ہی سینہ پیارا

دیگر

آنکھوں کو تری دید کا لپکا دیکھا	دل کو ترے دیدار کا بھوکا دیکھا
دیدار کے واسطے ترستے رہنا	تقدیر نے جو ہمکو دکھایا۔ دیکھا

دیگر

کیا نور سراپا قدِ بالا دیکھا	اللہ کی قدرت کا تماشا دیکھا
اُس نور کے دیکھتے ہی سجدے میں گرے	جب آنکھ اوپر اوٹھائی نیچا دیکھا

دیگر

خاک در شہ سے صفتِ گرد اوٹھا	اوٹھا تو میں بھر کر نفس سرد اوٹھا
تھا بار پہ چوکھٹ سے اوٹھا نا سر کا	سر اوٹھنے نہ پایا تھا کہ پھر درد اوٹھا

رباعی

وہ کون ہی جو عرب کو راہی نہ ہوا
راہی نہ ہوا تو ایک میں ہی نہ ہوا
میں بھی کبھی ہر پھر کے وہیں جا پہنچوں
ای گردشِ چرخ تجھسے یہ بھی نہ ہوا

دیگر

تھا سینے میں دل آپ ہی ٹوٹا ٹوٹا
ہاتھوں نے ستم کیا کہ سینہ کوٹا
کچھ ہو تو بتاؤں قدر و قیمت دل کی
اک ظرف گلی ہی وہ بھی ٹوٹا پھوٹا

دیگر

چھپنے سے ترے پہاڑ غم کا ٹوٹا
دل درد سے ضعف سے کلیجا ٹوٹا
کھل گئے پردے دیکھنے والوں کے
ای پردہ نشین ترا نہ پردہ ٹوٹا

دیگر

بیکس کو نہ مرنا ہی نہ جینا آیا
جینے کا نہ مرنے کا قرینہ آیا
ای بیکسی آبرو تری رہ گئی آج
نہلانے کو موت کا پسینا آیا

دیگر

دیدار الٰہی ہی نظارہ اوسکا
ہم سب سے چلیں پاکے اشارہ اوسکا
دیدار کی پیاس ہی بلا کی قاتل
پانی نہیں مانگتا ہی مارا اوسکا

رباعی

جب ہم نے سوالِ بد کو رد دیکھا
دل سینے میں حسرتوں کا مرقد دیکھا
اللہ رے یار کس اوسے ٹھنڈی آنکھیں
جس نے روضے کا سبز گنبد دیکھا

دیگر

محشر میں ہوا پیش جو لکھا میرا
تھے ہاتھ کٹے کہ تھا نوشتہ میرا
جب نامۂ اعمال دیے ہاتھوں میں
آیا مرے آگے جو لکھا تھا میرا

دیگر

اوٹھنے کو کہا تو جی مرا بیٹھ گیا
جب ضعف سے اوٹھا نہ گیا بیٹھ گیا
درباں تھے زبردست۔ اوٹھاکر چھوڑا
گو چیخنے چیخنے گلا بیٹھ گیا

دیگر

اللہ نے اک پردہ حکمت رکھا
پرسش کے لیے روز قیامت رکھا
آراستہ جب کیا مقام محمود
سرتاج کے سر تاج شفاعت رکھا

دیگر

میں سامنے پہنچا تو بھلا چنگا تھا
ہوتا کوئی دُکھ تو رحم اونکو آتا
جب وقت پر اوٹھا نہ مدد کرنے کو
اللہ یہ درد کس مرض کی ہے دوا

رباعی

اوڑ کر مرے چہرے سے نہ جا مان کہا
للہ کہا مان ۔ کہا مان ۔ کہا
اوس گنبد سبز تک رسائی معلوم
ای رنگ پریدہ ۔ پلٹ آ ۔ مان کہا

دیگر

مہجور سے جب دو ر دبنہ ٹھہرا
مجبور لہو کے گھونٹ پینا ٹھہرا
مرنے کی دعائیں اپنے لب تک مانگیں
جب زیست گلے پڑی تو جینا ٹھہرا

دیگر

محشر میں سہارا کہیں ڈھونڈے نہ ملا
ہمدرد کو ڈھونڈا کہیں ڈھونڈے نہ ملا
خورشید بڑی سی لیکے آیا مشعل
میدان میں سایہ کہیں ڈھونڈے نہ ملا

دیگر

سب بے مونس و غمگسار روتا آیا
مجھ زار کو زار زار رونا آیا
وہ میری ہی بیکسی تھی روتی صورت
جسپر مجھے بار بار رونا آیا

دیگر

حافظ! تو ہند کو بھلا کیوں آیا
دل میں لیے شوق کی بلا کیوں آیا
تھی تجھکو تو اپنی استطاعت معلوم
کمبخت! مدینے سے چلا کیوں آیا

رباعی

ہر امتی آپ کا ہے مرغوبِ خدا — مطلوبِ خدا طالبِ مطلوبِ خدا
محبوب کا محبوب ہے محبوب اپنا — محبوبِ خدا حبیبِ محبوبِ خدا

دیگر

جب روضۂ پر نور کا خاکا اوترا — ہر بیل کا - ہر بوٹے کا نقشہ اوترا
تھا دیدہ وروں کی آنکھ میں اوسکے حضور — چہرہ خلدِ بریں کا اوترا اوترا

دیگر

اب قفلِ سکوت توڑنا چھوڑ دیا — منھ ضبطِ فغاں سے موڑنا چھوڑ دیا
نالے مرے چھوڑتے تھے آتشبازی — آتشبازی کا چھوڑنا چھوڑ دیا

دیگر

آئی تو یہی سانس ہے اندر کی ہوا — نکلی تو یہی سانس ہے باہر کی ہوا
کیا فائدہ اس ہوا کا دم بھرنے سے — دم بھر میں ہوا ہوگی یہ دم بھر کی ہوا

دیگر

تجھسے ترے دردمند بیڈھب ہیں جدا — دوری کے عذاب سے معذّب ہیں جدا
دوری نہ ہو جب دور تو کیا دور ہو درد — دردِ دوری کے حرف بھی سب ہیں جدا

ے

رباعی

حضرت کے سوا حضرتِ باری کے سوا
ہو امتِ بیکس کو سہارا کسکا
بندے کو امید فضل ہی دونوں سے
اک بندہ خدا کا۔ ایک بندے کا خدا

دیگر

وحشت میں قرار بیقراری ٹھہرا
اون دونوں میں فرق اعتباری ٹھہرا
تڑپے تو وہ ٹھہری اختیاری حرکت
ٹھہرے تو سکون اضطراری ٹھہرا

دیگر

ہی رونگٹا رونگٹا گنہگار مرا
ہر بال وبال میں گرفتار مرا
بوڑھا ہوں۔ مگر وہی سیہ کاری ہی
ہر موے سفید ہی سیہ کار مرا

دیگر

اشکوں میں کلیجے کا جو ٹکڑا آیا
کیوں دیکھنے والوں کو اچنبھا آیا
میں درد جگر میں کیا کہوں کیا گزری
جب درد اوٹھا۔ مُنہ کو کلیجا آیا

دیگر

میں خاک کہوں۔ کون ہوں۔ کیا ہوں مولے
جیسا ہوں۔ بُرا۔ بھلا۔ ترا ہوں مولے
پوشیدہ نہیں تجھسے تمنا میری
میں تجھسے تجھی کو چاہتا ہوں مولے

رباعی

جب ٹھیس لگی دل کو ذرا - ٹوٹ گیا
مٹی کا نہ تھا - شیشے کا تھا - ٹوٹ گیا
اس شیشے کا ظرف تھا کوئی ظرف میں ظرف
ٹوٹا - تو نکل گئی صدا - ٹوٹ گیا

دیگر

جلوہ اوس نور کو جو منظور ہوا
جس پر وہ پڑا - نور سے معمور ہوا
اوس اک جلوے کا اور اثر کیا ہوتا
پتھر سے تو سرمہ ہمہ تن طور ہوا

دیگر

احباب کو کیا بتاؤں کیا یاد آیا
وہ سعی - وہ مروہ - وہ صفا یاد آیا
جب یاد ہوا بوسۂ سنگِ اسود
دل پر وہ پڑی چوٹ - خدا یاد آیا

دیگر

اس حسن خداداد کا ہی کوئی حساب
ہی چہرۂ پاک - یا خدا کی ہی کتاب
دن رات ہی روے مصطفٰے کا جلوہ
چندے خورشید اور چندے مہتاب

دیگر

احباب ہوں میرے اور ہو کوے حبیب
افسوس پھٹکنے بھی نہ پاؤں میں قریب
قسمت کا لکھا - نصیب کا حصّہ ہی
یا قسمت یا نصیب ای واے نصیب

رباعی

کیا لیکے کریں دارِ قرارِ جنت
کیا لیکے کریں نقش و نگارِ جنت
ان آنکھوں میں جو دیکھ چکی ہیں روضہ
کانٹا سی کھٹکتی ہی بہارِ جنت

دیگر

رخصت ہوی دل سے جو خوشی غم ہی عبث
یہ جوش ترا دیدۂ پُرنم ہی عبث
جو صبر کہ مرگیا پھر آنے کا نہیں
جب جی نہ اوٹھے مردہ تو ماتم ہی عبث

دیگر

برتر مرا تاجدار ہی - برتر تاج
سرتاجِ انبیا کا ہی سر پر تاج
اوس سر اوس سر کے تاج کا کیا کہنا
جسکا ہو قدم عرشِ بریں کا سرتاج

دیگر

میرا ممدوح - واہ میرا ممدوح
میرا ممدوح ہی خدا کا ممدوح
ممدوح کی ہو مدح کہ مداح کی مدح
ایسا مداح واہ ایسا ممدوح

دیگر

ہونے کو ہزاروں ہیں بیابان فراخ
نکلا کرمِ کریم کا خوان فراخ
رہ جائے نہ کوئی حوصلہ ای وحشت
قسمت سے ملا حشر کا میدان فراخ

رباعی

عالم میں نویدِ عید ہی - عید ہی عید
ہی عید بھی کیا عید کہ ہی عیدِ سعید
اس عید میں دوستوں کی ہی دید نصیب
ہی عید نصیبِ دوستاں قابلِ دید

دیگر

تڑکے سے خبر صبح نے دی - آگئی عید
یہ عید کی ہی صبح کہ ہی صبح امید
اس صبح کی راتوں کو دعائیں مانگیں
راتوں کی دعاؤں کی یہ آئی ہی رسید

دیگر

مولے کی جدائی کا تو پہلے بھی تھا درد
اب دل کو نہیں تاب کہ ہی درد سا درد
ہی درد میں لوٹنا تڑپنا بیکار
ہی دردوا اولٹ پلٹ کے پھر درد کا درد

دیگر

فریاد ہی - فریاد ہی - مولے فریاد
ہم خود غرضی سے ہیں تباہ و برباد
نہ کچھ تو دوا طبیبِ روحانی ہو
اصلاح کا نام - اور رگ رگ میں فساد

دیگر

ہی قصۂ خوبانِ جہاں خوب لذیذ
ہی تذکرۂ یوسف و یعقوب لذیذ
سننے کو نہیں مزے مزے کی باتیں
ہی سب سے زیادہ ذکرِ محبوب لذیذ

رباعی

باندھو بھی کمر۔ کہیں اوٹھو بھی سو کر
غفلت میں نہ کھا جاؤ اجل کی ٹھوکر
کیا صاف کھلا ہوا ہی سیدھا رستہ
جنت کو چلے جاؤ مدینے ہو کر

دیگر

ای گردشِ چرخ۔ اف رے تیرے چکّر
سودا زدہ پا کے مجھکو تو دے چکّر
زائر کریں جا جا کے طواف کعبہ
آئیں نہ مجھے گھر میں بیٹھے بیٹھے چکّر

دیگر

سینے میں ہی داغوں سے چراغوں کی بہار
مات ایسی بہار سے ہی باغوں کی بہار
تارے شبِ تار کے ہیں کس گنتی میں
تاروں بھری راتوں میں ہی داغوں کی بہار

دیگر

تو رحمتِ حق ہی۔ حق کی رحمت تجھپر
حد یہ کہ ہوئی ختم نبوت تجھپر
ای خاتم انبیا۔ نبیِّ خاتم
حقّا کہ ہی ختم خاتمیّت تجھپر

دیگر

محفل سے چلا جائے اسی دم اوٹھکر
جو منھ سے کہے۔ کہ بیٹھے کیا ہم اوٹھکر
ہنگامِ قیام آدمیّت ہی یہی
تعظیم دے آدم قدِ آدم اوٹھکر

۱۲

رباعی

جو منکرِ توحید رہے وہ کافر
منکر کو جو منکر نہ کہے منکر ہی
بس ہوتے جو منکر کی سہے وہ کافر
کافر کو جو کافر نہ کہے وہ کافر

دیگر

کرتے ہیں دلوں میں گھر وہ دلبر ہو کر
مجھکو تو اگر ملیں وہ تنہائی میں
جو کچھ ترے جی میں دل مضطر ہو۔ کر
ہیں اون سے ملوں آپ سے باہر ہو کر

دیگر

ہی درد ہی درد اہنتو اندر باہر
باقی نہیں درد سے سمائی دل میں
ہی درد ہی سے بھرا ہوا گھر باہر
دل آہ سے کہتا ہی کہ باہر باہر

دیگر

آنکھیں ہوں تو قدرت کے ہیں نیرنگ ہزار
پھولوں میں ہزار رنگ کی بو ہی اگر
ہوں کان تو ہر نی میں ہیں آہنگ ہزار
گلبانگ عنادل میں بھی ہیں رنگ ہزار

دیگر

اک سوختہ دل۔ گرا پڑا خستہ جگر
گرتے پڑتے۔ گرے پڑے کو للہ
پہنچا ہی مدینے میں کہیں گر پڑ کر
کہدو کہ پڑا رہے ہمارے در پر

رباعی

ہی اک تری سرکار سے مجھکو سروکار
سرکاریں ہیں سب میری نظر میں بیکار
جاؤں میں کہاں چھوڑکے سرکار تری
سرکاروں کی سرکار ہی۔ تیری سرکار

دیگر

اچھا ہی زمیندار کا نمبر سر نمبر
نمبر نمبر سے ہی یہ بڑھکر نمبر
انسانوں میں جس طرح نبی نے تشبیہ
پرچوں میں ہی ممتاز پیمبر نمبر

دیگر

ہر چند کہ جیتے جاگتوں میں ہی شمار
آنکھوں سے ہی خواب۔ جینے سے جی بیزار
خواب آئے تو ہو خواب میں دیدار کبھی
دیدار کے خواب دیکھتے ہیں بیدار

دیگر

ای عمر گزشتہ اب تو عالم ہی اور
باقی جو کوئی دم ہی۔ کوئی دم ہی اور
اب دم آدھا ہی اور خم ہی پورا
وہ دم خم اور تھا۔ یہ دم خم ہی اور

دیگر

فانی فی اللہ شیخ عبد القادر
باقی باللہ شیخ عبد القادر
سن لیجیے بینوا گدا کی یہ صدا
شیئاً للہ شیخ عبد القادر

رباعی

تمنا کوئی یا ثانیِ عبد القادر
کوئی نہ ہوا ثانیِ عبد القادر
تم وہ ہو کہ ثانی بھی ہو لاثانی بھی
ای ثانیِ لاثانیِ عبد القادر

دیگر

بات اور ہی۔ ناصح مرا بکتا ہی کچھ اور
ہو گا شدنی۔ ہو نہیں سکتا ہی کچھ اور
تہ بیر ہزار سر کو پھوڑے تو کیا
پھوٹی ہوئی قسمت سے ٹپکتا ہی کچھ اور

دیگر

یارو ابری افتاد پڑی ہی سر پر
اوٹھو کہ زوال کی گھڑی ہی سر پر
اسپین میں جو قوم پہ آفت آئی
سمجھو کہ وہی گھڑی کھڑی ہی سر پر

دیگر

اسباب وہ جی بٹھانے کے ہیں اور
بے طور وہ طور خوف کھانے کے ہیں اور
فیلِ شبِ غم سے ڈرتی ہی میری بلا
کھانے کے ہیں دانت اور۔ دکھانے کے ہیں اور

دیگر

دل سے نہ نکلنے پائے جو دل میں ہی راز
گو بخے دل ہی میں رازِ دل کی آواز
کیا بات ہی یوں بات اگر بن جائے
ہر بات میں ہو سوز تو ہر سوز میں ساز

رباعی

لے دیکھیے ہی ایک دل ہر انسان کے پاس
یا یادِ خدا ہوا اس میں یا ہو وسواس
چھوٹا سا ہی گھر۔ دو کی جگہ اسمیں نہیں
یا نفس کا پاس۔ یا ہو پاسِ انفاس

دیگر

وہ خوش رہے جو ہی کرم ہم سے خوش
ہم غم سے ہیں خوش۔ غم ہی رہا ہم سے خوش
جو خوگرِ غم ہوا سے غم کا کیا غم
غم دل سے ہی خوش دل ہی ترے غم سے خوش

دیگر

ہے نفسِ بدی میں نفس ہی خاص الخاص
یہ نفس ہی بد۔ بدنفسی اسکا خواص
اس نفس نے خون کر دیا ہے دل کا
لینا ہے مجھے اسی ستمگر سے قصاص

دیگر

کیوں موت سے ڈرتے پھریں۔ ڈرنے سے غرض
جی کی تو یہ ہی جی سے گزرنے سے غرض
جیتے رہیں یا رب ترے مرنے والے
بیچاروں کو جیتے جی ہی مرنے سے غرض

دیگر

آجائیں نظر آپ کے انوار فقط
وہ بھی نہیں بار بار اک بار فقط
آنکھوں کا جو حاصل ہے وہ حاصل ہو جائے
ہو جائے بس ایک آپ کا دیدار فقط

رباعی

ہاں یادِ بتاں دل سے جدا کر حافظ
ہاں کعبے سے دور پھینک جا کر حافظ
رکھا ہی بتوں کو کیوں خدا کے گھر میں
کر خوفِ خدا۔ خدا خدا کر حافظ

دیگر

یا رحمتِ عالم تری رحمت ہی وسیع
سُن لے مری سُن لے۔ تجھے کہتے ہیں سمیع
رہنا بسنا ہو یا ہو گڑنا و بنا
مِل جائے مجھے مدینہ و خاکِ بقیع

دیگر

گوشے میں چھپا ہوا ہی اک پائیں باغ
اوس باغ کی خوشبو سے معطّر ہی دماغ
سینے میں جو پہلو ہی! تو پہلو میں ہی دل
دل کا پہلو ہی اور یہیں داغ ہی داغ

دیگر

ہی خاکِ عرب ارض و سما سے اشرف
ہی نوعِ بشر خلقِ خدا سے اشرف
ہیں نوعِ بشر سے انبیا سب افضل
حقّا کہ ہو تم سب انبیا سے اشرف

دیگر

حاجت ہو جو فصد کی تو نشتر بھی ہی عشق
اوڑنا ہو جو ہوش کو تو شہپر بھی ہی عشق
پہنچانے کو تا شاہدِ حسنِ ازلی
ہادی بھی ہی۔ مرشد بھی ہی۔ رہبر بھی ہی عشق

رباعی

غافل تھے بڑھاپے کا اثر ہوتے تک
تھی بیخبری ہمکو خبر ہوتے تک
آیا نہ شبِ شباب میں ہوش اتنا
ہو جائیگی بھور اپنی سحر ہوتے تک

دیگر

کیا پاک ہی خاکِ درِ شاہ لولاک
پاکی کے سبب ہی سجدہ گاہِ افلاک
ہی اور یہ آرزو کہ چاٹوں اوسکو
خاکم بدہن - مراد ہی اور وہ خاک

دیگر

حافظ - ہی محال شاعری میں ہو کمال
پس فکر ہی اس کمال کی فکر محال
ہیں بال سے باریک ہزاروں نکتے
ہر بال وہ بال جسکی کھنچتی ہی کھال

دیگر

بیکس کا ہو ساتھی کوئی کسکو ہی خیال
ساتھی نہ ہو کوئی تو پہنچنا ہی محال
میں خستہ ہوں اور کالے کوسوں منزل
میں آبلہ پا - قافلے کی تیز ہی چال

دیگر

منصوبوں کا آج تک ہی روزِ اوّل
سامانِ سفر کوئی ہوا آج نہ کل
سب قافلے چلدیے مدینے کی طرف
اب دیکھیے اونٹ بیٹھتا ہی کس کل

رباعی

وحدت کا وجود ایک کثرت ہم تم	ہے ایک ہی نور اور لاکھوں انجم
کثرت فانی ہے اور وحدت باقی	خورشید میں ذرّے قطرے دریا میں ہوں گم

دیگر

اللہ جسے عطا کرے قلبِ سلیم	چھوڑے گھر بار ہو مدینے میں مقیم
یہ بخت یہ قسمت ۔ ندیم احمد	ہے روزِ ازل سے مدنی قلبِ ندیم

دیگر

مہجور ہیں اس سے ہم سے وہ دور نہیں	پردے میں بھی بے پردہ ہے مستور نہیں
ہاں دیدۂ معنی سے نہیں اوسکے حجاب	صورت کا دکھانا اُسے منظور نہیں

دیگر

رنگ رگ میں نہیں درد کہ رخ زرد نہیں	لب پر کوئی حرف جز دمِ سرد نہیں
کس سے کہیں دکھتے ہوئے دل کا دکھڑا	دردا کہ ہمارا کوئی ہمدرد نہیں

دیگر

مولا جو حضوری کی اجازت پاؤں	پھر ہند سے تا زیست نہیں آؤں جاؤں
آیا گیا ہو نہ جائے آنا جانا	آؤں جاؤں پھر آکے جاؤں آؤں

رباعی

احباب تسلی ہمیں کیا دیتے ہیں
جھوٹی سچی خبر سنا دیتے ہیں
اس کان سے سنتے ہیں جو اڑتی سی خبر
ہم دوسرے کان سے اڑا دیتے ہیں

دیگر

کب خانۂ دل میں کوئی مہمان نہیں
خالی غم ہونے سے کوئی آن نہیں
قابو نہیں موت پر کہ مر کر چھوٹیں
جیتے بچیں غم سے اس قدر جان نہیں

دیگر

ہے جان بدن میں ربط کیا کچھ بھی نہیں
ہے قصر حباب اسکو بقا کچھ بھی نہیں
گنتی کی ہیں سانسیں ہے اسکا بھی شمار
ہے روح کوئی دم کی ہوا کچھ بھی نہیں

دیگر

احباب ہمیں برا بھلا کہتے ہیں
اچھا کہتے ہیں سب بجا کہتے ہیں
کہتا ہے وہ جسکے منہ میں جو آتا ہے
ہم کچھ نہیں کہتے انسے کیا کہتے ہیں

دیگر

ہمکو تو محاورے مزہ دیتے ہیں
جو بول ہوں بولتے سنا دیتے ہیں
آتا ہے نظر طائر مضموں جو کبھی
ہم چٹکیوں میں اسکو اڑا دیتے ہیں

رباعی

یوں روزنے میں جھانکنے کو جائیں آنکھیں
یوں روزن دیوار دکھائیں آنکھیں
جلووں کی بلائیں لیکے آئی ہے نگاہ
لیتی ہیں نگاہ کی بلائیں آنکھیں

دیگر

جن آبلوں کو دل کی بنائیں آنکھیں
قسمت سے اون آبلوں کی آئیں آنکھیں
آنکھوں میں جن آبلوں کو دل نے رکھا
دل کو وہی آبلے دکھائیں آنکھیں

دیگر

بیمار کو ہیں دنوں سے بھاری راتیں
راتوں میں پہاڑ ہیں ہماری راتیں
لاکھوں تارے مشاہدے ہیں گواہ
آنکھوں میں کٹی ہیں ہماری ساری راتیں

دیگر

مضطر ہی بنگر بھی الہی تجھ کو دیکھوں
آنکھوں دیکھوں ہے جی میں کس کو دیکھوں
مجھ سے تو دیکھی نہیں جاتی ہے حالت
دیکھوں ہی اگر تو کس کو ہر بار کو دیکھوں

دیگر

پھر ٹھنڈی ہوا چلی گھٹائیں آئیں
رت آئی بہار کی گھٹائیں آئیں
کیوں دل نہ بڑھیں کہ جھڑی بنی رندوں کی
رت کی اٹھی چڑھی گھٹائیں آئیں

رباعی

میں حلقہ بگوش شہ جیلانی ہوں	میں مقتدیِ امامِ ربانی ہوں
وہ فضل ہیں رحمن کے مجھپر حافظ	فضلِ رحمن سے فضلِ رحمانی ہوں

دیگر

جسکو غم دنیا غم دیں کچھ بھی نہیں	وہ لاکھ ہو اورنگ نشیں کچھ بھی نہیں
ہو درد کی چوٹ دل میں یا چوٹ کا درد	جب کچھ بھی نہیں کچھ بھی نہیں کچھ بھی نہیں

دیگر

دیوانے کنوئیں ہی جھانکتے پھرتے ہیں	ہر خاک عرب کی ہانکتے پھرتے ہیں
یا چومتے چاٹتے تھے خاک اس در کی	یا ہند میں خاک چھانتے پھرتے ہیں

دیگر

کوچے سے ترے قدم نکلنے کے نہیں	گھر کی طرف ایک ہاتھ چلنے کے نہیں
اللہ پھر اک بار ہمیں پہنچا دے	ٹل جائے زمین بھی تو ٹلنے کے نہیں

دیگر

تمنا نہیں دل جو ہاتھ دل پہ رکھ لوں	ہاتھ آئے تو دل پہ کوئی پتھر رکھ لوں
اللہ رے ہرا ہرا وہ گنبد پیارا	جی میں ہے اوسے دل پہ اٹھا کر رکھ لوں

رباعی

دل شاد نہیں غم سے ہم آزاد نہیں
اب حضرت ممتاز کہاں اے حافظ
کیا کیا سیکھا پڑھا تھا۔ کچھ یاد نہیں
کس سے اصلاح لیں کہ استاد نہیں

دیگر

فرقت میں بلائیں میرے گھر آتی ہیں
ہوں ایک تو آپ ہی شکستہ خستہ
کیا کیا بُری صورتیں نظر آتی ہیں
اوپر سے بلائیں ٹوٹ کر آتی ہیں

دیگر

سب ختمِ شباب پر گزر جاتے ہیں
کھچڑی ہوئے بال اور اجل آ پہنچی
صبح پیری سے پہلے مر جاتے ہیں
تاروں ہی کی چھاؤں کوچ کر جاتے ہیں

دیگر

جب خوف بڑھا کام دعائیں آئیں
جب کوئی بلا خدا خدا کر کے ٹلی
جب آس بندھی۔ یاد خطائیں آئیں
لینے کو بلائیں سو بلائیں آئیں

دیگر

دانا بھی ہوں نوجوان۔ ناداں بھی ہوں
حیرت بھی ہو بوڑھوں کو تو کیا خاک کریں
کچھ آنکھیں بھی، کچھ سر گریباں بھی ہوں
انگشت بدنداں ہوں جو دنداں بھی ہوں

رباعی

عالم میں ترا ہو راج عیدِ قرباں
یہ کہکے مسلمان گلے ملتے ہیں
اچھا تو رہا مزاج عیدِ قرباں
عیدِ قرباں ہے آج عیدِ قرباں

دیگر

اس عید کے قربان ہزاروں جانیں
جو جان ہو قربان۔ یہ کہتی نکلے
قربان ہر اک آن ہزاروں جانیں
قربان نہ اک جان ہزاروں جانیں

دیگر

کب تک امیدوار میں زار رہوں
زائر کریں گردِ کعبہ پھر پھر کے طواف
کب تک اس بھیڑ میں پھروں خوار رہوں
ہر پھیر کے میں گردش میں گرفتار رہوں

دیگر

میری شبِ ہجر کی سحر ہو کہ نہ ہو
چلاؤں نہ کیونکر کہ نہیں ضبط کی تاب
اس رات کا پچھلا بھی پہر ہو کہ نہ ہو
نالے سے غرض مجھکو۔ اثر ہو کہ نہ ہو

دیگر

کب تک غمِ دل کھائے مجھے میں غم کو
دل غم سے تڑپتا ہے تو سمجھاتا ہوں
ہر روز کے غم کی آخر اک حد بھی تو ہو
اے حضرتِ دل صبر کرو غم کھاؤ

رباعی

بیدرد ہی جسکے درد تک دل میں ہو
بے لطف ہی دل اگر کسک دل میں ہو
اوس دل میں اندھیرے کے سوا کیا ہوگا
جب دید کی ذرہ بھر چمک دل میں ہو

دیگر

میں اور ترا ہجر ستائے مجھکو
جیتا رہوں میں موت نہ آئے مجھکو
بس ہو تو نکل چلوں عرب کو گھر سے
ڈرتا ہوں کہ گھر کاٹ نہ کھائے مجھکو

دیگر

یوں روضے سے افسوس پھر آؤں گھر کو
یوں یاد کیا کروں میں اوس منظر کو
یاد آئے وہ دیوار وہ در جب حافظ
گھر کے در و دیوار سے پھوڑوں سر کو

دیگر

سجدے میں حضور قلب اگر تم چاہو
محو دیدار جلوہ سر تا پا ہو
ادنے ہی یہ مرتبہ کہ دل میں لب پر
ورد سبحان ربی الاعلیٰ ہو

دیگر

جسمانیوں میں صورت آدم تم ہو
روحانیوں میں روح مجسم تم ہو
شیئاً للہ اعطِ شیئاً للہ
ہمنام جناب غوث اعظم تم ہو

رباعی

آنکھیں ہوں تو ہی سب کہیں ربّ کعبہ　　کعبہ ہی یہی دل۔ یہیں ربّ کعبہ
آنکھیں بھی ہیں شرط دل کی آنکھیں ورنہ　　کعبے میں بھی ملتا نہیں ربّ کعبہ

دیگر

سینے میں ہی وہ راز کہ اللہ اللہ　　ہی سوز میں وہ ساز کہ اللہ اللہ
اللہ نے مجھکو یاد فرمایا ہی　　ہچکی کی ہی آواز کہ اللہ اللہ

دیگر

بندہ ہی جنابِ کبریا کا بندہ　　معبود کا عبد۔ مصطفےٰ کا بندہ
بندہ اُس بندۂ خدا کا ہوں میں　　جس بندے کا بندہ ہی خدا کا بندہ

دیگر

نے ہیچ و شرے ہوں مصطفےٰ کا بندہ　　میرا مولےٰ ہی کبریا کا بندہ
ہیں اوسکے غلام سب خدا کے بندے　　بندوں کا وہ مولےٰ ہی۔ خدا کا بندہ

دیگر

اللہ کو جانتا ہی بندہ بندہ　　بندہ اللہ کا ہی بندہ بندہ
یہ عبد وہ معبود۔ یہ مربوب وہ رب　　واللہ خدا خدا ہی بندہ بندہ

دیگر

گرمی سے ہی آفتاب ذرّہ ذرّہ　　جل بھنکے ہوا کباب ذرّہ ذرّہ
ہی دھوپ بھی۔ میدان بھی۔ میزان بھی ہی　　ہوتا ہی یہاں حساب ذرّہ ذرّہ

رباعی

جب جامۂ زیست چاک ہو جاتا ہے — قصہ ہستی کا پاک ہو جاتا ہے
ہستی کی نہیں قبر میں کچھ بھی ہستی — اکسیر کا ڈھیر خاک ہو جاتا ہے

دیگر

پھر بیس برس بعد غلام آیا ہے — سرکار میں کرنے کو سلام آیا ہے
گن گن کے مفارقت کے دن کاٹے ہیں — مرمر کے فدا ہونے کا نام آیا ہے

دیگر

ہے شور کہ ساعتِ سعید آئی ہے — اب دل کی بر آنے پر امید آئی ہے
بچے۔ بوڑھے۔ جوان سب کہتے ہیں — عید آئی ہے۔ عید آئی ہے۔ عید آئی ہے

دیگر

محبوبِ خدا کے گھر کو ہم گھر سے چلے — خود چل نہ سکے۔ غیر کی ٹھوکر سے چلے
گر پڑ کے یوہیں جا پڑے آخر در پہ — جب پا چلکے گرے۔ اڑھکے نئے سر سے چلے

دیگر

بیکار سرانجام ہے جو کام نہ آئے — کوشش ہے وہ ناکام ہے جو کام نہ آئے
ہر کام کا انجام رہے پیشِ نظر — کس کام کا وہ کام ہے جو کام نہ آئے

دیگر

بے لطف بلا سے عمر بھر ہو جائے — دنیا کی دن کی ہی۔ بسر ہو جائے
ہم دائرۂ دیں سے نکلنے کے نہیں — دنیا بھی اِدھر کی جو اُدھر ہو جائے

دیگر

دنیا میں اگر نہ عیش اوڑایا ہم نے — عقبےٰ کا تو غم خوشی سے کھایا ہم نے
عقبےٰ میں ہی سب جمع وہ اللہ کے گھر — دنیا میں جو آرام نہ پایا ہم نے

دیگر

گھر بستے ہیں دنیا میں اوجڑنے کے لیے — سامان یہ بنتے ہیں بگڑنے کے لیے
ہوتی ہی سجاوٹ ابتری کی خاطر — اوٹھتے ہیں مکان گرنے پڑنے کے لیے

دیگر

مرتے ہیں ترے ہجر میں جینے والے — پیتے ہیں لہو کے گھونٹ پینے والے
جو دل کہ مدینے میں پڑا رہتا ہی — اُس دل میں ہی تو ہی تو مدینے والے

دیگر

ہم جب ہمیں سرکار بلاتے جاتے — یا اپنے خیال ہی میں آتے جاتے
ہوتا تو گزر۔ بزمِ تصور ہی سہی — ہم آپ ہی گو آپ سے جاتے جاتے

دیگر

لو قافلے طیار ہیں چلنے کے لیے ہم آتش رشک سے ہیں جلنے کے لیے
ہم اور ارمان دونوں چھٹتے ہیں پڑے ہم گھر سے تو وہ دل سے نکلنے کے لیے

دیگر

گو ضبط سے میری جان آدھی رہجائے لب پر مگر اک مُہر خموشی رہجائے
کہتا ہوں یہ چپکے چپکے اپنی چپ سے ہی بات تو جب کہ بات میری رہجائے

دیگر

ناصح! مانع ہی کون تو۔ روئینگے ہمکو تو ہی رونے ہی کی خو۔ روئینگے
یہ سچ ہی کہ آنسوؤں کی بھی اک حد ہی آنسو نہ رہینگے تو لہو روئینگے

دیگر

نظروں میں وہ صورت حجرِ اسود کی رکھتا ہی مرا دل بھی۔ مری آنکھیں بھی
دل میں ہوی جاگزیں سویدا ہوکر آنکھوں میں ہی سمٹ کر پتلی

دیگر

جو راہ طلب کی دیکھکر بیٹھ رہے جو چھوڑ چکے قصدِ سفر۔ بیٹھ رہے
ہی حکم کی دیر۔ سر سے چلتے ہیں ابھی جو توڑ کے پاوں اپنے گھر بیٹھ رہے

دیگر

ہو درد مگر ترا - مداوا نہ سہی　　سہنے کا نہ ہو درد کا صدمہ نہ سہی
جو کچھ ہوں میں جیسا ہوں میں تیرا ہی تو ہوں　　میں اک سگِ دنیا سہی - دیوانہ سہی

دیگر

اب جان گئی شانِ خدائی تیری　　پہنچی ہوئی ہے حد کو رسائی تیری
اک داد ہے - فریاد ہے کس سے تجھسے　　پھرتی ہے قیامت میں دُہائی تیری

دیگر

دم توڑینگے دم اونھیں کا بھرتے بھرتے　　ہٹ جائینگے اونکی یاد کرتے کرتے
پائینگے نہ جینے کا مزہ جیتے جی　　مرجائینگے مرنے والے مرتے مرتے

دیگر

مجبور جیے تو بیحیائی سے جیے　　مجبور جیے - خدا کی مرضی سے جیے
جینا تو وہ تھا کہ دل بھی جیتا ہوتا　　جینے کو جیے مگر برے جی سے جیے

دیگر

دوری میں بھی سوجھی تو حضوری سوجھی　　دوری کی تھی بات - دوری ہی کی سوجھی
آنکھوں کو کیے بند - تصور باندھا　　اے حضرتِ دل! یہ تمکو اچھی سوجھی

دیگر

بارِ گنہ اوٹھنے کا نہیں گر نہ پڑے ۔۔۔ ہی ملکِ عدم دور۔ یہیں گر نہ پڑے
میں جرم وضعیف ہوں یہ گٹھری بھاری ۔۔۔ ڈرتا ہوں کہ رستے میں کہیں گر نہ پڑے

دیگر

ہوں برہنہ پا۔ اوٹھا ہی دانہ پانی ۔۔۔ پایا۔ جو نصیب کا ہی دانہ پانی
چلنے سے کفِ پا میں پڑے ہیں چھالے ۔۔۔ قدموں سے لگا ہوا ہی دانہ پانی

دیگر

نالوں سے۔ مری جان پڑی جلتی ہی ۔۔۔ اشکوں سے مرے۔ مینھ کی جھڑی جلتی ہی
پروانہ میں اوسکا ہوں تری محفل میں ۔۔۔ جو شمع کہ رات بھر کھڑی جلتی ہی

دیگر

آرایش امیروں میں ہی چھب تختی کی ۔۔۔ پھر اونکی بلا جھیلے بلا تختی کی
ہی حکم گلیم پوش پھٹکے نہ قریب ۔۔۔ پرچھائیں نہ پڑ جائے سیہ بختی کی

دیگر

ٹالے شبِ فرقت نہیں ٹلتے تارے ۔۔۔ رُک جاتے ہیں چلتے چلتے تارے
اوٹھتا اگر ابر بنکے آہوں کا دھواں ۔۔۔ اوس ابر میں ڈوبتے اوچھلتے تارے

دیگر

جب ہجر میں بیقرار ہو جاتی ہی　　مرداراسی جان زار ہوجاتی ہی
آتا ہی اگر نگاہِ مولے کا خیال　　برچھی سی جگر کے پار ہوجاتی ہی

دیگر

باہر نہیں علمِ مصطفٰے اسے کوئی شئ　　کیوں یار ونے بحث کی بڑھائی ہی لئ
بحرِ علمِ خدا کا قطرہ ہی یہ علم　　مَا کَانَ وَمَا یَکُوْن اسی قطرے میں ہی

دیگر

کیوں کوئی مجھے راہ بتاتا جائے　　میں جاؤں۔ مرا شوق کا جذبہ جائے
ہیراہ روی میں کہیں مل جائیں نہ خضر　　نیت نہ بھٹک کے راہ پر آجائے

دیگر

عشاق کے دل ہیں وہی۔ سینے میں وہی　　پتھر میں وہی ہی۔ آبگینے میں وہی
ہرجا ہی ظہور اوسکا۔ اوسی کا جلوہ　　مکّے میں وہی نور۔ مدینے میں وہی

دیگر

الفاظ کی ٹانگیں توڑ نا آتا ہی　　متروک الفاظ چھوڑ نا آتا ہی
میں اور سلیقہ شاعری کا۔ توبہ　　انمل بے جوڑ جوڑ نا آتا ہی

رباعی

ہیں حضرتِ حافظ بھی عجب لا یعنی — یعنی کی جگہ ڈھونڈ کے لائے اعنی
یا معنی آفریں کبھی تھے یا اب — الفاظ بھی ڈھونڈے نہ ملیں کیا معنی

بھاری جو بہت بارِ گنہگاری ہے — یہ بار تو کیا۔ دوش کو سر بھاری ہے
سر بوجھ سے بوجھ سر سے اوٹھنا ہی نہیں — دوہری مری قسمت میں گرانباری ہے

دنیا میں ترقی کی ضیا چھائی ہے — ہم پر تو تنزل کی بلا چھائی ہے
خورشیدِ علوم اوج پر ہے تو کیا — سر پر تو جہالت کی گھٹا چھائی ہے

یہ قوم کہ با حالِ تباہ آئی ہے — لینے کے لیے تیری پناہ آئی ہے
کر دادرسی کہ ہے تری ہی امت — در پر ترے۔ بنکے دادخواہ آئی ہے

کیا گریہ نے اثر نے پھیرا پانی — روتے روتے ہوا ہے پتا پانی
کس منہ سے صلے پر بہاؤں اب آنسو گرم — کس منہ سے تیے پر حضور! تتا پانی

ای عیدِ سعید دم ہو تجھپر صدقے — تڑپے دم بسمل تو ہو اوٹھکر صدقے
اک دم ہو تو کیا۔ ہزار دم ہوں تو کیا — دم پر ترے قربان۔ ترے سر صدقے

تو۔ تیری ادا ہو اور تیرے کشتے — فرمانِ قضا ہو اور تیرے کشتے
عیدِ اضحےٰ کے دم قدم کا صدقہ — میدانِ منا ہو اور تیرے کشتے

ہر قسم کی کتابیں ملنے کا پتہ

REGISTERED
NIZAMI PRESS
BUDAUN

نظامی پریس بک ایجنسی بدایوں۔ یو۔پی